تذکرۂ شکوری

حضرت پیر طریقت سید شاہ عبدالشکور علیمی رشیدیؒ
سادات پوری

تذکرہ نگار

سید محمد منظر سادات پوری
ابن پیر سید عبدالشکورؒ علیمی رشیدی

Marfat.com

Marfat.com

تذکرہِ شکوری

حضرت پیر طریقت سید شاہ عبدالشکور علیمی رشیدیؒ
ساداتپوری

تذکرہ نگار

سید محمد منظر ساداتپوری
ابن پیر سید عبدالشکورؒ علیمی رشیدی

Marfat.com

ضابطہ

297.9924
395
141470

نام کتاب	:	تذکرہ شکوری
		حضرت سید محمد عبدالشکور علیمی رشیدیؒ سادات پوری
تذکرہ نگار	:	سید محمد منظر سادات پوری
		فرزند حضرت سید محمد عبدالشکور علیمی رشیدیؒ سادات پوری
مشاورت	:	شبیر احمد انصاری
برقی کتاب و سرورق	:	سید محمد کاشف علی
اشاعت	:	ایک ہزار جولائی ۲۰۱۵ء
طباعت	:	ماڈرن آرٹ پریس، ناظم آباد کمرشل ایریا کراچی
قیمت	:	۲۰۰ روپے
ناشر	:	ادارہ یادگار آسی غازی پوری کراچی

رابطہ

Syed Muhammad Manzar

111-113, Trade Tower, Abdullah Haroon Road,

Karachi-75530, Cell: 0300-7039288

E-mail: manzargroup@hotmail.com

Marfat.com

ترتیب و تہذیب

- انتساب 05
- پیش لفظ (شبیر احمد انصاری) 06
- سرآغاز 09

باب اوّل

- حضرت میر سید سعد اللہ رشیدیؒ 12
- میر سید نور الدینؒ 37
- میر سید شاہ معصوم علیؒ 48
- میر سید طریقت اللہؒ 49
- میر سید اسد اللہؒ 49
- میر سید شاہ مخدوم علیؒ 54
- حافظ میر سید تصدق حسینؒ 54
- میر سید عبد العلیؒ 55
- میر سید شاہ امیر حسنؒ 56

Marfat.com

باب دوئم

- پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید محمد عبد الشکورؒ علیمی رشیدی سادات پوریؒ 59
- تعلیم و تدریس 61
- ارادت و خلافت 63
- سیرت اور کرامت 65
- کدخدائی و اولاد حضرت سید عبد الشکور علیمی رشیدی 174
- ذی علم شخصیت نانا صاحب 177
- وصال پیر طریقت 191
- آپ کے خلفاء 194
- قطعہ تاریخِ وفات......از محمد اختر سلیم 196
- منقبت..................از ظہور الحسن احمد قادری 198

باب سوئم

- یادگار منتخب تصاویر 201
- عکس خلافت نامہ 207

Marfat.com

انتساب

حضرت میر سید شاہ سعد اللہ رشیدی

المعروف

سید شاہ مداری ؒ سادات پوری

اور

آپ کے تمام جاں نشینوں

کے نام

Marfat.com

پیش لفظ

تذکرۂ شکوری

کتاب کا نام ''تذکرۂ شکوری'' سے اس کے تعارف کا فوری ابلاغ اور ایک پہلو تو یہ سامنے آتا ہے کہ یہ ایک صاحب قیل و قال بزرگ ہستی حضرت علامہ سید مولانا محمد عبدالشکور علیمی رشیدی سادات پوری کا ذکر جمیل و حسین ہے لیکن دوسری خاص بات جو اس تذکرے کو اور خاص بناتی ہے وہ یہ ہے کہ تذکرہ نگار سلسلہ روحانیت وتصوف سے دلچسپی رکھنے والے کوئی عمومی شخص یا اہل قلم نہیں ہیں بلکہ یہ کاوش وسعادت موضوع تالیف حضرت مولانا سید عبدالشکور علیمی رشیدی کے فرزندِ ارجمند و سلسلہ رشیدیہ کے خلیفہ مجاز جناب سید محمد منظر سادات پوری دام برکاتہم کے قلم خاص کی تحریر ہے۔ اس سے اس تذکرہ کی جامعیت واہمیت اور دو چند ہو جاتی ہے۔

یہ میرا اعزاز ہے کہ اس کتاب کے خواب وخیال سے اس کی تخلیق وتدوین تک کے تمام مراحل کا میں شاہد ہوں۔ کتاب کے مندرجات قیمتی ورثہ اور گراں قدر شہادت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے جناب منظر صاحب کے پاس روحانی تاریخ کی ایک امانت تھی جو انہوں نے اس تخلیق کی شکل میں اب

Marfat.com

تاریخ کے سپرد کردی ہے۔ اگر چہ یہ تذکرہ قدرے مختصر ہے جس کا منظر صاحب کو بھی احساس ہے لیکن وقت جس تیزی سے آگے کی طرف بڑھ رہا ہے اس تناظر میں مختصر کام کا ہو جانا بھی بزرگوں کی کرامت کا نتیجہ ہے۔ ''تذکرۂ شکوری'' سے قدرے یہ اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی مکمل سوانح حیات نہ سہی اس کا ایک خاکہ اور اجمالی جائزہ تو منظر عام پر آ گیا ہے اور ویسے بھی اعلیٰ حضرت کی سوانح حیات کا کام تحقیقی کاوش و تقاضوں کا متقاضی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا تذکرہ اس ''تذکرہ شکوری'' کے علاوہ متعدد کتابوں میں بھی جستہ جستہ محفوظ ہے مثلاً

- سمات الاخیار تالیف لطیف ''اول''۔ مولوی محمد عبد المجید گورکھپور ۱۳۴۴ھ
- عین المعارف۔ حضرت آسی غازی پوری، طبع ثانی کراچی ۱۹۸۸ء
- تصوف اور مشائخ خانقاہ رشیدیہ۔ ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی ۱۹۹۴ء
- سمات الاخیار، تالیف لطیف ثانی۔ اصغر سادات پوری ۲۰۰۲ء
- جو ہو ذوق یقین پیدا۔ اصغر سادات پوری ۲۰۰۲ء
- پس منظر۔ سید محمد منظر سادات پوری ۲۰۰۳ء
- قل شریف خانقاہ علیمیہ رشیدیہ۔ جونپور کے مطابق طریقۂ فاتحہ ۲۰۰۹ء
- پیش منظر۔ سید محمد منظر سادات پوری ۲۰۱۲ء
- گلِ عقیدت۔ ماسٹر قمر الدین انصاری راز ۲۰۱۴ء
- ارمغانِ رشیدی، اُردو۔ ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی زاہد ۲۰۱۴ء

Marfat.com

o ارمغانِ رشیدی، ہندی۔ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی زاہد ۲۰۱۵ء

o مختصر سوانح حیات حضرت عبدالبصیر المعروف قبلہ ماسٹر نذیر احمدؒ قمرالدین انصاری رازؔ ۲۰۱۵ء

o نوٹ بک میں تحریر: محترم جناب امیر حسن دلگیر شاہدی، بہار ۱۹۷۲ء

ابھی ایسی شخصیات کا دم غنیمت ہے کہ وہ باقاعدہ حیات ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا، سنا اور اُن سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ ہمارے قومی تہذیبی اداروں اور جامعات کا فرض ہے کہ وہ اس تاریخ کو محفوظ کروائے۔ میں اس تالیف کی کوشش اور اشاعت پر جناب سید محمد منظر صاحب دام برکاتہم کی خدمت میں ہدیہ تبریک اور یہ دُعائیہ تحفہ پیش کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کی صحت و عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

شبیر احمد انصاری

جمعۃ المبارک یکم رمضان ۱۴۳۶ھ

مطابق 19 جون 2015ء

Marfat.com

سرآغاز

پیر طریقت، رہبر شریعت

حضرت سید محمد عبدالشکورؒ

علیمی رشیدی قدس سرہٗ

آپ کا نام نامی محمد عبدالشکور، کنیت منبع البرکات اور لقب محبوب الحق نورالدین ہے۔آپ کو عام طور پر سید صاحب اور پیر صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔آپ حنفی قادری مشرب اور آل رسول میں سے تھے۔

سید السادات پیر طریقت مقتداء رشیدی حضرت سید محمد عبدالشکور علیمی رشیدی قدس سرہٗ نے فنافی الذات، فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ ہونے کے باوجود دینی اور دنیاوی فرائض کو بہت ہی اعتدال خوش اسلوبی اور ذمہ داری سے

Marfat.com

نبھایا۔ ساتھ ساتھ خانقاہ رشیدیہ جون پور کے سلسلہ کو پورے ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان تک پھیلانے میں اپنی پوری صلاحیت، اساسی حیثیت، قوت بازو اور صحت کو بروئے کار لانے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہیں برتی۔ سید صاحب کے خاندان کے سبھی بزرگ ہمیشہ اپنے جدامجد حضرت سید السادات سعد اللہ المعروف سید شاہ مداری قدس سرہٗ کے نقش قدم پر چلے اور ان کی اس سنت پر قائم رہتے ہوئے کسی اور سے کچھ طالب نہ ہوئے اور انہوں نے رشیدیوں کے سوا کسی سے فیضیاب ہونا پسند نہ فرمایا۔

قبل اس کے کہ حضرت پیر طریقت کے ذکر کو آگے بڑھایا جائے بہتر ہوگا کہ آپ کے حسب نسب کا تذکرہ پہلے کیا جائے تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ آپ کے آباؤ اجداد نے کس وقار کے ساتھ دینی علم کو فروغ دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنا معیار زندگی بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول میں اپنی زندگی کو سادگی میں گزارتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لیے وقف کیا۔

Marfat.com

1

بابِ اوّل

Marfat.com

سید السادات حضرت میر سید سعد اللہ رشیدی المعروف سید شاہ مداری قدس سرہٗ

متوفی ۱۲/رجب ۱۱۱۷ھ، مدفون سادات پور

حضرت سید السادات میر سید سعد اللہ المعروف سید شاہ مداری بلخ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶۰ھ کے قریب بلخ سے پیر و مرشد کی تلاش میں ہندوستان کا رُخ کیا۔ آپ افغان، ایران کے بعد بلوچستان ہوتے ہوئے سندھ کے علاقے ٹھٹھ پہنچے۔ یہاں سے ملتان اور پھر لاہور ہوتے ہوئے دہلی آئے۔ ان علاقوں کے تمام صوفیائے کرام کی خدمت میں کچھ وقت گزارا اور آخر کار شہر جونپور میں ۱۰۷۰ھ میں وارد ہوئے۔ اس زمانے میں شہر جونپور بڑی تعداد میں علمائے کرام، پیر و فقیر اور مدارس و دارالعلوم دینی اور روحانی تعلیمات کی آماج گاہ تھا۔ جونپور میں مختلف صوفیائے کرام کی صحبتوں سے مستفید ہوتے ہوئے حضرت میر سید سعد اللہ حضرت قطب الاقطاب شمس الحق شیخ محمد رشید قدس سرہٗ کی سرپرستی میں آگئے اور آپ سے انہیں اتنی گہری دلی عقیدت ہوگئی کہ آپ ہی سے بیعت حاصل کی اور پھر آپ کے وصال ۱۰۸۳ھ کے بعد بھی آپ کے دوسرے صاحبزادہ اور سجادہ نشین حضرت بدرالحق شیخ محمد ارشد قدس

Marfat.com

سرہٗ کی سرپرستی میں ظاہری اور باطنی علوم حاصل کرتے رہے۔ آپ تقویٰ اور روحانیت تو پہلے ہی حضرت قطب الاقطاب سے حاصل کر چکے تھے اور بیعت کی سعادت بھی حضرت ہی سے حاصل تھی لیکن ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل حضرت بدرالحق کی سرپرستی میں ہوئی اور ان ہی سے خرقہ خلافت واجازت حاصل ہوئی۔

حضرت میر سید سعد اللہؒ کا شمار حضرت بدرالحق کے ممتاز خلیفہ میں ہوتا تھا۔ اس زمانے کے طریقہ اور قاعدہ کے مطابق حضرت بدرالحق شیخ ارشد قدس سرہٗ کی جانب سے اس وقت کے بنگال اور آج کل کے بہار کے ایک دور دراز اور غیر معروف علاقے میں جا کر رشد و ہدایت کو جاری رکھنے کا حکم ملا۔ اس طرح حضرت میر سید سعد اللہ جب ایک موضع پسیوڑ کے نواح میں آئے تو پسیوڑ سے ملحق ایک اور بستی راجہ پور کے سربراہ میر محمد حفیظ نے، جو اس علاقے کے مسلمان راجہ ہوا کرتے تھے، آپ سے ملاقات کی اور پسیوڑ یا راجہ پور میں قیام کی درخواست کی۔ حضرت نے بستیوں کا معائنہ کرنے کے بعد پسیوڑ سے مغرب کی طرف کا ایک غیر آباد خطہ اپنی رہائش کے لئے پسند فرمایا اور وہیں ایک کنواں، مسجد اور چھ کمروں کی خانقاہ بنوائی۔ یہ تعمیرات آج بھی اپنی جگہ قائم ہیں۔ البتہ مسجد نئے سرے سے ۱۹۳۰ء میں پرانی مسجد کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے جس کا عکس اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس سے قبل کہ حضرت میر سید

Marfat.com

سعد اللہ سے متعلق مزید لکھا جائے بہتر ہوگا کہ حضرت کی ہندوستان کی طرف ہجرت اور آپ کے آباؤ اجداد کا بلخ کو اپنا مسکن بنانے کی وجوہات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جائے تاکہ اس خاندان کی دینی خدمات اور خدمت خلق اور خاندانی وقار کا اندازہ قارئین کو بھی ہو جائے۔

خاندانی روایت کے مطابق حضرت میر سید سعد اللہ قدس سرہٗ کے آباؤ اجداد جن کی نسبت آل رسول ﷺ سے تھی خطۂ عرب سے چھٹی صدی ہجری میں ایران اور وسطی ایشیا کے تبلیغی دورے پر اپنے خاندانی افراد کے ساتھ نکلے۔ ان کے علم و وقار کو مدّ نظر رکھتے ہوئے وسطی ایشیا کے حکمرانوں نے ان سے اسلامی نظریۂ مشورت کے تحت تاشقند یا بلخ میں سکونت اختیار کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے اسلامی شریعت کے فروغ کی نیت سے عارضی طور پر سکونت اختیار کر لی اور اسلامی اصولوں کے تحت خطہ کے حکومتی اداروں کو استوار کرنے میں مدد فرماتے رہے۔ نتیجتاً بعد کے خاندانی افراد نے اپنے بزرگوں کے عارضی قیام کو مستقل سکونت میں تبدیل کرتے ہوئے شہر بلخ میں قیام کا فیصلہ کیا۔ اس طرح حکومت وقت نے اس خاندان کے افراد کو میروں کا درجہ دیتے ہوئے معاشرے میں اصلاحات جاری رکھنے کی مستقل راہ نکال لی۔ اسی خاندان کے ایک فرد حضرت میر سید سعد اللہ قدس سرہٗ نے جو بعد میں سید شاہ مداری ساداتپوری کے نام سے معروف ہوئے، اندازاً ۱۰۶۰ھ میں پیرو مرشد کی تلاش میں

Marfat.com

ہندوستان کا رُخ کیا۔

بلخ کی تاریخی حیثیت کیا تھی اور پھر یہ کیوں کر تباہ ہو گیا اس کا بھی ایک اجمالی جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ یہاں اس خاندان کے مستقل قیام کی وجوہات کا بھی علم ہو جائے۔ بلخ کے مسلمان اہل علم کی اکثریت کی اصل جدامجد عرب سے ہی تعلق رکھتے تھے جن کی اولادوں نے دین اسلام کو وسطی ایشیا اور دیگر ایشیا کے ملکوں میں اپنے علمی اور عملی کردار سے معروف کروایا اور آج تقریباً ان سبھی ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ جس زمانے میں حضرت میر سید سعد اللہ کے جدامجد وسطی ایشیا آئے اس وقت سے قبل بلخ کی سرزمین اہل علم و اہل تصوف کی آماجگاہ تھی اور اکثریت صاحب علم کے جدامجد عرب سے تعلق رکھتی تھی اس لئے ان بزرگوں نے بھی بلخ کو ہی پسند کیا اور اسی کو اپنا مسکن بنالیا۔ جب بلخ اُجڑ گیا تو تمام اہل علم ہندوستان کی طرف ہجرت کر گئے۔ اسی ہجرت میں حضرت میر سید سعد اللہ اور ان کے اہل خاندان بھی شامل ہیں۔

بلخ سے متعلق تھوڑی تفصیل میں جائیں تو وہاں کی دلچسپ معلومات سے آپ حیران ہو جائیں گے جبکہ یہ شہر آج بھی غیر معروف اور کھنڈر کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ آج کا افغانستان شہر مزار شریف سے تقریباً ۲۲ کلومیٹر مغرب کی طرف بطور ایک قدیم شہر آباد تھا جس کے زیادہ تر حصے اب کھنڈر بن گئے ہیں یہی تاریخ کا عظیم شہر بلخ ہے۔ قدیم شہر بلخ کے جنوب میں واقع پہاڑیوں کے دامن سے تقریباً

Marfat.com

تین میل اور آمو دریا سے ۹ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ جس کی تاریخ قبل از مسیح ہی نہیں بلکہ سکندر اعظم سے پہلے زمانہ سے جڑی ہوئی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بلخ ۲۲ مرتبہ اُجڑا اور آباد ہوا۔ سکندر اعظم کا ۳۲۳ قبل مسیح میں بلخ سے گزر ہوا تو اسے ہنحانشی (ایرانی) تسلط سے آزاد کر کے انتظامی اعتبار سے افغانستان اور برصغیر پاک وہند کا حصہ بنا دیا۔

بلخ میں بدھوں کا ایک عظیم الشان معبد تھا جس کی یاترا کے لیے دور دراز سے زائرین آیا کرتے تھے اس معبد کا نام ''نوبہار'' تھا۔ ''نوبہار'' چونکہ بدھ مذہب کا مرکز تھا لہٰذا برصغیر چین، تبّت، لداخ، برما اور دیگر مشرق جنوبی ایشیا کے ممالک سے بدھ مذہب کے پیروکار بھی بلخ زیارت کے لیے آیا کرتے تھے۔ اس طرح ان ممالک سے بلخ کا بہت قریبی تعلقات تھا۔ بدھ مذہب کے پیروکاروں کے عقیدت مندوں کے مطابق بلخ کا ان کی نظر میں وہی مقام تھا جو مسلمانوں کے نزدیک مکہ شریف کا ہے۔

مؤرخین کے مطابق ایران کے آتش پرست تو یہاں تک کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلا آتش کدہ بلخ ہی میں تعمیر ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات صحیح ہو کیونکہ یہ شہر زرتشت کا مولد بھی بتایا جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں ہندوؤں کا مندر بھی رہا ہو کیونکہ اسلامی عہد سے قبل یہ شہر دراء النہر، ترکستان اور ہندوستان کے باہمی تجارت کا مرکز بن گیا تھا۔ اس علاقہ میں جو غلّہ پیدا ہوتا تھا سارے دراء النہر بلکہ

Marfat.com

خوارزم تک کے شہروں میں جاتا تھا۔ برمک قوم بھی بلخ ہی کی رہائشی تھی مسلمان مؤرخ ابن الفقیہ لکھتا ہے کہ جب مسلمانوں نے بلخ کو تقریباً چار ہجری میں فتح کیا تو ''نوبہار'' کا پروہت برمک مدینہ منورہ چلا گیا جہاں اس نے اسلام قبول کر لیا اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس کے قبول اسلام کی وجہ سے بلخ کے نواح کے غیر مسلم حکمران بہت ناراض ہوئے۔ سیتھان کے حکمران تورکش بیگی نزک خان نے تو عبداللہ کی عدم موجودگی میں اور اس کے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں اس کے تمام خاندان کو قتل کر ڈالا۔ قبول اسلام کے بعد آل برمکی کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ عباسیوں کا ابتدائی دور خلافت ان کے عروج کا زمانہ تھا۔ مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے زمانے میں حکومت کی باگ ڈور انہی برمکوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ہارون نے یحییٰ بن خالد برمکی کی بیوی کا دودھ پیا تھا، اس لئے وہ ہارون کو ابّا کہہ کر بلاتا تھا۔

پنجاب کے جاٹ کا اصل وطن بھی بلخ اور اس کے مضافات ہیں۔ ایرانی حکمران دار یوش (۵۵۱۔۴۸۵ قبل مسیح) نے بے شمار جاٹ کو گرفتار کر کے دجلہ وفرات کے سنگم پر آباد کیا۔ عربوں نے جاٹ کو معرب کر کے ''زطہ'' بنالیا۔ شط العرب میں آباد زطوں کی نسل خوب پھیلی ان میں ایک بزرگ ''زطی'' بھی تھے ان کے فرزند ثابت کو اللہ تعالیٰ نے ایسا لائق وفائق بیٹا عطا فرمایا جو مسلمانوں کی تاریخ میں ''امام اعظم ابو حنیفہ نعمان'' (متوفی ۷۶۷ء) کے نام سے مشہور

Marfat.com

ہوئے۔ آپ کے مقلدین کی تعداد عالم اسلام میں دوسرے آئمہ کے مقلدین کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ امام اعظم کی اولاد سے عبدالقدوس گنگوہی (متوفی ۱۵۳۷ء)، صد الصدور عبدالنبی (متوفی ۱۵۸۳ء)، ابو سعید گنگوہی (متوفی ۱۶۳۹ء)، مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء) اور مولانا انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۹۳۳ء) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے برصغیر میں جنم لیا لیکن ان بزرگوں کی اصل زمین بلخ ہے۔ سرزمین بلخ میں قبل از اسلام اور بعد از اسلام اتنے اہل علم اور اہل تصوف پیدا ہوئے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے بہت بڑے حصے میں تصوف وہیں سے چل کر پہنچا ہے۔

۱۱۳۲ء میں عبدالحمید الاندلسی لکھتا ہے کہ اس نے ایک خواب کے ذریعہ بلخ کے قریب ایک گاؤں خیزان میں حضرت علیؓ کی قبر معلوم کی یہی مقام موجودہ شہر مزار شریف ہے جو بلخ سے جانب مشرق ۲۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے حالانکہ حضرت علیؓ کے مزار کا معاملہ بھی حقائق کے خلاف ہے۔ دسویں صدی ہجری تک آہستہ آہستہ بلخ کی شہرت کم ہوتی گئی اور یہ شہر ویران ہو گیا۔ شہر کی آبادی کا بڑا حصہ شہر مزار شریف منتقل ہو گیا۔ بڑے بڑے علماء دین، صوفیائے کرام، ولی اللہ اور صاحب علم ہندوستان کی طرف ہجرت کر گئے اور ہندوستان کے دور دراز کے مختلف علاقوں میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان میں سے اکثریت اس وقت کی نئی آبادی والے شہر جونپور میں یکجا ہو گئی اور جونپور شہر ہندوستان کا مشہور و

Marfat.com

معروف شہر بن کر اُبھرا جب تک دہلی کو مغلوں نے آباد نہ کرلیا۔ صوبہ بلخ پر ۱۸۵۰ء تک مغلوں، ازبکوں اور درّانیوں کا قبضہ رہا اس کے بعد افغانستانیوں نے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کرلیا اور اس صوبہ کو بلخ کے بجائے مزار شریف کا نام دیدیا اس طرح بلخ کا نام تاریکی میں ڈوب گیا۔

۱۸۸۰ء میں میجر بیٹ افغان باؤنڈری کمیشن کا رکن بن کر افغانستان گیا تو وہ افغانستان روس سرحد کے معائنے کو جاتے ہوئے بلخ رکا۔ وہ لکھتا ہے کہ وہاں کھنڈروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لے دے کر پانچ سو گھر آباد ہیں اور بازار میں گنتی کی چند دکانیں ہیں۔ بلخ کے افغان باشندوں کی گزر بسر کاشتکاری پر ہے۔ ازبک نسل کے لوگ بہت کم ہیں البتہ یہودی کافی ہیں اور ان کا الگ محلّہ ہے۔ میجر بیٹ وہاں ایک ہندو دکاندار سے بھی ملا۔ وہ آقچہ دروازے سے گزر کر قدیم شہر میں داخل ہوا اور اس معروف جامع مسجد کے کھنڈر دیکھے اس وقت مسجد کی تین محرابیں کھڑیں تھیں۔ ایک قدیم مسجد جو سبز مسجد کے نام سے موسوم ہے وہ صحیح و سالم تھی۔ اس کے علاوہ بیٹ نے خواجہ ابونصر پارسا کے مزار کی عمارت کو بھی دیکھا جو ازبک سلطان عبدالمومن خان نے ۱۵۹۹ء میں تعمیر کروائی تھی۔ جامع مسجد سے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ یہ جامع مسجد بلخ کے حکمراں داؤد بن علی کی رفیقہ حیات نے بنوائی تھی۔ جامع مسجد کی تعمیر کا پس منظر یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار عباسی خلیفہ کسی بات پر اہل بلخ سے

Marfat.com

ناراض ہو گیا۔ اس نے ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اس لشکر نے بلخ میں بڑی تباہی مچائی۔ اس موقع پر عورتیں اور بچے داؤد کی اہلیہ کے پاس پہنچے اور اسے بتایا کہ ان کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے۔ اس نیک بخت نے اپنا لباس جو جواہرات سے مرصع تھا، امیر لشکر کے پاس بھیجا اور اسے پیغام دیا اس کی قیمت اُس مال غنیمت سے کہیں زیادہ ہے جس کی توقع لے کر وہ بلخ آیا ہے لہٰذا وہ اسے لے جا کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کرے اور کہے کہ یہ لباس اہل بلخ کی طرف سے بطور تاوان قبول کر لے۔

امیر لشکر وہ لباس لے کر بغداد پہنچا اور خلیفہ کی خدمت میں پیش کر کے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ خلیفہ اہلیہ داؤد کی باتیں سن کر بہت شرمندہ ہوا اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا ''کیا وہ خاتون ہم سے زیادہ سخی ہے'' اس نے نہ صرف لباس واپس بھجوایا بلکہ اہل بلخ کا ایک سال کا مالیہ بھی معاف کر دیا۔ جب خلیفہ کے قاصد نے وہ لباس اس خاتون کو واپس لوٹانا چاہا تو وہ کہنے لگی ''اس پر غیر محرم کی نظر پڑ چکی ہے لہٰذا میرے لیے اس کا استعمال جائز نہیں رہا'' خاتون نے پھر وہ لباس فروخت کر دیا اور جو رقم حاصل ہوئی اس سے جامع مسجد، سرائے اور خانقاہ بنوا دی۔ اس کے باوجود ایک تہائی رقم بچ گئی جو اس نے جامع مسجد کی بنیاد میں دفن کروا دی تا کہ جب کبھی مرمت کی ضرورت ہو تو اسے نکال کر مصرف میں لائیں۔ چنگیز خاں کو کسی طرح اس دفینے کا علم ہو گیا اور اس نے رقم کی تلاش میں

Marfat.com

تہائی مسجد گرادی لیکن کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اس جامع مسجد کا شمار دنیا کی حسین وجمیل اور وسیع وعریض مساجد میں ہوتا تھا۔ مراکش میں رباطہ الفتح کی مسجد کی دیواریں مضبوطی میں اس سے مقابلہ کرتی ہیں لیکن بلخ کی جامع مسجد اس سے کہیں زیادہ خوب صورت اور وسیع تھی۔ ابن بطوطہ چنگیز خان کے ہاتھوں شہر کی تباہی کے تقریباً سو سال بعد بلخ آیا تو اُس نے بلخ کی تباہی کی تصدیق کی۔

جب حضرت میر سید سعد اللہ قدس سرہٗ ہندوستان آئے اس وقت ہندوستان میں شاہ جہاں کی حکمرانی تھی۔ مغلوں کے زمانہ حکمرانی سے بہت عرصہ پہلے ہی سے صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں رشد وہدایت اور تدریسی کام کے لیے کوشاں ہو گئے تھے اور اس طرح آج کے بنگلہ دیش سے لے کر آج کے پاکستان کے آخری مغربی سرحد تک بر ّ ے صغیر ہندوستان کے شمال سے جنوب کے آخریں حصے تک کوئی ایسا خطہ آباد یا غیر آباد شہر یا گاؤں، جنگل یا پہاڑ نہیں ہیں جہاں ان اولیاء اللہ کے نشانات مزار نہ ہوں اور ان علاقوں میں سینکڑوں برسوں سے ان کے رشد وہدایت کے چراغوں کی روشنیاں آج بھی لوگوں کو ہر آفات وبلیات سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت میر سید سعد اللہ کی ہندوستان آمد کے زمانے میں مسلم دنیا کے بڑے بڑے عالم خطیب صوفی اور اولیاء کرام اور پیروں فقیروں نے بر ّ ے صغیر میں ہی سکونت اختیار کر رکھی تھی اور بلخ سے آپ کا سفر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔

Marfat.com

جونپور شہر کا وجود ۷۷۲ھ میں ہوا۔ تاریخ فروز شاہی کے مطابق سلطان فخر الدین محمد تغلق عرف جونا شاہ نے اس مقدس شہر کی تعمیر کا قصد کیا لیکن اس آرزو کے پورے ہونے سے پہلے ہی ستائیس برس حکومت کر کے ۷۵۲ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا چچازاد بھائی سلطان فیروز شاہ تخت نشین ہوا۔ ۷۷۲ھ میں وہ بنگال کی بغاوت وسرکشی کچل کر واپسی پر قصبہ ظفر آباد سے متصل جونپور میں خیمہ زن ہوا تو اس کی نگاہ جانب مغرب لبِ دریا گھومتی ایک ہموار زمین پر پڑی۔ چاہا کہ یہاں شہر آباد کرے اسی رات سلطان نے ملک جونا شاہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ خواہش ظاہر کر رہا ہے کہ شہر میرے نام سے موسوم ہو۔ صبح گھوڑے پر سوار ہو کر جگہ کا معائنہ فرمایا اور ایک بلند مقام تجویز کر کے قلعہ بنانے اور اس کے اطراف شہر جونپور بسانے کا حکم دیا اور یہ شہر ''شہر جونپور'' کے الفاظ سے تاریخ بنیاد ۷۷۲ھ نکالی۔ جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ ہندوستان کے ہر علاقہ میں علماء دین صوفیاء اور اولیاء کرام وغیرہ نے سکونت اختیار کر رکھی تھی تو شہر جونپور ایسے افراد کی آماجگاہ بن کر اُبھرا۔

سلطان فیروز شاہ نے بھی ہر فن کے اہل کمال کو نزدیک و دور سے بلا کر آباد کرایا اسی وجہ سے مغلوں کی حکومت سے بہت پہلے یہ شہر سلاطین شرقیہ کا دارالسلطنت بن گیا تھا جن کی وجہ سے اس شہر کی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوتی گئی۔ علمائے کرام اور صوفیائے کرام اس کثرت سے یہاں پیدا ہوئے جس کے

۱۴۱۴۷۵

Marfat.com

ذکر سے تواریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان کے آثار (مقبرے) اب تک موجود ہیں۔ اسی خاک پاک سے قاضی شہاب الدین ملک العلما مصنف ''ارشاد'' استاذ العلما قطب وقت شیخ محمد افضل جونپوری، ملّا محمود جونپوری مصنف ''شمش بازعہ'' مولانا الہداد شارح ہدایہ، مولانا محمد رشید مصطفیٰ مصنف شرح رشیدیہ اور بانی خانقاہ رشیدیہ جونپور، مولانا محمد جمیل جونپوری کے ''فتاویٰ عالمگیری'' جیسے علماء پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ بے شمار علماء اور اولیاء کرام اُبھرے مثلاً خواجہ محمد عیسی تاج، حضرت پیر نصیر الدین المعروف سون برسا شاہ، حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر حضرت شیخ منّ اللہ المعروف اڈھن شاہ، حضرت قطب الدین بینادل قلندر، حضرت بارہ ہزاری شاہ، حضرت حمزہ جستی جیسے مشائخ وکبار آفتاب کی طرح چمکے اور اپنے باطن سے لوگوں کے تاریک دلوں کو روشن فرما کر چودھویں رات کا چاند بنا گئے۔

اب آگے بڑھتے ہوئے حضرت میر سید سعد اللہ المعروف سید شاہ مداری کے تذکرے کی طرف آتے ہیں۔ سادات پور میں خانقاہ، مسجد اور کنواں بنا کر اپنا مسکن بنانے کے بعد کے واقعات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔ مقامی ماحول کو دیکھتے ہوئے انہوں نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ خانقاہ میں کسی قسم کا گوشت استعمال نہیں ہوگا اور میں خود گوشت خور نہیں ہوں۔ اس کا مقصد یہ تھا ان کی ذات اور خانقاہ سے یہ باور کرانا مقصود تھا کہ میرے لیے جس قدر زیادہ

Marfat.com

مسلمانوں کا احترام افضل ہے اس سے کسی طرح ہندو اور دیگر دین کے ماننے والوں کی قربت بھی کم عزیز نہیں ہے۔ اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ ہندو آبادی کے لوگ بھی آپ کے نیک اعمال، عبادات، اخلاقیات سادگی اور کرامات سے متاثر ہو کر دین اسلام کی طرف راغب ہوتے گئے۔ آپ مقامی تہوار کو مدنظر رکھتے ہوئے اور غیر مذہب کے لوگوں کے دلوں میں اسلام اور محمد ﷺ کی خوبیوں کو اُجاگر کرنے کی نیت سے میلاد شریف کا وقتاً فوقتاً اہتمام کرتے اور ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دیتے۔

اسی طرح ہندوؤں کا تہوار دسہرا بھی ہندوؤں میں بہت مقبول تھا۔ اس تہوار میں ہندو مورتیوں کو لے کر بڑے بڑے جلوس نکالا کرتے تھے لہٰذا اس کی تاثیر کو کم کرنے کے لیے محرم کے مہینہ میں تازیہ نکالنے کا رواج جاری کیا۔ تازیہ تو نویں اور دسویں کو آج بھی نکلتا ہے لیکن حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعہ کو اُجاگر کرنے اور اس سے مسلمانوں کے اصول کو بھی مقامی لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنا مقصود تھا کہ غیر اخلاقی اور ناانصافی کو مسلمان ہرگز برداشت نہیں کرتے اور اس کے خلاف جہاد میں شامل ہو کر شہادت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس نکتہ کو اُجاگر کرنے کے لئے یکم محرم سے ہی مجلس عام کا روزانہ اہتمام ہوتا تھا جس میں بڑی تعداد میں غیر مسلم بھی شامل ہوتے تھے اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور آپ کے خاندان کے لوگوں کے ساتھ مردود یزید کے ظلم و ستم کا تذکرہ کر کے حاضرین

Marfat.com

محفل کو جذباتی طور پر متاثر کیا جاتا تھا۔ اس مجلس کے اہتمام کی وجہ سے آہستہ آہستہ اس علاقے میں دسہرے کے تہوار کی رسم ختم ہوگئی جس کا انعقاد اس علاقہ میں ۱۹۵۰ء کے بعد ہی دوبارہ شروع ہوسکا۔ حضرت میر سید سعد اللہ وقت کے ساتھ اس دیار میں معروف ہوتے گئے اور علاقے کے نوابین، جاگیرداران اور میروں نے خانقاہ کے اخراجات کے لیے اراضی عطیہ دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ آپ کے بعد بھی آپ کے خاندانوں کو عطیات حاصل ہوتے رہے لیکن خاندان کے کسی بھی بزرگوں نے ان لاخراج جائیدادوں کی طرف توجہ نہیں دی اور اپنی سادگی اور خدمت خلق میں مشغول رہے۔ انگریزوں نے اٹھارہ صدی کی زمینوں کے سروے میں بہت سی خانقاہ کی جاگیریں مسلمانوں اور ہندوؤں نے اپنے نام کرلیں لیکن ان بزرگوں نے سرکاری اصرار کے باوجود ایک درخواست بھی لکھنا گوارہ نہیں کی کہ یہ ہماری خانقاہ کی ملکیت ہے۔

آج کل جو زمینیں ہمارے خاندانی افراد کے پاس ہیں، وہ ہیں جس کو لوگوں نے ازراہ کرم اپنے نام سروے کروانے سے احتراز کیا۔ انگریزوں نے بھی اپنی حکمرانی کے زمانے تک ان زمینوں کی لاخراج حیثیت کو برقرار رکھا یہاں تک کہ ہندوستان آزاد ہونے کے بعد لاخراجی حیثیت ختم ہوئی۔ اسی طرح زمینداری بھی ہمارے خاندان میں فائدہ مند ثابت نہیں ہوئی بلکہ اس کا لگان ہمارے بزرگ واسلاف آبادی سے وصول کرنے کے بجائے حکومت کے خزانے میں اپنی جیب

Marfat.com

خاص سے ادا کر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ آزادی کے بعد زمینداری ختم ہونے کے بعد ہمیں زمینداری کی مد میں ایک بڑی رقم کا حکومتی تمسکہ پچاس سال کے بعد ادا کرنے کے وعدہ کے ساتھ ملا جو ۱۹۹۸ء میں ادا بھی کیا گیا لیکن حصہ بخرہ کر کے خاندان کے افراد زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ حضرت میر سید سعد اللہ ایک برگزیدہ ولی اللہ تھے۔ آپ کی زبان مبارک پر ہر وقت کلمہ طیبہ کا ورد جاری رہتا تھا۔ کسی بستی یا قصبہ میں داخل ہوتے تو آپ کے کلمہ طیبہ کے ورد کی اتنی آواز بلند ہو جاتی کہ لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں اور بچے ان کی طرف دوڑ پڑتے اور آپ کے پاس پہنچ کر وہ بھی کلمہ طیبہ کا ورد کرتے اور خوشیاں مناتے۔ آپ بچوں سے دلی محبت کرتے تھے اور ان کو حضور اکرم ﷺ کے بچپن کے قصے سنا کر ان کے ذہن میں صداقت و خود اعتمادی کی شمع روشن فرماتے۔ آپ بچوں سے ہر قسم کا تکلف ختم کر کے ان کو خوش کرنے اور ہنسنے ہنسانے کی بھی کوشش کرتے تاکہ وہ آپ سے اور نزدیک ہو جائیں۔

آپ ایک رمز آشنا شخصیت بھی تھے اس لئے آپ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات تیر بہ ہدف ثابت ہوتی۔ اسی لئے آپ کے پیر قطب الاقطاب آپ کو سید شاہ مداری کے نام سے یاد کرتے جبکہ آپ کے بعد جتنے سجادہ نشین گزرے ہیں سبھی آپ کے خانوادے کو سید صاحب کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ میر سید سعد اللہ کے مزار کے ساتھ ہی ایک تین سو سال سے زیادہ عمر کا درخت آج

Marfat.com

بھی موجود ہے جس کے متعلق ساداتپور کی آبادی میں سینہ بہ سینہ یہ روایت چلی آتی ہے کہ آپ یہاں پر بیٹھ کر وضو سے پہلے مسواک کر رہے تھے کہ آپ کے جاننے والے ایک مخدوم دور سے آتے ہوئے نظر آئے تو آپ نے جلدی میں اپنی مسواک کو یہیں پر زمین میں اس طرح گاڑ دیا کہ مسواک کا منہ اُپر کو تھا اور جلدی سے مخدوم کو خوش آمدید کہنے کے لئے جھپٹ پڑے اور یہ مسواک وہیں گڑی رہ گئی اور چند دنوں میں ایک پودا بن گیا اور پھر بڑھتے بڑھتے آج یہ پورے قبرستان کو سایہ فراہم کرتا ہے۔ اس نسل کا درخت اس علاقے میں خال خال ہی پایا جاتا ہے جن کو مقامی زبان میں مولیسری کہتے ہیں اس کا پھل سرخی مائل ہوتا ہے اور ذائقہ لذیذ ہوتا ہے۔

اسی طرح جس مسجد کی بنیاد انہوں رکھی اسی بنیاد پر مسجد آج بھی قائم ہے۔ ساتھ ہی آپ نے محرم میں تازیہ رکھنے کے لیے جو چبوترہ اور تازیہ خانہ بنوایا تھا اب بھی قائم ہے البتہ حال ہی تازیہ خانہ نئے سرے سے تعمیر ہوا ہے جبکہ چبوترہ بھی مرمت کر کے قائم رکھا گیا ہے۔ آپ کے زمانے کے محرم میں اُٹھانے والا علَم ۲۰، ۲۵ فٹ لمبے بانس کا ہوتا تھا وہ اصل ہے کہ نہیں لیکن اسی طرح کے علَم راقم الحروف بچپن سے دیکھتا آرہا ہے جس کو بڑی حفاظت سے سرسوں کے تیل میں تر کر کے اگلے سال کے لئے تیار رکھا جاتا ہے۔ خانقاہ کی عمارت چند سالوں قبل تک اپنی اصلی حالت میں مٹی سے بنی قائم تھی لیکن اب اس کی جگہ اینٹ سے

Marfat.com

لوگوں نے اپنے اپنے خاندان کے افراد کے لئے رہائش بنالی ہے لیکن اس کی لمبائی اور چوڑائی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔آپ کا آپ کی زندگی میں ہی نزدیک اور دور دراز علاقوں میں چرچا شروع ہو گیا تھا اور اب بھی لوگ آپ کو نہیں بھولے ہیں۔اپنے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے لوگ اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتے ہوئے آپ کے وسیلے سے مَنت مانگتے ہیں اور منت پوری ہونے پر مزار پر فاتحہ خوانی اور چادر پوشی کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھروں پر میلاد شریف کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

خانقاہ رشیدیہ، جونپور کی ایک تواریخی کتاب "سمات الاخیار" (جو ۱۳۴۴ھ میں وجود میں آئی) میں حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد رشید قدس سرہٗ کے آباؤ اجداد کے تذکرہ سے مزین خانقاہ رشیدیہ کے بانی سے لے کر تمام سجادہ نشینوں کے حالات کے ساتھ ساتھ ہر سجادہ نشینوں کے خاص خلفاء کرام کا نام اور حسب ضرورت چند خلفاء کی تفصیلات بھی درج ہیں۔اسی کتاب میں حضرت میر سید سعد اللہ قدس سرہٗ کا تذکرہ بھی حضرت بدر الحق شیخ محمد ارشد کے خلیفہ خاص کی حیثیت سے مندرجہ ذیل الفاظ میں سامنے آتا ہے......

"حضرت میر سید سعد اللہ عرف سید مداری سادات پوری آپ موضع سادات پور عرف پسیوڑ پرگنہ بارہ ضلع سارن کے رہنے والے تھے آپ حضرت قطب الاقطاب کے مرید تھے اور خدمت

Marfat.com

بھی خوب کی تھی مگر آپ کی تکمیل حضرت بدرالحق کے ہاتھوں ہوئی اور خلافت واجازت انہی سے پائی۔آپ متقی اور پرہیزگار تھے۔اذکار خوب کرتے تھے۔اچھے اچھے فقراء سے ملاقات تھی مگر کسی سے کچھ طالب ہونے اور رشیدیوں کے سوا کسی سے فیضیاب ہونا آپ کو پسند نہ تھا۔آپ میں کشف بہت تھا چھوٹے چھوٹے بچوں سے بہت بے تکلفی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ ایک بار حضرت ملاّ خواجہ لاہوری کے یہاں ملنے کو گئے۔

ملاّ خواجہ حجرے کے اندر تھے۔فرمایا کہ اس وقت نہ ملوں گا۔ آپ نے عرض کیا کہ میں دور دراز سے سفر کر کے آپ سے ملنے کو آیا ہوں اور کوئی غرض دینی و دنیاوی ساتھ نہیں لایا ہوں۔ملاّ خواجہ باہر آکر ملے جب سلسلہ سخن میں یہ معلوم ہوا کہ حضرت دیوان جی کے مرید ہیں تو بہت توجہ کی اور بڑے تپاک سے پیش آئے اور کوئی چیز کھانے کو لائے۔آپ نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ میں کسی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ آپ کی اس سادگی اور بے پروائی پر حضرت ملاّ بہت خوش ہوئے۔آپ کی زبان پر اکثر کلمہ طیبہ جاری رہا کرتا تھا وصال کے بعد بھی غسل کے وقت آپ نے بزبان فصیح لا الہ الا اللہ محمد

Marfat.com

رسول اللہ پڑھا تھا۔ بارہویں رجب کو ۱۱۰۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار پیسوڑ (سادات پور) میں ہے۔ آپ کی نسل سے سید عبدالعلی و حافظ تصدق حسین ہیں۔"

سید محمد منظر سادات پوری اپنی کتاب "پس منظر" میں لکھتے ہیں کہ......

میر سید سعد اللہؒ عرف سید شاہ مداری جن کو خاندان کے ہر فرد کے علاوہ علاقے کے ہندو مسلمان سبھی شاہ مداری دادا کے نام سے یاد کرتے ہیں، جب آپ سادات پور تشریف لائے تو اس وقت کے مقامی حکمرانوں نے جو مسلمان اور میر تھے، جن کے گھرانے کے کچھ افراد آج بھی راجا پور میں آباد ہیں، آپ کی بڑی پذیرائی کی اور بہت خوش ہوئے کہ ایک رہبران کے درمیان آکر آباد ہو گیا ہے۔ اس طرح یہ خبر مغلوں کے مقامی حکمراں اور صاحب ثروت افراد کے ہاں بھی پہنچ گئی اور اس طرح بڑے بڑے اجتماع میں عام اور خاص لوگ رشد و ہدایت حاصل کرنے لگے۔ کچھ مخیّر حضرات نے سادات پور سے ملحقہ قطعۂ زمین عطا کیا تو کسی نے قابل کاشت زمین کے بڑے بڑے عطیات پیش خدمت کیے اور بعد کے بزرگوں کو بھی مخیّر حضرات نے زمینداری کے کچھ حصے اور زمین عطیے کے طور پر دی۔ خانقاہ کو جو زمینیں لوگوں نے پیش کی تھیں، ان کے اوپر تمام حکومتی لگانیں معاف کر کے مغلوں نے انہیں لاخراج کا درجہ دے دیا اور انگریزوں کی حکومتوں نے بھی سادات پور کی مغلوں کی لاخراجی حیثیت کو جاری

Marfat.com

رکھا۔ حضرت سید شاہ مداریؒ بہت ہی بلند اخلاق، تحمل وتقوی کا اعلیٰ نمونہ، عبادت گزار اور انسانوں کے حقوق کے محافظ، اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے پابند اور تمام مخلوق خدا سے محبت خاص طور سے بچوں سے بے انتہا اپنائیت اور خلوص سے پیش آنے والے تھے۔ ان کی کرامات کی روایتیں بہت ہیں جو سینہ بہ سینہ آج تک علاقے میں بڑے احترام سے سنائی جاتی ہیں۔

مزید برآں آپ کی عرفیت ''مداری شاہ'' کی وجہ بیان کرنے کے لئے سید محمد منظر صاحب کی کتاب ''پس منظر'' سے اقتباس شامل کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ روایت کے مطابق آپ کے گھر پر کچھ مہمان تشریف لائے تھے اور گھر میں سبزیوں کی ضرورت تھی۔ عام طور پر دیہاتوں میں چھابا میں سبزیاں، مچھلی، پھل وغیرہ رکھ کر کپڑے سے ڈھانپ کر عورتیں یا مرد بستی کی گلیوں میں بیچنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اتفاق سے کوئی پھیری والا سر پر سبزیوں کا چھابڑا لیے جلدی میں بستی کے باہر ہفتہ وار بازار کی طرف جارہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا لے کر جارہے ہو مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ اگر سبزیاں ہیں تو یہیں خرید لی جائیں لیکن وہ جواب میں یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا کہ کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے بھی مسکرا کر فرمایا کہ تو پھر کچھ بھی نہ ہوگا۔ جب اس شخص نے بازار میں اپنے چھابڑے کو اتار کر اس پر سے کپڑا ہٹایا تو واقعی اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔

اس کو پریشانی لاحق ہوئی اور وہ آپ کے پاس دوڑ کر آیا اور کہا کہ میرے

Marfat.com

چھابڑے میں سبزیاں تھیں، میں نے ناحق آپ سے جھوٹ کہا کہ کچھ نہیں ہے مجھے بازار پہنچنے کی جلدی تھی آپ مجھے معاف کردیں۔ آپ نے کہا کہ تم کہتے ہو کہ سبزیاں تھیں تو ہوں گی تم چھابڑے سے کپڑے ہٹا کے دیکھو، جب اس نے ایسا کیا تو پوری سبزیاں موجود تھیں۔ پھر آپ نے اس سے سبزیاں خرید لیں اور اسے رخصت کیا۔ آپ کی اس کرامت کو مہمانوں میں سے کسی نے آپ کے پیرومرشد تک پہنچادیا۔ انہوں نے حضرت کو بلا کر کہا کہ آپ کو اس طرح کھلے عام کرامات کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے تھا یہ تو مداریوں کا کارنامہ ہے۔ اس طرح آپ سید شاہ مداری کی عرفیت سے مشہور ہو گئے۔

اس کے بعد آپ نے کبھی کسی کرامت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ البتہ کسی نہ کسی بہانے سے لوگوں کی مدد کرتے رہے مثلاً اگر کوئی تنگ دست ہوتا تو اس کو درود شریف کا ورد بتا کر معاشی عمل کو جاری رکھنے کی تلقین کرتے اور کسی نہ کسی سے اس کی تکلیف دور ہو جاتی۔ بیماروں کو دم کیا ہوا پانی دے کر، کسی کو محبوب خدا ﷺ کے نام پر میلاد شریف قائم کرنے کی صلاح دے کر تو کسی کو غرباء میں کھانا تقسیم کرنے کا مشورہ دے کر اپنے اپنے مقاصد حاصل کرنے میں مدد فرماتے تھے۔

آپ کی زبان سے نکلی ہوئی بات فوراً اثر کرتی تھی اس لئے آپ کے پیر حضرات ہمیشہ آپ کو تاکید کیا کرتے تھے کہ اپنی زبان کو قابو کرنے کے لئے تقویٰ

Marfat.com

اختیار کرو۔ آپ دین اور دنیا کے کاموں میں ہمیشہ فعال رہتے اس لئے اس اطراف میں مسلمانوں کی آبادی بھی بڑھی اور رشیدی سلسلہ بھی پھیلتا چلا گیا اور یہی سلسلہ بنگال اور آج کل کے بنگلہ دیش بہار اور مشرقی یوپی میں آج بھی بہت معروف ہے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ پیر طریقت میر سید عبدالشکور علیمی رشیدی نے سلسلہ کو راجستھان اور گجرات تک پہنچایا۔ اس کی تفصیل آپ کے تذکرہ میں لکھی جائے گی۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی زاہد اپنی کتاب ''ارمغان رشیدی'' (مطبوعہ ۲۰۱۴ء) میں حضرت میر سید سعد اللہ المعروف سید شاہ مداری کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

''یہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ خانقاہ رشیدیہ کے بزرگوں نے خود بھی دین کی خدمت کی اور موقع دیکھتے ہوئے اپنے ان خلفائے کرام کو اس کا بار سونپا جن سے انہیں دین کی خدمت انجام دینے کی اُمید تھی۔ ان نقطہ نظر سے حضرت میر سید محمد قیام الدین گورکھپوری اور حضرت میر سید جعفر پٹنوی کا ذکر مختصر طور پر کیا جا چکا ہے۔ اب اس نقطہ نظر سے حضرت میر سید سعد اللہ عرف سید شاہ مداری کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ ان کے جدِّ امجد بلخ سے ہجرت کر کے ایک کامل پیر فقیر کی تلاش میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ کا خاندان بلخ سے آکر ہندوستان میں بس گیا اور آپ خانقاہ رشیدیہ جونپور کے بانی حضرت محمد رشید ''دیوان جیو'' سے ملے اور

Marfat.com

آپ کی بزرگی اور عظمت شان سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ انہی سے بیعت ہو گئے اور آپ کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کر دیا۔ یوں تو آپ بیعت حضرت دیوان جیو سے ہوئے لیکن ارادت و خلافت حضرت دیوان جیو کے صاحبزادے حضرت بدرالحق شیخ محمد ارشد سے حاصل کیا۔ اس طرح حضرت میر سعداللہ عرف شاہ مداری کا خانقاہ رشیدیہ سے ایک مستحکم رشتہ قائم ہو گیا جو ان کے خاندان میں آج بھی قائم ہے۔ اس وقت آپ نے اپنے پیر طریقت کے حکم سے بہار کے ایک ایسے خطے کو اپنا مرکز یا مسکن بنایا جہاں دین کی خدمت نہایت ضروری تھی۔ آپ موضع پسیوڑ سے ملحقہ مغرب کی طرف اپنے خاندان کے ساتھ آباد ہوئے۔ وہاں مسجد، خانقاہ اور کنواں تعمیر کیا یہی جگہ بعد میں سادات پور کے نام سے مشہور و معروف ہو گئی۔

حضرت شاہ مداری ایک بہت بڑے متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ آپ بزرگوں، فقیر و فقراء سے ملتے رہنا بہت پسند کرتے تھے لیکن کبھی کسی سے کچھ حاصل کرنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ کا تعلق ایک ایسے سلسلے سے تھا جس کا نام خانقاہ رشیدیہ ہے جو علم دین اور روحانیت کی تعلیم کے لئے آج بھی مشہور ہے۔ خانقاہ رشیدیہ کے بزرگوں سے آپ کے دل میں سچی محبت تھی آپ ہمیشہ انہی کا گن گاتے رہتے تھے۔

ڈاکٹر ڈی۔ این چتر ویدی زاہد اپنی کتاب تصوف اور مشائخ خانقاہ

Marfat.com

رشیدیہ (اشاعت ۱۹۹۴ء) میں لکھتے ہیں کہ خانقاہ رشیدیہ کے دوسرے سجادہ نشین حضرت بدرالحق شیخ محمد ارشد کا وصال ۱۱۱۳ھ میں جمادی الاخری ۲۴ رویں تاریخ کو ہوا جب ایک پہر رات باقی تھی۔ آپ حضرت دیوان جی کے پائینتی رشید آباد میں ہی مدفون ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریبا ۷۳ سال تھی۔ آپ کے مریدین کی تعداد کافی ہے۔ خاص لوگوں میں حضرت محمد باقر پٹنوی، حضرت سید جعفر پٹنوی، حضرت میر سید سعداللہ عرف سید مداری ساداتپوری وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے۔ یہ لوگ آپ کے خلیفہ بھی تھے۔

حضرت میر سید سعداللہ عرف سید مداری مرید تو حضرت دیوان جی کے تھے مگر باطنی تعلیم اور اجازت وخلافت حضرت بدرالحق محمد ارشد عرف دیوان صاحب سے ملی آپ خانقاہ رشیدیہ کے دوسرے سجادہ نشین تھے۔ ان کے خاندان کا روحانی تعلق خانقاہ رشیدیہ سے آج تک چلا آرہا ہے۔"

سید محمد اصغر ساداتپوری ابن حضرت سید عبدالشکور علیمی رشیدی متوفی ۲۰۰۷ء اپنی کتاب "جو ہو ذوق یقین پیدا" میں لکھتے ہیں کہ......

"میرا تعلق سادات بلخ سے ہے۔ بلخ موجودہ افغانستان کا صوبہ ہے جو آج مزار شریف کے نام سے مشہور ہے۔ میرے جد امجد میر سید شاہ سعداللہ المعروف شاہ مداریؒ بن سید شاہ کمالؒ اپنی روحانی، مذہبی سیرابی کی غرض سے کسی پیر کامل اور مرشد راشد کی تلاش میں سفر کرتے ہوئے سرزمین ہند کی طرف مائل ہوئے تھے،

Marfat.com

وہ عہد شاہ جہانی میں جونپور تشریف لائے۔ یہاں آکر انہوں نے حضرت شیخ محمد رشید دیوان جیوؒ کے آستانے پر حاضری دی اور ان سے بیعت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد علم وعرفان کے حصول کا سلسلہ جاری کیا۔ بعد ازاں مرشد کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے اور جانشین حضرت شیخ محمد ارشد دیوانؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور ان کے حکم سے ضلع سیوان میں ضلعی ہیڈ کوارٹر سے قریب بستی راجہ پور کے راجہ سید حفیظ اللہ کی درخواست پر نواح میں جو پہلے پیسونڈ کہلاتا تھا، ایک نئی بستی کی بنیاد رکھی اور اس کا نام سادات پور تجویز ہوا۔ اس علاقے میں آج بھی مسلم آبادی کا تناسب چالیس فیصد سے زیادہ ہے۔ درویشی کا وہ سلسلہ جو جد اعلیٰ سے شروع ہوا تھا بحمد للہ میرے دور تک جاری وساری ہے۔ دنیا سے رغبت اور اس کے علائق کی طرف توجہ خاندانی مزاج میں کبھی شامل نہیں رہی، گوکہ فقیری اپنی پہلی سی شان برقرار نہیں رکھ سکی پھر بھی مزاجوں میں بے نیازی کا عنصر بفضلہ تعالیٰ اب بھی موجود ہے۔“

آپ کا وصال سادات پور میں ۱۲ر رجب المرجب ۱۱۱۷ھ میں ہوا اور سادات پور میں، مدفون ہوئے۔ خانقاہ کی مسجد سے ملحقہ خطۂ زمین پر پہلا مزار آپ ہی کا بنا اور آج یہی قبرستان آپ کے خاندان کے جان نشینوں کے مدفن کی خاص جگہ ہے۔

حضرت میر سید سعد اللہ کا عرس مبارک ہر سال ۱۲ر رجب المرجب کو

Marfat.com

سادات پور میں ہوتا ہے عرس کے موقع پر دیار کے علاوہ دور دراز سے علماء کرام، حفاظ آپ کے مقتضی اور عقیدت مندوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے اور میلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قرآن خوانی، فاتحہ کے بعد بڑے بزرگ اپنے اپنے سروں پر چادریں، شیرینی اور پانی کے گھڑے لے کر جلوس کی شکل میں مزار پر آتے ہیں اور قل شریف اور فاتحہ کے بعد مزار پر پانی چھڑکا جاتا ہے اور پھر چادر وگُل پوشی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ایک بار پھر فاتحہ پڑھ کر مجلس برخواست ہو جاتی ہے۔ عرس میں شامل ہونے کے لئے کسی کو کسی ترغیب یا خط وکتابت سے آگاہ نہیں کیا جاتا ہے بلکہ زائرین خود مقررہ تاریخ سے ایک دن قبل ہی آجاتے ہیں اور عرس کے ختم ہوتے ہی اگلے دن واپس ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی صاحب مزار کی کرامات میں شامل ہے۔ آپ کی کرامات کا تذکرہ اگر لکھا جائے تو اس کے لیے ایک الگ دفتر درکار ہوگا اس لئے اس کی تفصیل سے گریز کیا گیا ہے۔

میر سید نور الدینؒ سادات پوری قدس سرہٗ

میر سید سعد اللہ سادات پوری کے وصال ۱۱۱۷ھ کے بعد آپ کے پوتے میر سید نور الدین آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ کافی عرصہ تک حضرت بدر الحق محمد ارشد دیوان صاحب کے سرپرستی میں تعلیم و تربیت حاصل کرتے

Marfat.com

رہے لیکن اجازت و خرقہ خلافت آپ کے پوتے حضرت قمر الحق غلام رشید قدس سرہٗ جونپوری خانقاہ رشیدیہ کے تیسرے سجادہ نشین سے حاصل کی۔ حضرت قمر الحق کی نظر میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی اور بڑے ہی عزت و احترام سے پیش آتے اور آپ پر اعتماد کامل ہونے کی وجہ اپنے ہمراہ سفر میں رہنے پر اصرار کرتے۔ حضرت میر سید نور الدین قدس سرہٗ کا نام گرامی حضرت شیخ قمر الحق غلام رشید قدس سرہ خلفاء کے ناموں کی فہرست خانقاہ رشیدیہ کے کتاب ''گنج فیاضی'' میں درج ہے۔

میر سید نور الدین قدس سرہٗ کامل ولی اور صاحب کرامت تھے آپ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا قرآن شریف اور دیگر کلام اس خاندان کے پرانے قلمی نسخوں میں ملتے ہیں جو اعلیٰ نمونہ کتابت پیش کرتے ہیں۔ آپ کا بڑے بڑے علماء میں شمار ہوتا تھا۔ خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشینوں کے مکتوبات حضرات رشیدیہ میں مکتوب نمبر ۳۷ آپ ہی کے خط کے جواب میں حضرت قمر الحق نے لکھا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ''مکتوبات حضرات رشیدیہ'' کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کروا کر جناب سید محمد اصغر صاحب بن سید عبدالشکور علیمی رشیدی نے ۲۰۰۳ء میں ''رشیدی چٹھیاں'' کے نام سے چھپوا کر عام لوگوں کی پہنچ میں لانے کا شرف حاصل کیا۔

مکتوب ۳۷ کی نقل پیش خدمت ہے:

Marfat.com

مکتوب ۳۷

قدوۃ المحققین زبدۃ الکاملین

مولانا نور الملۃ والدین قدس سرہٗ کی خدمت میں اس حال کے ضمن میں کہ ''جو مکتوب شیخ محب اللہ نے آپ کے مکتوب کے جواب میں تحریر کیا تھا، جس کو چاک کر کے دریا میں ڈالنے کا حکم دیا گیا تھا، اگر اس کی نقل موجود ہو اور دیگر مراتب ''ص ا ب'' جو فضیلت مآب کمالات اکتساب میاں شیخ نور الدین کے کمالات کو ظاہر کرتی ہیں۔''

وہ خط و کتابت جو شیخ محب اللہ کے مخلصین سے ہوئی تھی، برخوردار شیخ قطب الدین کے ذریعے حاصل ہوئی۔ جب اس کے ایک دو جز کا مطالعہ کیا تو اس برخوردار کو اہل کلام کے طریقے کے مطابق مقدمات عقلیہ پر محیط (زیر اثر) پایا جو اکابر اہل اللہ کے طریقے سے دوری کا سبب بنتا ہے۔ اسی سلسلے میں ایک دن دریا کے پل پر سیر کرنے کا موقع ملا اور اس مکتوب کے چاک شدہ حصوں کو پل کے نیچے بہا کر تفریح لیتا رہا کہ اگر ان عزیز نے اس خط کی نقل رکھی ہو تو وہ بھی اس کو دریائے گنگا یا دریائے جون میں ڈال دیں، کیونکہ صوفیہ کے معارف و مشاہدات جو عقلی و سطحی انداز سے ثابت نہیں کیے جاسکتے اور ان کے لیے مناسب یہ ہے، کیونکہ یہ فتنوں اور تباہی کا سبب بنتے ہیں، ان کو دریا برد کر دینا زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ انداز تحریر

Marfat.com

(مقدمہ) اہل ظاہر کی ایک جماعت کا تھا، جو ارباب معارف کے طریقے سے دور بلکہ اس قابل تھا کہ اس کے ترک کو واجب سمجھ کر عمل کیا جائے۔ چنانچہ شیخ ابن العربیؒ "فتوحات" کے چودھویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ......

"فقہاء کے علاوہ دوسرے انہیں تسلیم نہیں کرتے اور اس کی صداقت کے سلسلے میں ان پر کسی دلیل کی ذمہ داری بھی عائد نہیں ہوتی بلکہ اس کا اخفاء مقصود ہوتا ہے اور وہ علمائے رسوم پر کوئی تردید بھی عائد نہیں کرتے، جو ان کے نزدیک ثابت ہے، کیونکہ نفس الامر میں یہ بات غلط ہے، تو اس سلسلے میں ان کا کہنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ کسی مجتہد کا۔ اس کے لئے لازم نہیں کہ وہ بغیر اجتہاد کے کسی مسئلے میں حکم صادر کرے اور اس کے لئے دلیل بھی پیش کرے اور اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ اپنے مخالف بات کہنے والے کی غلطی کو اُجاگر کرے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس کے سلسلے میں یہی حکم فرمایا ہے لہٰذا ادب کا تقاضا یہی ہوگا کہ جس کے لئے شارع نے اس کی غلطی کو اُجاگر کرنے کا حکم دیا ہو اس کے باوجود اس کو اُجاگر نہ کیا جائے دلیل اور کشف اس بات کی متقاضی ہیں کہ جس پر ان احکام کا اتباع کیا جائے جو ظاہر زباہر ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ......

"اس اُمت کے علماء، انبیائے بنی اسرائیل کی طرح سے ہیں"

یعنی اس مرتبہ کے حامل ہیں جس پر ہم نے انہیں فائز کیا۔ انبیائے بنی

Marfat.com

اسرائیل اپنے رسولوں کی شریعت کے تحفظ کے ذمہ دار تھے۔ اسی طرح اس امت کے علماء وائمہ احکام رسول ﷺ کی حفاظت کرنے والے ہیں، جیسا کہ علمائے صحابہ اور ان سے نیچے درجے کے لوگ تابعین اور تبع تابعین میں سے ثوری، ابن عیینہ، ابن سیرین، الحسن عطاء بن ابی رباح اور ابی حنیفہ رحمہم اللہ اور جو ان کے بعد کے ہیں، جیسے امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور جو ان کے قائم مقام حفظِ احکام میں مشغول رہے ہیں۔

اس خط میں ان عزیز نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں نہ تو ابن العربی کا نوکر ہوں اور نہ متکلمین کا غلام ہوں، لیکن جو ان کے معتقدات ہیں وہی اس فقیر کے ہیں۔ ان عزیز کو یہ معلوم ہو کہ یہ مقدمہ اپنے اعتقاد کے بارے میں تو کہا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص کبھی الوہیت کی تہہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے لئے یہ سزاوار ہے کہ وہ اس کی عزت وعظمت کی بلندی وکبریائی کا ادراک کر سکے۔ عالم ابتداء سے انتہا تک بعض ایسا کیفیات میں مقید ہے کہ ان میں بعض کی معرفت بعض پر منحصر ہے اور ان کے حقائق ان کی طرف بھیجے ہوئے اسرار الٰہی کے آئینہ دار ہیں۔ جن کا انکشاف ہوا ہے جن کا ادراک پہلے نہ تھا لیکن ان پر عائد کئے گئے تھے۔ تو پاک ہے وہ ذات کہ جس کی حکومت میں نہ اجرت اور نہ ان کے احسانوں کا بدلہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ غالب حکمت والا ہے۔

(یہ عبارت ''فتوحات'' کی فصل ثانی کے باب ثانی سے ماخوذ ہے)

Marfat.com

عالم کو حادث سمجھتے ہوئے مسبوق بالعدم (عدم سے پہلے) سمجھا جائے۔

چنانچہ فتوحات ابن عربی میں اس کی تفصیل موجود ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ فاسد اعتقاد نہ رکھو اور فتوحات کی بعض عبارات جو اس شعر کے خلاف ہوں، ان کو قابل تاویل سمجھا جائے۔ (شعر سے مراد اگر مروج طریقے کے ہیں، تو درست ورنہ عبارت میں شعر کا کہیں ذکر نہیں ہے)

اور معنی (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہے، جیسا کہ تخلیق عالم سے پہلے تھا شیخ اکبر قدس سرہٗ کی فکر کے مطابق جب عالم موجودات کی تخلیق کے پہلے کوئی بھی حق تعالیٰ کے ساتھ نہ تھا اور عالم تخلیق یہ تھا کہ کائنات کے بعد بھی اس کے ساتھ کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اعیان ثابتہ نے وجود کی خوشبو کو بھی نہیں سونگھا، لہٰذا ایسے مواقع پر یہ تو کہا جائے گا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، لیکن ہم اللہ کے ساتھ ہیں، نہیں کہا جائے گا۔

اس مفہوم کی تشریح ''فتوحات مکیہ'' میں کی گئی ہے اور بقیہ گفتگو ملاقات کے وقت ہوگی ......والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ......

(سلام ہو اس پر، جو ہدایت کی پیروی کرے)

البتہ شیخ اکبر اعیان ثابتہ کے قدم اور ازلیت کے ثبوت کے تو قائل ہیں، لیکن وجودِ عینی کو عدم کے ساتھ اس سے پہلے شامل سمجھتے ہیں......والسلام

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس سلسلہ میں ''نقد النصوص'' کا مطالعہ کریں اور

Marfat.com

سوچیں کہ عوام کو عوامی عقیدوں پر چھوڑ دیا جائے اور خواص کو خواص کے عقائد پر
اور اسی طرح اخص الخواص کو بھی کیونکہ خواص اور اخص الخصوص کے عقائد
کشف اور مشاہدے پر مبنی ہوتے ہیں۔ جس میں تقلید کی گنجائش نہیں ہوتی اور
"نقد النصوص" کی عبارت تو یہ ہے کہ "طالب خیر پر یہ بات پوشیدہ نہ ہو کہ صرف
ارباب توحید کی زبانی گفتگو کی تائید اور ان کے ذہنی تخیل پر اکتفا نہ کیا جائے
کیونکہ اس کو مراتب کمال کے مرتبہ میں شمار کرنا محرومی اور نقصان کا سبب ہے" [illegible]

[illegible] خلل سے گلہ نرو خون جگر باید خورد [illegible]

حاصل [illegible] کتابہ دارد سود!

وہ علم جس میں خون جگر ملایا جائے اس میں یادداشت ادب و آداب اور
حوالہ جات کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے (اس سے مراد یہ ہے کہ وہ علوم جو صوفیاء کرام
کو اپنے خون جگر کے سینچنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں، وہ کتابی علوم سے حاصل
نہیں ہو سکتے) اسی چیز کو کہ جس کو صوفیاء کے مشاہدات سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ
صوفی تو مشاہد ہوتا ہے اور رسمی [illegible] وہ شخص جو ارباب توحید کا دم بھرے عارف و موحد
بن جاتا ہے۔ مثنوی.......... [illegible]

[illegible]

[illegible] واحدت [illegible] اسلیت [illegible]

[illegible] است [illegible]

از سراب ای پسر کہ شد سیراب
سخن وحدت آنکہ از عامی
زاں چہ خیزد بغیر بدنامی

یہ ساری گفتگو توحید کی ہے اور توحید کی راہ ترک و تجرید میں ہے۔ توحید کے بارے میں ساری گفتگو سراب کی مانند ہے کہ اے فرزند سراب سے کون سیراب ہوتا ہے۔ ایک عام آدمی سے وحدت کی گفتگو ایسی ہے کہ بدنامی کے سوا اس سے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ شیخ ربانی اوحدالدین کرمانی پر جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

اسرار حقیقت نشود حل بسوال
نہ نیز بدر باختن حشمت و مال
تا دیدہ و دل خون نکنی پنجہ سال
ہرگز دہند راہت از قال بحال

حقیقت کے اسرار کسی سوال سے حل نہیں ہوتے حشمت و مال کو چھوڑ دینے سے جب تک برسوں دیدہ و دل کا خون نہ ہو (قربانی نہ دی جائے) ہرگز قال سے حال تک کی راہ نہیں مل سکتی۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ مسئلہ توحید کی باریکیوں میں فکر کرنے کے دوران اس کو خواب میں ایک کتاب کی عبارت نظر آئی، جس کے حاشیے میں ایک سطر یہ لکھی تھی کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ...... "توحید کے اسرار کی دریافت تعینات،

Marfat.com

فنائے رسوم اور عادات کے اثرات کو زائل کیئے بغیر حاصل نہیں ہوتے اور اس میں سوچ (غور وفکر کرنے سے خاتمہ خراب ہونے کا خوف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

شیخ اکبر قدس سرہٗ نے ''فتوحات'' کے چھٹے باب میں یہ لکھا ہے کہ ''اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ تھا، پھر اسی میں (فتوحات میں) یہ درج کیا گیا ہے کہ وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ عالم کی تخلیق سے اس کی صفت پر کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ اپنی صفات کے ساتھ موصوف تھا اور تخلیق سے پہلے بھی وہ ان اسماء کے ساتھ متصف تھا، جن سے اس کی مخلوق اسے پکارتی ہے۔ پھر جب اس نے تخلیق عالم کا ارادہ فرمایا اور ان کی حدود تک اس کی ابتداء کی جو اس کے علم میں پہلے تھیں (جہاں تک اس نے ارادہ فرمایا تھا) اس انداز سے اپنی مقدس تجلیات میں سے حقیقت کلی پر ایک تجلی کا انعکاس فرمایا جو حقیقتاً اس نے صادر فرمایا جن کو ''ھبہ'' کا نام دیا گیا ہے اور یہ عمل اس طرح سے ہے، جیسے کسی عمارت کی بنیاد میں سرخی چونے کا آمیزہ ''مسالہ'' گارے کے طور پر ڈالا جاتا ہے، تاکہ اس سے ان صورتوں اور شکلوں کو واضح کرے، جیسا وہ مناسب جانے۔ یہی پہلی چیز تھی جو عالم میں وجود میں آئی اور اس کا تذکرہ حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت سہل بن عبداللہ اور اہل کشف و وجود کے محققین نے کیا تھا۔

پھر اس ذات پاک نے اس ''ھبا'' کی طرف اپنی تجلی فرمائی جس کو اصحاب

Marfat.com

فکر ''ھیولہ کل'' کہتے ہیں اور عالم پورا کا پورا صلاحیت وقبولیت کے اعتبار سے اسی سے متعلق ہے۔ اسی لیے یہ کہا گیا ہے کہ ہر چیز اس ''ھبہ'' میں اس کی قوت و استعداد کے مطابق ہے۔ جیسے گھر کی دیواریں چراغ کی روشنی کو گھیر لیتی ہیں۔ ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق اس نور سے کسب فیض کرتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ.....

''مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح ا....(سورۃ النور آیت ۳۵)

(اس کے نور کی مثال ایک چراغ کی سی ہے جو فانوس میں ہو)

تو تشبیہ دی اپنے نور کو چراغ سے قبولیت کے لحاظ سے۔ اس ''ھبہ'' کے ساتھ کوئی شے قرب محمدی ﷺ سے زیادہ قرب حاصل نہ کر سکی۔ جس کو عقل کا نام دیا گیا ہے اور حضور سید عالم ﷺ حکم الٰہی سے اس مکان میں ظاہر ہونے والی پہلی ذات ہیں، کیونکہ آپ کا وجود اسی نورِ الٰہی سے ہے اور ''ھبہ'' سے حقیقت کلی اور ھبہ میں اس کا عین پایا گیا۔ (یہاں کتاب میں دو الفاظ کی جگہ خالی ہے، اس کے سیاق وسباق کے اعتبار سے ترجمہ کیا گیا ہے) عین العلم اس کی تجلیات میں سے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے بھی کہا جا چکا ہے، تو اگر کسی چیز کا وجود بغیر عدم کے ہو تو وہ جودِ حق تعالیٰ اور اس کی صفات وجود سے متقدم ہے۔ جیسا کہ وجود حق تعالیٰ اور اس کی صفات۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قدم کی صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا کسی چیز کا عدم سے وجود میں آنا اور اس کا پایا جانا اللہ کے سوا

Marfat.com

کسی اور کے ساتھ ساتھ ہو تو وہ اس کے وجود کے بغیر حادث ہوتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں حدوث کی صفات ہیں۔

فتوحات کے اکیسویں باب میں ہے کہ..... العلماء ورثة الانبیاء... (علماءِ کرام! انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں...... الحدیث) ان کے احوال پوشیدہ ہیں تو اگر ان میں سے تھوڑا تھوڑا جگہ سے حاصل کیا جائے تو پہچان نہیں سکیں گے کہ کیا حاصل ہوا ہے، اسی لئے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ.... یہ میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا اور یہی چھپانا ان کے اصول میں سے ہے، سوائے اس کے کہ انہیں ظاہر کرنے اور اعلان کرنے کا حکم دیا جائے۔

بندگی و فاضل پناہی میاں شیخ رکن الدین کی خدمت میں دعائے وافر اور سلام پہنچائیں اور چاہیں تو یہ مکتوب بھی دکھادیں۔ آداب عرض

آخرت بخیر

نوٹ: اصل نسخے میں عبارت کرم خوردہ ہونے کے باعث کئی لفظوں کا ترجمہ نہیں ہوسکا لہٰذا وہاں قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔

حضرت میر سید نور الدین قدس سرہٗ کا وصال ۲۵/ربیع الثانی کو سادات پور میں ہوا اور سید میر سعدؒ اللہ المعروف سید شاہ مداری کے پائنتی میں جگہ پائی۔ آپ کا عرس نہیں ہوتا لیکن حضرت میر سید سعد اللہ کے عرس کے موقع پر آنے والے زائرین آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی اور چادر پوشی کرتے ہیں۔

Marfat.com

میر سید شاہ معصوم علی ساداتپوریؒ

میر سید نورالدین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے میر سید شاہ معصوم علی کو سجادہ نشینی حاصل ہوئی۔ آپ نے بھی دینی دنیاوی ظاہری اور باطنی علم وادب خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشینوں سے حاصل کیا جن میں حضرت قمرالحق شیخ غلام رشید قدس سرہٗ حضرت محبوب الحق شاہ فصیح الدین قدس سرہٗ اور حضرت نورالحق شیخ حیدر بخش قدس سرہٗ شامل ہیں۔ حضرت نورالحق حیدر بخش نے آپ کو خرقہ وخلافت اور اجازت عطا کی۔ آپ نے بیعت کس کے ہاتھوں پر کی اس کا قطعی علم نہ ہو سکا لیکن قیاس غالب ہے کہ حضرت محبوب الحق شاہ فصیح الدین کے ہاتھوں پر یہ سعادت حاصل کی۔ آپ بڑے مبلغ تھے اور آج کے بنگلہ دیش کے علاقے سعید پور، دیناجپور، رنگپور یہاں تک کہ میمن سنگھ کے کئی قصبوں میں آپ نے خانقاہ رشیدیہ کے سلسلہ کو متعارف کروایا اور آج بھی وہاں حافظ تصدق حسین اور ان کے خاندان کے افراد نے اس سلسلہ کو جاری وساری رکھا ہوا ہے۔

اسی مشغولیت کی وجہ سے آپ بہت کم بہار یا یوپی میں وقت دے سکے جس کی وجہ سے خانقاہ رشیدیہ کے ''سمات الاخیار'' میں آپ کا زیادہ تذکرہ نہیں ہے۔ آپ کا وصال ۱۸ رجب المرجب کے دن ساداتپور میں ہوا۔ آپ کا مزار والد کے مزار کے پائنتی میں ساداتپور میں ہے۔ آپ کا عرس نہیں ہوتا۔

Marfat.com

میر سید طریقت اللہ سادات پوری

میر سید معصوم علی قدس سرہٗ نے اپنے بیٹے میر سید عبدالرحیم کو اپنا جان نشین مقرر کرنے کے بجائے اپنے ہونہار اور سعادت مند پوتے میر سید طریقت اللہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ میر سید طریقت اللہ نے بھی حضرت نور الحق شیخ حیدر بخش کے زیر نگرانی تعلیم و تربیت حاصل کی اور خلافت و اجازت کے باوجود بیعت سے احتراز کیا اور انہوں نے اپنے نور چشم میر سید شاہ اسد اللہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ آپ کا وصال بھی سادات پور ہی میں ہوا اور خاندانی قبرستان میں مدفون ہیں۔ آپ کا عرس نہیں ہوتا۔

میر سید اسد اللہ سادات پوری قدس سرہٗ

آپ اپنے والد میر سید طریقت اللہ کے جانشین ہوئے۔ آپ حضرت نور الحق شیخ حیدر بخش کے شاگرد رہے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت قیام الحق شاہ امیر الدین قدس سرہٗ کی سرپرستی میں آگئے۔ آپ حضرت قیام الحق کے ہونہار شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ کی فہم و فراست سے پیر و مرشد بہت متاثر تھے۔ آپ کو حضرت قیام الحق ہی سے بیعت اور اجازت و خلافت عطا ہوئی۔ حضرت کو آپ سے بہت اُنسیت تھی اور حضرت کی خواہش ہوتی تھی کہ آپ ان

Marfat.com

ہی کے آس پاس موجود رہا کریں۔ دل سے آپ سے محبت اور احترام فرماتے تھے۔ میر سید اسد اللہ سادات پوری بھی آپ سے بے حد محبت اور احترام فرماتے اور ان کی قربت کو سعادت سمجھتے تھے۔ ''مکتوبات حضرات رشیدیہ'' میں حضرت کا ایک خط نمبر ۳۸ آپ ہی کے نام ہے جس کو سید محمد اصغر بن پیر طریقت حضرت سید عبدالشکور علیمی رشیدی نے فارسی سے اُردو میں ترجمہ کروا کر ''رشیدی چٹھیاں'' کے نام سے ۲۰۰۳ء میں شائع کروایا اور عام لوگوں تک اس کی رسائی ممکن کرائی۔ یہ خط بھی تبرکاً اس مضمون کے آخر میں درج ہے اس خط سے پیر اور مرید کا گہرا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

میر سید اسد اللہ کا وصال ۲۹ رشعبان بعد نماز عشاء عین جوانی میں ہوگیا۔ آپ کے دو بیٹے سید شاہ مخدوم علی اور سید شاہ حسن علی کم عمری میں ہی یتیم ہوگئے۔ اس طرح خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت قیام الحق شاہ امیر الدین قدس سرہٗ کو شدید صدمہ پہنچا۔ پہلی وجہ تو یہ تھی کہ سید السادات کے خاندان سے خانقاہ رشیدیہ کا رشتہ ختم ہو رہا تھا دوسرے آپ کو حضرت اسد اللہ بہت ہی عزیز تھے اور ان سے دلی اُنسیت بھی تھی جیسا کہ آپ کے خط نمبر ۳۸ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا جیسے ہی حضرت کو جونپور میں آپ کے وصال کی خبر ملی آپ فوراً سادات پور کے لئے روانہ سفر ہوگئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے میر سید اسد اللہ کے چہلم میں شرکت کی اور دونوں بچوں کو جونپور اپنے ساتھ لائے اور ان کی مکمل ذمہ داری خود اٹھالی۔

Marfat.com

تعلیم وتربیت اور روحانیت سے مالا مال کر کے ان دونوں بچوں کو سادات پور واپس چھوڑنے آئے تو دیکھا کہ گھر کی دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے منہدم ہو چکا ہے اور ان کی رہائش کی جگہ صرف خانقاہ کا کمرہ ہے۔ آپ نے ان دونوں بھائیوں کے لئے دو الگ الگ مکان بنانے کا انتظام کروایا اور مکان تیار ہو جانے کے بعد ان کو آباد بھی کیا۔ ان دونوں بھائیوں کو حضرت قیام الحق سے بیعت کی سعادت بھی حاصل تھی اور اجازت وخلافت بھی حاصل کی تھی۔ حضرت میر سید اسد اللہ کے بڑے صاحبزادے میر سید مخدوم علی اپنے خاندان کے سربراہ اور جانشین مقرر ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی میر سید حسن علی کے ذیلی خاندان کے افراد میر سید شاہ فدا حسین وغیرہ نے صوفیانہ زندگی سے قطع تعلق کر لیا لیکن خانقاہ رشیدیہ سے اپنا تعلق قائم رکھا۔

''رشیدی چٹھیاں'' نمبر ۳۸ کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

مکتوب ۳۸

سید السادات منبع البرکات مقبولِ حضرت الٰہ میران سید اسد اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں

''اس ضمن میں کہ جو آپ نے نیت کی ہے اور نیت کا نتیجہ مطلب کے حصول میں حاصل ہوا کیونکہ نیت کے مطابق ایک تنکا دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ حاصل ہوتا ہے۔''

Marfat.com

بسم اللہ والحمد للہ!

اے برخوردار! سعادت منداور اے یگانہ ارشدار جمند، محمد رشید نام کا شخص آپ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔ ساتھیوں کے ساتھ ۵/ رجب المرجب سرائے مغل میں کہ جو بنارس سے چار کروے (مسافت کی اکائی) مشرق کی طرف سے پہنچ کر انشاء اللہ تعالیٰ وتقدس اگلے دن چھ رجب کو بنارس میں حاضری ہوگی۔ آپ سے ملاقات کا اشتیاق حد سے بڑھ کر رہا ہے، اس سلسلہ میں اس دورافتادہ کو آپ (برخوردار) کی مدد حاصل رہی ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ جو محترم کی بارگاہ میں حاضری کی نیت کرتا ہے، اس کی حاضری کو اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے اور فقیر کو ایک تنکہ عنایت فرمائیں حتیٰ کہ ایک روز لکھنے سے پہلے ایک شخص جس کی حاجت پوری ہوئی تھی ایک تنکہ فقیر (راقم الحروف) کو پہنچایا اور فقیر نے یہ نیت کی ہے کہ اس ایک تنکہ کے پان خریدوں گا اور اس سعادت مند کی جانب سے خرید کر کھاؤں گا۔ وہ سعادت مند صاحبزادے مگہی کے پان کو پسند کرتے ہیں، خصوصاً بنارسی پان کو ترجیح دیتے ہیں، اپنے وطن مالوف کی نسبت سے...... مختصراً عرض ہے کہ اس مکتوب کو لکھنے کے وقت تک میں نے جس کام کی تکمیل کے سلسلے میں کوئی نیت کی، وہ حاجت پوری ہوئی ہے اور جس نے بھی نیت کی اس کو کامیابی ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو کوئی کسی کام کے انجام کے سلسلے میں سے کہے کہ اے اللہ! کسی اچھے وقت میراں سید اسد اللہ کے طفیل میری حاجت پوری فرما اور

Marfat.com

حاجت کی تفصیل زبان پر اور دل میں لائے، اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

من بندہ محمد و آل محمد ایم

ہم محمد ﷺ اوران کی اولاد کے غلام ہیں......والسلام

پانچ مرتبہ یا اسداللہ یا اسد اللہ یا اسد اللہ یا اسد اللہ یا اسد اللہ

رقیمہ محمد رشدے رقیمہ اسد اللہ، رقیمہ شمس الحق رقیمہ

میاں مداری رقیمہ طالب رقیمہ مطلوب رقیمہ محب رقیمہ

محبوب باسناد بشاگرد بطالب بمطلوب بمحب بمحبوب یعنی

سید اسد اللہ محمد رشید شمس الحق موصول باد

ع: بحق شیخ دین معروف کرخی

نامہ (خط) ابوالبرکات شمش الحق محمد رشید کے نام لکھا گیا ہے جو شمش الحق محمد رشید کو موصول ہو اور سید اسد اللہ ہی کو یہ خط پہنچے۔ ان سطور کا لکھنے والا سید اللہ ہے اور سید اسد اللہ ہی کو یہ خط ملنا چاہئے۔

اسد اللہ محمد رشید محمد رشید اسد اللہ۔ اسد اللہ شمش الحق۔ شمس الحق اسد اللہ اسد اللہ۔ ابوالبرکات ابوالبرکات اسد اللہ اس مکتوب کے سلسلہ میں سعادت اور سرفرازی عطا فرما۔ مشتاق سید مداری درویش کو کھجور اور سربمہر کھراولی پہنچادی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سائے کو عقیدت مندوں کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

Marfat.com

میر سید شاہ مخدوم علی ساداتپوری قدس سرہٗ

آپ اپنے والد میر سید اسداللہ کے جانشین ہوئے میر سید شاہ مخدوم علی کا جید علماء دین میں شمار ہوتا تھا۔ آپ مشرقی یوپی، بہار اور بنگال میں بہت معروف تھے اور ان علاقوں کے مسلمان آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی سعادت حاصل کر کے بڑے مطمئن ہوتے تھے۔ آپ کا شمار قیام الحق شاہ امیر الدین قدس سرہٗ سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جونپور کے ممتاز خلفاء میں ہوتا تھا۔ حضرت قیام الحق بھی آپ کو بہت چاہتے تھے کیونکہ آپ ہی کی تعلیم و تربیت میں بڑے ہوئے تھے۔ اکثر سفر میں آپ حضرت قیام الحق کے ہمراہ ہوتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۱ر جمادی الاوّل بعد مغرب ہوا اور سادات پور میں مدفون ہیں۔ آپ کی دو اولادیں حافظ میر سید تصدق حسین اور میر سید عبدالعلی تھیں۔ دونوں بھائیوں نے خانقاہ رشیدیہ ہی سے تعلیم و تربیت مکمل کی اور روحانیت میں بھی اعلیٰ قدر و مقام کو پہنچے۔ آپ کا بھی عرس نہیں ہوتا۔

حافظ میر سید تصدق حسین ساداتپوری

حافظ میر سید تصدق حسین کو آپ کے والد ماجد میر سید مخدوم علی سے خلافت و اجازت ملی اور آپ کو سلاسل رشیدیہ جونپور کے سجادہ نشین قطب الہند ابوالخیر

Marfat.com

حضرت غلام معین الدین قدس سرہ سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی آپ کو آپ کے والد ماجد نے بنگال میں رشد ہدایت کی تاکید کی۔اس طرح آپ نے بنگال میں خانقاہ رشیدیہ جون پور کے سلسلہ کو بنگال کے دور دراز علاقوں تک پھیلایا اور آپ کے بعد بھی آپ کے صاحبزادے میر سید نور الحسن اور ان کے بعد آپ کے بیٹے سید حبیب الحسن اور ان کی اولاد مرحوم سید مطلوب الحسن نے بھی اس سلسلے کو ۲۰۰۸ء تک جاری رکھا۔ بنگلہ دیش میں آج بھی آپ کے بہت سارے معتقدین دیناجپور، رنگ پور، سید پور، میمن سنگھ وغیرہ میں موجود ہیں اور وہاں کی بڑی آبادی آپ کی اولادوں کی آمد کے انتظار میں ہے۔

علامہ میر سید عبدالعلی سادات پوری قدس سرہٗ

علامہ سید عبدالعلی کو اپنے والد میر سید مخدوم علی قدس سرہٗ کی جانشینی نصیب ہوئی اور اجازت وخلافت بھی ملی۔آپ کو بھی سلاسل رشیدیہ کے سجادہ نشین قطب الہند ابوالخیر حضرت غلام معین الدین سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی جو حضرت عبدالعلیم آسی کے بھی پیرو مرشد تھے۔آپ بہت فعال صاحب معارف تھے اور ہر وقت سفر میں رہتے اس لئے کس وقت کہاں موجود ہوں گے کسی کو اندازہ نہیں ہوتا۔آپ جہاں بھی جاتے آپ کے آگے پیچھے جم غفیر جمع ہو جاتا اور لوگ آپ سے نصیحتوں کی فرمائش کرتے۔آپ ڈاکٹر راجندر پرشاد (جو بھارت

Marfat.com

کے پہلے صدر ہوئے) کے دیگر اساتذہ میں فارسی کے استاد تھے۔ اللہ نے آپ کو زیادہ دنیاوی زندگی نہیں دی اور تین نرینہ اولادیں چھوڑ کر ۲۱/ربیع الثانی کے دن وصال کر گئے۔ سادات پور میں مدفون ہوئے۔ آپ کے تین صاحبزادوں میر سید شاہ امیر حسن، میر سید شاہ محمد حسن اور میر سید شاہ علی حسن تھے۔ میر سید شاہ محمد حسن لاولد تھے اور جلد ہی انتقال کر گئے سب سے چھوٹے صاحبزادہ میر سید شاہ علی حسن بہت فعال تھے اور پولیس میں ملازمت بھی کی۔ آپ کی ایک ہی نرینہ اولاد تھی جن کا نام سید شاہ احمد حسن المعروف حاجی مستان تھا۔ آپ زندگی بھر ہندوستان کے تمام معروف مزاروں کی زیارت اور عرس کے موقع پر حاضری دیتے رہے اور بہت کم گھر پر ٹھہرتے تھے۔

میر سید شاہ امیر حسن قدس سرہٗ

میر سید شاہ امیر حسن قدس سرہٗ اپنے والد ماجد میر سید عبدالعلی قدس سرہٗ کی بڑی اولاد تھے جو آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور اجازت اور خلافت حاصل کی اور خاندان کی روایت کے امین ہوئے۔ آپ حضرت عبدالعلیم آسیؔ سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ سے بیعت تھے اور خلافت واجازت بھی حضرت آسیؔ کے بعد کی خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ علی سبز پوش سے تمام سلاسل رشیدیہ کی حاصل کی۔ آپ کا بہت ہی مدبر اور دور اندیش علماء میں شمار ہوتا تھا۔ صوفیانہ اور

Marfat.com

فقیرانہ انداز زندگی گزاری اور اپنی اولادوں کو بھی اس نہج پر تربیت دی۔ ان کا بھی جلد ہی ۲۰ رمضان المبارک کے دن وصال ہو گیا۔ آپ کی چار نرینہ اولادیں سید عبدالغفور، سید عبدالشکور، حافظ سید عبدالرزاق اور سید عبدالبصیر تھیں۔ سید عبدالغفور کا وصال عین جوانی میں ہو گیا۔ مولانا سید عبدالشکور سے متعلق حقائق بیان کرنا مقصود ہے۔ حافظ سید عبدالرزاق خانقاہ بصیریہ بیگون، چتورگڑھ کے سجادہ نشین ہوئے اور سب سے چھوٹے صاحبزادہ سید عبدالبصیر المعروف ماسٹر نذیر احمد کا آستانہ اور خانقاہ بصیریہ قصبہ بیگون، ضلع چتورگڑھ، راجستھان میں ہے۔ آپ کی مکمل لیکن مختصر سوانح حیات جناب قمرالدین انصاری رازؔ بیگونی نے (جو آپ کے شاگردوں میں سے ہیں) لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔ آپ کے ملفوظات کی محترم جناب عبدالستار انصاری غریبؔ بیگونی نے ''چشمہ ہدایت'' کے نام سے تالیف کی ہے جو اپریل ۲۰۱۵ء میں کراچی سے زیر اہتمام سید محمد منظر سادات پوری شائع ہو چکی ہے۔

Marfat.com

۲

باب دوئم

Marfat.com

پیر طریقت، رہبر شریعت
حضرت سید محمد عبدالشکورؒ علیمی رشیدی
سادات پوری قدس سرہٗ

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد عبدالشکور کنیت منبع البرکات اور لقب محبوب الحق نور الدین ہے۔ آپ کو آپ کے پیر و مرشد، سید صاحب کے نام سے یاد کیا کرتے تھے جبکہ عوام انہیں آج بھی پیر صاحب کے لقب سے یاد کیا کرتے ہیں۔ آپ حنفی فقہ، قادری مشرب اور آل رسول میں سے تھے۔ آپ نے شریعت اور طریقت پر مکمل عبور کر کے معرفت کا حصول کیا اور آخری وقت میں حقیقت میں گم ہو گئے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب مندرجہ بالا باب اول میں متذکرہ حضرات سے جڑا ہوا ہے جو اپنے اپنے وقت میں تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز رہے اور اپنے اپنے پیر و مرشد کی نظر میں بڑی قدر و منزلت حاصل کی۔ آپ سادات پور میں علامہ میر سید امیر حسن کے گھر ۱۸۹۵ء میں سادات پور میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والدین کی دوسری اولاد تھے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ میں بہت ابہام پایا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے لئے جو پاسپورٹ کے لئے درخواست حکومت ہند کو دی اس میں انہوں نے اپنی پیدائش ۱۹۰۱ء لکھی تھی۔ آپ کے بیٹے سید محمد منظر نے آپ

Marfat.com

کے ساتھ بے تکلف ہو کر دریافت کیا کہ کیا واقعی آپ کی پیدائش کا سال صحیح ہے تو مسکراتے ہوئے کہا کہ اس زمانے میں کسی جگہ پر میری پیدائش کی تاریخ تحریر کی گئی تھی لیکن وہ کاپی میری نظر سے بھی نہیں گزری لیکن اتنا علم ہے کہ ۱۸۹۵ء۔۱۹۰۰ء کے کسی سال میں پیدا ہوا لیکن کسی نے میرے پاسپورٹ کی درخواست کلکتہ میں لکھتے وقت میرے بتائے ہوئے سال میں غلطی کر دی ہے کیونکہ میں خود کلکتہ نہیں گیا تھا لہٰذا ۱۸۹۵ء ہی کو صحیح سمجھا جائے۔

حضرت کا گھرانہ دینی اقدار کا سرچشمہ چلا آرہا تھا اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش بھی اسی ماحول میں ہوئی۔ آپ کے والد عالم کے علاوہ علامہ، متقی اور صوفی تھے اور والدہ عزیز النساء موضع جگراواں کے ایک مخدوم گھرانے کی بیٹی تھیں اور باعمل اور باصفاۃ ولیہ بھی تھیں۔ پیر طریقت سید عبدالشکور کے بڑے صاحب زادے سید محمد اصغر اپنی کتاب ''جو ہو ذوق یقیں پیدا'' میں اپنی دادی سے متعلق لکھتے ہیں کہ میری دادی محترمہ عزیز النساء کی پر خلوص شخصیت اور منکسر المزاجی کے نقوش آج بھی میری زندگی پر ثبت ہیں۔ ان کی عبادت و ریاضت اور تہجد گزاری مثالی تھی جو بھی دنیا کی نعمت انہیں میسر آئی وہ اس میں دوسرے عزیزوں و رشتہ داروں اور محلے کے افراد کو شریک کرنے میں خوشی محسوس کرتی تھیں۔ ان کی ذاتی خواہشات کا کم ہی کسی کو علم ہو پاتا تھا۔ ہاں مجھے ایک بات معلوم تھی کہ انہیں اندرسہ کی مٹھائی بہت مرغوب تھی۔ پھر بھی ہاتھ آنے پر دوسروں کو کھلانے میں زیادہ

Marfat.com

خوش ہوتی تھیں۔ ایک مثالی ماں کا جو بھی نقشہ بنایا جا سکتا ہے وہ میری دادی مرحومہ کی تصویر معلوم ہوگا۔ جگراواں میں بھی بڑے بڑے علما اور صوفیائے کرام پیدا ہوئے اور ان کا گھرانہ سید السید السادات مخدوم زادوں کا مشہور تھا۔ اب تو یہ موضع تقریباً اُجڑ گیا ہے اور اس گھرانے کے افراد دیگر شہروں اور علاقوں میں مستقل رہائش اختیار کر لی ہیں لیکن اپنی دینی اقدار کو قائم و دائم رکھا ہوا ہے۔

تعلیم و تدریس

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد علامہ میر سید امیر حسن سے حاصل کی اور اپنے تایا دادا حافظ میر سید تصدق حسین سے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے اساتذہ میں تایا سید نور الحسن ولد سید تصدق حسن مولانا محمد احمد ایمن سکندر پوری اور حکیم ظہر الدین سیوانی نمایاں ہیں۔ آپ کے ہم سبقوں میں مولانا منتخب الحق کراچی یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات و عربیات کے بانی تھے اور مولانا صاحب رکن اسلامی کونسل پاکستان بھی رہے ہیں۔ آپ کو حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی نے اجازت وخلافت بھی عطا کی تھی۔ حضرت کے بڑے بھائی میر سید عبدالغفور کے انتقال کے بعد خاندان کا بار آپ کے کندھوں پر آ گیا۔ اس کا احساس خانقاہ رشیدیہ کے اس وقت کے سجادہ نشین حضرت عبدالعلیم آسی کو شدت سے محسوس ہوا اور آپ نے حضرت کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور دینی و

Marfat.com

دنیاوی تعلیم و تربیت سے مالا مال کر دیا۔ حضرت کے معاملے میں حضرت آسی ذاتی دلچسپی رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضرت سید صاحب خانقاہ رشیدیہ کے لئے مستقبل میں زبردست اثاثہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپ کا یہ خیال واقعی سچ ثابت ہوا اور حضرت نے جس قدر خانقاہ رشیدیہ کے سلسلہ کو پورے ہندو پاکستان میں تمام دوسرے سلسلوں سے زیادہ کامیابی کی طرف گامزن کیا جس کی خانقاہ رشیدیہ میں مثال نہیں ملتی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ خانقاہ رشیدیہ کی شاخ راجستھان کے ضلع چتوڑ گڑھ کے ایک قصبہ بیگون میں خانقاہ بصیریہ، خواجہ باغ کا نام بھی ہندوستان میں معروف ہے اور پورے راجستھان میں سلسلہ رشیدیہ جاری و ساری ہے اور اب اس سلسلہ کو گجرات میں بھی پسند کیا جانے لگا ہے۔ اسی طرح کئی مدرسے اور دارالعلوم بھی سلسلہ رشیدیہ سے جڑے ہوئے ہندوستان میں مختلف شہروں اور قصبوں میں عمل پیرا ہیں۔ اس سلسلہ کی کراچی میں بھی کئی خانقاہیں رشیدیہ سلسلہ کو وسعت دینے کے لیے کام کر رہی ہیں۔ اس میں قطب الاقطاب کے خلفائے حضرت میر سید محمد جعفر پٹنوی کے خاندان کے افراد اور حضرت مولانا محمد احمد ایمن سکندر پوری کے خاندان کے افراد بہت ہی باعمل ہیں۔ اسی طرح حضرت میر سید سعد اللہ المعروف سید شاہ مداری سادات پوری کے خانوادے کتابی صورت میں خانقاہ رشیدیہ کے افادات کو لوگوں کے علم میں لانے میں مشغول ہیں۔ سید محمد منظر ابن پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی کو بھی خانقاہ

Marfat.com

رشیدیہ سے اجازت وخلافت کا اعزاز حاصل ہے۔

حضرت سید صاحب کے سینکڑوں مرید کراچی میں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح بنگلہ دیش میں ضلع سعد پور، رنگپور، دیناج پور اور میمن سینگھ کے قصبوں میں بھی خانقاہ رشیدیہ کے سلسلہ سے منسلک بے شمار افراد آج بھی موجود ہیں اور کسی رہبر کی آمد کے منتظر ہیں لیکن اب ادھر کا رُخ کرنے والا کوئی بھی خانقاہ رشیدیہ سے عنقا ہو گیا ہے۔

اگر خانقاہ رشیدیہ کے تمام خلفاء پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو حضرت میر سید شاہ سعد اللہ المعروف سید شاہ مداری کے خاندان نے شروع ہی سے سلسلہ رشیدیہ کو وسعت دینے میں اپنا تن من دھن لگا دیا جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ یہ سلسلہ پورے ہند و پاک میں مقبول ہے اور مزید مقبولیت کی طرف گامزن ہے۔ پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی کے کئی خلفاء ہر طرف اس سلسلہ کی مقبولیت میں مزید اضافہ کرنے کے لئے باعمل ہیں۔

ارادت وخلافت

حضرت سید عبدالشکورؒ اپنے بڑے بھائی سید عبدالغفور کے وصال کے بعد اپنے والد کے جانشین ہوئے اور آپ نے سارے سلسلہ کی اجازت وخلافت والد سے حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد آپ جب حضرت عبدالعلیم آسی کی

Marfat.com

سرپرستی میں آئے تو آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ شریعت پر تو پہلے ہی عمل پیرا تھے۔ پیرو مرشد کی سرپرستی میں طریقت اور معرفت پر بھی عبور حاصل کیا۔ اس طرح حقیقت آپ پر عیاں ہوگئی۔ آپ فنافی الذات فنافی المرشد فنافی الرسول اور فنافی اللہ ہوگئے اس کے باوجود آپ خانقاہ رشیدیہ سے اس قدر دلی لگاؤ رکھتے تھے کہ اس کی توقیر کو اُجاگر کرنے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہے۔
آپ نے اپنی دینی اور دنیاوی زندگی کو بڑے ہی اعتدال سے قائم رکھا۔ اسی وجہ سے بہت سے ناسمجھ لوگ ہمیشہ آپ سے متعلق غلط فہمی کا شکار رہے لیکن جو شخص آپ کے قریب آتا وہ بھی فنافی المرشد ہو جاتا تھا۔ آپ کو حضرت سید شاہ ایوب ابدالیؒ اسلام پوری سے بھی تمام سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ حضرت سید شاہ ایوب ابدالی اکثر ساداتپور ازارہ محبت تشریف لاتے اور چند دن قیام بھی فرماتے اور حضرت سید صاحب کی گزارش پر ساداتپور میں آرزومندوں کی بیعت بھی لیتے تھے۔ سید صاحب کے بڑے صاحب زادے سید محمد اصغر نے بھی آپ ہی سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت پیر طریقت نے ۱۹۷۷ء میں اپنی اہلیہ سیدۃ قریشہ خاتون اور بڑے صاجزادے سید محمد اصغر کے ساتھ حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ بیت اللہ کا سفر دہلی سے کراچی اور پھر اہلیہ اور بڑے بیٹے کے ساتھ مکہ ومدینہ شریف کا سفر اختیار کیا۔ واپسی میں کراچی تشریف لائے اور یہاں سے پاک پٹن میں

Marfat.com

حضرت شاہ فرید الدین شکر گنج کے مزار کی زیارت کی اور لاہور میں داتا دربار کی زیارت کرنے کے بعد ہندوستان واپس چلے گئے۔ اس سفر میں کراچی میں سینکڑوں لوگوں نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ پھر جب آپ اپنی پوتی سیدہ نسرین فاطمہ منظر کے نکاح کی موقع پر ۱۹۸۰ء میں کراچی تشریف لائے تو بھی لوگوں نے بیعت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس سفر کے بعد پھر وہ کراچی نہ آسکے اور علالت میں مبتلا رہے۔ ۱۹۸۰ء کے سفر ہی میں آپ اپنی ایک پوتی ڈاکٹر ماہ جبیں بنت سید محمد اصغر کی منگنی میں شامل ہوئے اور اپنی دعاؤں اور نیک تمناؤں سے نوازا۔

سیرت اور کرامت

میانہ قد آفتابی چہرہ، چوڑی پیشانی، دوہرا بدن، سرخی مائل گندمی رنگ، باریش زلفی سر پر خانقاہ رشیدیہ کی ٹوپی بدن پر کرتا اور کھڑا پاجامہ، صدری اور کندھے پر چادر جو وقت ضرورت جائے نماز کا بھی کام دیتی۔ پیر میں سادہ سلیم شاہی جوتا، درمیانہ قدم سے سرعت سے چلتے، بارعب شخصیت لیکن ہمدردانہ رویہ ہونٹوں پر مسکراہٹ سے اپنائیت کا احساس دلاتا، آپ میں توکل، قناعت، شفقت و مرّوت بہت تھی۔ آپ ضرورت مندوں اور مساکین یتیموں بیکسوں پر شفقت رکھتے۔ آسائش کے سارے اسباب میسر ہونے کے باوجود فقیرانہ انداز

Marfat.com

سے ہی زندگی بسر کی۔ مہمانوں کے لئے ہر نعمتیں مہیا کرتے لیکن خود کو پرہیز رکھتے۔ تحفہ یا نذرانہ میں جو آتا وہ اسی وقت یا بعد میں دیگر ضرورت مندوں کو عطیہ کرنا آپ کی روحانی خوشی کا ذریعہ تھا۔ مریدوں کے بلانے پر دور دراز بھی جاتے اور غیر مریدوں کی دعوت سے گریز کرتے۔ نذرانہ ایک ہاتھ سے لیتے اور دوسرے ہاتھ سے ضرورتمندوں کو دے دیتے۔ عبادت وریاضت سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ اپنے خاندان کے بچوں اور دوسرے تمام بچوں سے برابری کا پیار اور محبت کرتے۔ بڑوں کی عزت اور نوجوان سے اپنائیت سے ملتے۔ کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا، کوئی بھی کسی وقت بھی ملاقات کرسکتا تھا۔

حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور صوفی اور درویش کامل صاحب تصوف و کرامات تھے۔ آپ پر اپنے مریدوں سے متعلق کشف کا غلبہ ایسا تھا کہ جب کوئی مرید مشکلات میں آپ کو یاد کرتا آپ بجائے خود اس کے دستگیری کے لئے پہنچ جاتے یا اس کے لئے دعاءِ خیر کرتے رہتے اور مرید کو راحت نصیب ہو جاتی۔

پروفیسر شاہ فرید الحق کراچی تحریر فرماتے ہیں کہ الحاج سید عبدالشکور صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے میری ملاقات کراچی میں سید محمد منظر صاحب کے مکان پر ہوئی۔ سید صاحب مرحوم کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہوگئی۔ حضرت اپنے پیران عظام کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ پیران عظام سے حسن عقیدت اور ان کی پیروی میں انہیں کمال حاصل تھا۔ سید صاحب مرحوم کی تعلیم وتبلیغ کا ایک وسیع

Marfat.com

سلسلہ قائم تھا۔

۱۹۷۷ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی اور اس کے بعد سے عشق و محبت نبوی کی کیفیت اور زیادہ بڑھ گئی۔ آج بھی آپ کے ہزاروں مریدین اور معتقدین راجستھان، بہار، بنگال اور یو پی بھارت میں موجود ہیں۔ حضرت نے جناب سید منتخب الحق قادری صاحب سابق صدر شعبہ اسلامیات و عربیات کراچی یونیورسٹی کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا (یہ دونوں ہم سبق اور ہم عمر بھی تھے) مولانا سید عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۳۳۵) سے شرف بیعت حاصل تھی۔ خلافت اور اجازت حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۵۴ء) سے حاصل ہوئی۔

حضرت پیر طریقت صوفی باصفا مولانا سید عبدالشکور صاحب ساداتپوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ) کے صاحبزادے حضرت کے سلسلہ تصوف سے منسلک صاحب عزم و ہمت جناب سید محمد منظر نے دیوان آسی کی جدید طباعت کا انتظام اور اہتمام کر کے اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع کر کے خانقاہ رشیدیہ سے منسلک عقیدت مندوں کو ہندوستان پاکستان اور دیگر ممالک میں آباد رشیدیوں کے ساتھ ساتھ صاحب علم اور صوفیائے کلام کے متلاشی میں مفت تقسیم کر دیا ہے۔ برطانیہ اور امریکین لائبریریوں میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ خاندان رشیدیہ اور اس کے سجادہ نشینوں سے متعلق ایک اردو تصنیف سمات الاخیار ہے

Marfat.com

جس میں حضرت سید صاحب مرحوم کے خانوادہ کا ذکر اس سلسلہ کے خلفاء اور مریدین میں خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔

''سابق پرنسپل اور پروفیسر ڈاکٹر منصور الحسن رشیدی بڑی کوٹھی مظفر پور، بہار ار ۔ ان رشیدی کی تقریظ میں فرماتے ہیں ''میں اپنی خوش قسمتی تصور کررہا ہوں کہ پنڈت ڈاکٹر پروفیسر دیوناتھ چترویدی صاحب سے بہمن برہ میں حضرت قطب الہند ابوالخیر غلامعین الدین امیری حیدری کے عرس کے موقع پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ چترویدی صاحب فی زمانہ صاحب علم حضرات اور خصوصاً خانقاہ رشیدیہ کے زائرین ومریدین کے لئے تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

پنڈت جی کی ادبی اور دینی خدمات انتہائی لائق تحسین ہیں۔ بالخصوص ان کی مشہور کتاب ''تجلیات آسی'' اور ''تصوف اور مشائخ خانقاہ رشیدیہ جونپور'' منظر عام پر آچکی ہیں۔ دوران ملاقات معلوم ہوا کہ ڈاکٹر چترویدی صاحب شیخ السلام اور مسلمین حضرت سید شاہ عبدالشکور قدس سرہٗ عزیز کی سوانح حیات یعنی حالات زندگی پر مکمل کتاب کو تحریری شکل میں پیش کرنے کے لئے جہد کررہے ہیں۔ راقم الحروف کو چند اہم معلومات ہیں لہٰذا میں نے تحریری طور پر پیش کرنے کا وعدہ کیا جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

مؤرخہ ۱۷ ذی الحج کو بوقت ۹ بجے دن میں خانقاہ رشیدیہ بہمن برہ شریف

Marfat.com

میں حضرت پیر دستگیر اسلام و مسلمین حضرت مولانا غلام محمد یاسین صاحب علیمی رشیدی کی موجودگی میں جبکہ حاضرین اور زائرین بڑی تعداد میں جمع تھے ایک شخص (جس کا نام ابوالحسن ساکن ماہ پور، ضلع سیوان، بہار تھا) نے عرض کیا "حضرت میں نے سید صاحب سے المدثر کی تفصیل وتشریح جاننے کے لئے سوال کیا تو سید صاحب خاموش رہ گئے۔ آخران کا مقام کیا ہے؟ لوگ ان کی دست بوسی اور قدم بوسی کرتے ہیں" مندرجہ بالا بیان سن کر حضرت پیرودستگیر کے روئے مبارک کی حالت کیا بیان کروں۔ چہرے پر جلال اور رعب طاری ہوگیا اور فوراً ظاہر بھی ہوا۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد بلند آواز میں جواب دیا "سید صاحب کا مقام جاننا چاہتے ہو؟ وہ ایک درویش باصفا اور کامل فقیر ہیں۔ جواب دینا درویش کے لئے ضروری نہیں۔ جہاں تک آپ کے مقام کا سوال ہے وہ میرے سرکار کی روح ہیں۔ حضرت بڑے سرکار غوث اعظم، سید شاہ شاہد علی سبز پوش علیمی رشیدی نے سید صاحب کو اپنی آغوش میں لے کر فرمایا تھا "میرا سید میرا سید" اور سید صاحب پر رقعت طاری تھی۔ حضرت مولانا کے اس بیان سے وہاں موجود لوگوں پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور اس طرح سید صاحب کے بلند و بالا مقام و مرتبہ سے سب ہی لوگ واقف ہوئے۔ اسی سال سید صاحب قبلہ زیارت حرمین وشریفین اور حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ میرے دل میں سید صاحب کا مرتبہ ہمیشہ لائق احترام رہا ہے مگر حضرت پیر دستگیر کے بیان کا

Marfat.com

اثر مجھ پر اس قدر غالب ہوا کہ میں نے اپنے بڑے بھائی شمیم احمد رشیدی اور دیگر صاحبان کو کراچی پاکستان خط لکھ دیا کہ حضرت سید صاحب کی حج بیت اللہ سے واپسی کراچی کے بعد ہندوستان ہوگئی جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا کہ سید صاحب ''سرکار کی روح'' ہیں آپ سب کے لئے موقع غنیمت ہے کہ آپ سب آپ سے مرید ہو جائیں اور داخل سلسلہ ہو جائیں اور ایسا ہی ہوا بھی۔ سبھی لوگ وہاں مرید ہو گئے۔ دوسرا اہم اور دلچسپ واقعہ میرے ساتھ پیش آیا جب میں نے حضرت سید صاحب قبلہ کی حج بیت اللہ سے واپسی کی خبر پائی۔ میں نے سادات پوری حضرت سید صاحب قبلہ کے گاؤں جا کر ملاقات کا شرف اور زیارت حاصل کی۔ حضرت سید صاحب بہت خندہ پیشانی اور شفقت ومحبت سے ملے اور اس موقع پر بہت عمدہ قسم کا حلوہ اور چائے سے نوازا۔ جس کی لذت فی الوقت تحریر پر بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اسی وقت دل میں تمنا نے گھر کر لیا اور خواہش ہوئی کہ ایک پیالی چائے اور پی لیتا۔ ادھر میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ ادھر روشن ضمیر درویش کامل حضرت سید صاحب قبلہ نے کہا ''ایک پیالی چائے اور پی لو'' ساتھ ہی حلوہ بھی منگوایا اور کھانے کو پیش کر دیا۔ قربان جایئے حضرت کی اس روشن ضمیری اور پیری پر۔''

ڈاکٹر پروفیسر دیوناتھ چترویدی زاہدؔ، بلیہ یوپی انڈیا اپنی کتاب ''ارمغان رشیدی'' حضرت پیر طریقت علامہ سید عبدالشکور علیمی رشیدی میں

Marfat.com

لکھتے ہیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحب علیمی رشیدی کو خانقاہ رشیدیہ سے کسی بھی معنی میں الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کو خانقاہ رشدیہ کے بزرگوں کے حوالے کر دیا تھا۔ آپ کی ولادت ۱۸۹۰ء کے آس پاس آپ کی آبائی وطن سادات پور (پپسوڑ) سیوان بہار میں ہوئی آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ امیر حسن کی وفات کے بعد دین کی خدمت کا بار آپ کے ہی شانوں پر رکھا گیا۔ خاندانی سلسلہ اور گھریلو کاروبار آپ کے ہی ذمہ داری ٹھہری۔ آپ خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالعلیم آسی سکندر پوری سے بیعت ہوئے اور حضرت آسی کے جانشین اور خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش سے رشیدیہ سلسلہ کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ اپنے مریدوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ کسی کی اَنا اور خودداری کو ٹھیس نہ پہنچے۔ آپ اپنے مریدوں میں بہت ہی مشہور اور ہر دلعزیز تھے۔ سب ہی اپنے دل میں یہ سوچتے تھے کہ حضرت مجھے ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ یہ آپ کی بزرگی کی سب سے بڑی علامت تھی۔ آپ جس علاقے سے بھی گزرتے مریدوں کا ہجوم اُمنڈ پڑتا تھا۔ آپ بہت ہی کم بولتے تھے۔ لمبی چوڑی اور بھاری بھرکم تقریروں سے پرہیز کرتے تھے۔

حسن اتفاق سے آپ حضرت سے متعلق کچھ مواد فراہم کرنے کے خیال سے سلسلہ کے لوگوں سے تبادلہ خیال کے دوران میری ملاقات جناب علی احمد صاحب

Marfat.com

ساکن سید پورا، ضلع بلیہ، یوپی سے ہوگئی۔ پتا چلا کہ آپ بھی حضرت سید عبدالشکور صاحب کے مرید ہیں۔ میرا مقصد جان کر اپنے پیرو مرشد کے بارے میں اپنے خیالات لکھ کر عطا کیے۔ آپ کی پوری تحریر کی نقل تو یہاں مناسب نہیں سمجھتا تاہم اس کا مختصر ساذکر ضرور کروں گا۔

"آپ نے کہا کہ ۱۹۷۵ء کی بات ہے جب ان کی طالب علمی کا زمانہ تھا اس وقت حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور صاحب ان کے گھر سید پورا تشریف فرما تھے۔ علی احمد صاحب کے والد جناب حافظ عبدالکریم صاحب مرحوم جو خانقاہ رشیدیہ سے نسبت رکھتے تھے حضرت پیر طریقت سے مجھے بیعت ہونے کا حکم دیا۔ بیعت ہونے کے لئے طہارت ضروری ہوتی ہے اس خیال سے جب میں نہانے لگا تو میرے دوستوں نے اس وقت نہانے کی وجہ جاننا چاہی میں نے اپنے بیعت ہونے کی بات بتائی۔ یہ سن کر اور کئی لوگ بیعت کے لئے تیار ہوگئے اور حضرت سے بیعت ہوگئے۔ اس سلسلہ میں جناب علی احمد نے یہ بھی بتایا کہ حضرت پیر طریقت میرے والد کے پیر بھائی تھے اور ہمارے والد ماجد کا بہت احترام کرتے تھے۔

میرے والد کے ہم عصروں میں مولانا غلام غوث صاحب بھی تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی صوبہ بہار کے ضلع پورنیہ کے نعمت پور میں گزاری۔ وہ بھی حضرت پیر طریقت سے بہت ہی قربت رکھتے تھے۔ یہ تینوں بزرگ باکمال

Marfat.com

حضرات (حضرت پیر طریقت، غلام غوث اور میرے والد ماجد) جب کبھی ایک ساتھ بیٹھتے تو بہت ہی خاموشی سے رازدارانہ بات چیت کیا کرتے تھے۔ جناب علی احمد نے یہ بھی بتایا کہ مارچ ۱۹۸۳ء کی بات ہے کہ حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحب چھپرا میں اپنی چھوٹی بیٹی راشدہ خاتون کے یہاں بستر مرگ پر تھے، تو سکندر پور بلیہ، یوپی کے رہنے والے میرے ایک دوست ریاض الدین جو کلکتہ سے اپنے گھر آئے ہوئے تھے اور ابھی تک کسی سے بیعت نہیں تھے، انہیں ایک روشن ضمیر بزرگ کی تلاش تھی۔ جب میں حضرت پیر دستگیر کی زیارت کے لئے چھپرہ جانے لگا تو میرے ساتھ ریاض الدین بھی ہو گئے اور خود بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ ہم بازار سے تبرک کے لئے کچھ میٹھا لے کر کریم چک چھپرا جا کر حضرت سے ریاض الدین کے بیعت ہونے کا خیال ظاہر کیا۔ اگر چہ مولانا موصوف بیمار تھے پھر بھی انہیں خود ہی بیعت کرنے پر آمادہ ہو گئے حالانکہ اس وقت آپ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ یہ اپنے پیر طریقت سے میری آخری ملاقات تھی کچھ دن بعد ہی آپ کے وصال کی خبر ملی تو ہم لوگ آپ کے آبائی وطن ساداتپور گئے اور چہلم میں شامل ہوئے۔

پروفیسر چترویدی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحب بہت ہی کمسنی میں ہی اپنے والد ماجد کی سرپرستی سے محروم ہو گئے تھے۔ آپ اپنے پیر حضرت عبدالعلیم آسی، سکندر پوری، سجادہ

Marfat.com

نشین خانقاہ رشیدیہ کے زیر سرپرستی اور زیر سایہ آ گئے تھے اور انہی کی نگرانی میں تعلیم وتربیت کی ادوار سے گزر رہے تھے۔ اس کا تذکرہ انہوں نے اپنے بیٹے سید محمد منظر صاحب سے کرتے ہوئے کہا کہ "میں ابھی اپنی تعلیم وتربیت کے دور سے گزر رہا تھا کہ حضرت آسیؔ رحمتہ اللہ علیہ بھمن برہ شریف تشریف لے گئے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ یہ سفر آپ کے آخری سفر سے پہلے تھا۔

ایک رات کسی دیہات سے ایک آدمی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ان کے والد یا دادا بستر مرگ پر ہیں اور خانقاہ رشیدیہ کے کسی بزرگ سے بیعت کے آرزومند ہیں۔ آپ ازراہِ کرم زحمت فرمایئے یا کسی دوسرے شخص کو میرے ساتھ جانے کا حکم فرمائیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس آدمی کی آمد سے کچھ دیر پہلے ہی پیر طریقت حضرت آسیؔ نے مجھے (سید عبدالشکور کو) بیعت کرنے کے طریقہ کی پوری تعلیم دے چکے تھے اور اپنی تشفی کے خیال سے اس پر چند سوالات بھی کر چکے تھے۔ میں ابھی پیر طریقت کی قدم بوسی کر کے ان کے حجرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ کسی نے مجھے واپس آنے کا حکم دیا۔

جب میں پیرومرشد حضرت آسیؔ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے باہر سے آئے ہوئے آدمی کے ساتھ جانے اور اس کے بیمار والد یا دادا کو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ آپ کی بات سن کر مجھے نہایت حیرت ہوئی کہ اتنے سارے خلفائے کرام کی موجودگی میں بیعت کرنے کا اعزاز مجھے ہی نصیب ہوا۔ یہ میری زندگی

Marfat.com

میں بیعت لینے کا پہلا اعجاز تھا جو میرے نصیب میں آیا۔

اب میں اس آدمی کے ساتھ اس کے بیمار والد یا دادا کی بیعت لینے کی غرض سے چلا تو میرے دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ اس آدمی کو کس سلسلہ میں بیعت ہونے کی خواہش ہوگی۔ پھر اس کا جواب حاصل کرنے کے خیال سے پیرومرشد کی خدمت میں واپس لوٹ آیا اور عرض کی کہ اس شخص کو کس سلسلہ میں بیعت کروں گا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ خانقاہ رشیدیہ کے تمام سلسلوں کی تمہیں اجازت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت سید عبدالشکور صاحب کا اپنے پیرومرشد کی نظر میں اپنی کمسنی کے باوجود بھی ایک اہم مقام تھا۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اس بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود بھی آپ نے اپنی زندگی میں کبھی اور کہیں سے کسی طرح کے تکبر اور غرور سے کام نہیں لیا۔ آپ کی زندگی کا معیاری معمول رہا۔ پیر طریقت حضرت آسیؔ علیہ رحمۃ کے وصال کے بعد آپ ان کے جانشین حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش یعنی بڑے سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی اور خانقاہ رشیدیہ کی خدمت کرتے رہے اور روحانیت کی دنیا میں آگے آگے بڑھتے رہے۔

حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحب بہت ہی سادگی کے ساتھ اپنی دنیاوی زندگی بسر کرتے تھے۔ دنیاوی شان و شوکت سے آپ نے اپنے آپ کو بچا کر رکھا۔ اس سلسلہ میں آپ کے صاحبزادہ سید محمد منظر صاحب کا قول ہے کہ آپ کا

Marfat.com

لباس بھی خاندان کے دوسرے بزرگوں کی طرح شرعی ہوتا تھا کبھی کبھار تہمند بھی زیب تن کرتے تھے۔ جمعہ یا عید بقر عید کی نماز کی امامت کرنے کے موقع پر عمامہ بھی باندھتے تھے۔ آپ عام طور پر پاجامہ کُرتا اور خانقاہ رشیدیہ کی طرز کی سادی ٹوپی اور صدری کا استعمال کرتے تھے۔ جوتا سادہ سلیم شاہی ہوتا تھا۔ حضرت سید عبدالشکور صاحب نے خانقاہ رشیدیہ کی خدمت اپنی زندگی کے آخری لمحے تک کرتے رہے۔ بقول سید محمد منظر صاحب میرے والد بزرگ وار نے خانقاہ رشیدیہ کا روحانی سلسلہ ۱۹۱۵ء سے سن ۱۹۸۳ء تک بغیر تعطل کے تمام فرائض کو جاری رکھا۔ آپ نے خانقاہ رشیدیہ جونپور کے سلسلہ کو مشرقی پاکستان سے لے کر مغربی پاکستان اور ہندوستان میں بنگال سے راجستھان کے علاقے تک پھیلایا۔ اس کی مثال خانقاہ رشیدیہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ حضرت عبدالعلیم آسیؒ کے مرید اور حضرت سید السادات شہد الحق سید شاہ شاہد علیؒ سبز پوش سے خلافت و اجازت یافتہ تھے۔ آپ کو اجازت و خلافت ۱۷رذی الحج ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۳۰ء کو حضرت سبز پوش نے خود تحریری طور پر عطا کی۔

ڈاکٹر ڈی۔ این، چتر ویدی زاہد صاحب اپنی کتاب ''تصوف اور مشائخ خانقاہ رشیدیہ'' میں لکھتے ہیں کہ..... ''خانقاہ رشیدیہ کے نویں سجادہ نشین حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش گورکھپوری کی حالات زندگی لکھتے ہوئے آپ کے خلفاء سے متعلق لکھتے ہیں کہ سید شاہ ایوب ابدالی کو بھی آپ نے تمام سلسلوں

Marfat.com

کی خلافت واجازت سے نوازا اور اپنے فرزند اور دسویں سجادہ نشین حضرت سید مصطفیٰ علی سبز پوش کی تمام سلاسل عطا کئے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد غلام یسٰین صاحب، حکیم عبداللطیف الرحمٰن صاحب اور سید عبدالشکور سادات پوری کو اجازت وخلافت دی تا کہ سلسلہ کا پھیلاؤ ہوتا رہے اور خانقاہ رشیدیہ کی رشد و ہدایت جاری و ساری رہے سید عبدالشکور سادات پوری مرید تو حضرت عبدالعلیم آسی آٹھویں سجادہ نشین تھے لیکن خلافت واجازت نو وین سجادہ نشین حضرت سید السادات شہدالحق سید شاہد علی سبز پوش سے عطا ہوئی۔

آپ کے تیسرے صاحبزادے سید محمد منظر صاحب اپنی سوانح حیات ''پس منظر'' میں رقم طراز ہیں کہ میرے والد بزرگوار پیر سید عبدالشکور علیمی رشیدی کی شخصیت بڑی مقناطیسی تھی۔ ہر شخص کا خیال تھا کہ آپ سب سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ لوگ دور دراز سے آتے اور اپنی اپنی مرادیں پوری کرا کے واپس چلے جاتے۔ ہر وقت کسی نہ کسی کی آمد اور روانگی لگی رہتی لیکن بہت کم لوگوں کو پتا ہوتا کہ کون کس مقصد سے آیا ہے جب تک وہ خود نہ بتا دے۔ آنے والوں میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو، پنڈت اور سادھو وغیرہ بھی ہوتے تھے اور وہ واپسی پر بہت خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ جیسے انہوں نے اپنی مراد حاصل کر لی ہو۔ بعض تو دہلی اور پنجاب کے شمالی علاقے سے بھی آتے۔ معلوم نہیں انہیں والد کا پتہ کیسے ملتا۔ غالباً ۱۹۷۶ء کی بات ہے میں پاکستان سے

Marfat.com

سادات پور گیا ہوا تھا کہ ایک برہمن ہماچل پردیش سے اپنے دس بارہ سال کے پوتے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ عرض کیا، والد صاحب نے رات کو ان کے ٹھہرنے کا انتظام راجا پور کے برہمن گھرانے میں کرایا۔ رات کو بلا کر لڑکے کے اوپر دم کیا اور کچھ کھانے کو دیا پھر صبح، اسی طرح عمل کر کے رخصت کیا۔ لڑکے نے بڑے ادب سے والد کی قدم بوسی کی اور کچھ باتیں کہیں، پھر وہ دونوں رخصت ہو گئے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا بلکہ برہمن نے خود واپسی میں کسی دوسرے گاؤں میں بتایا کہ اس کا پوتا بول نہیں سکتا تھا لہٰذا والد کا نام کسی نے بتایا تو وہ مراد لے کر آپ کے پاس آیا اور اب پوتا باتیں کرنے لگا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے اپنے لئے کوئی حجرہ خاص نہیں رکھتے تھے۔ آنے والوں سے اپنے گھر کے ورنڈا (سایہ بان) میں چوکی مہمانوں کے لئے اور خود چارپائی پر بیٹھتے تھے اس لئے ہر شخص آنے والے سائل کو کھلے عام دیکھ سکتا تھا البتہ ایسے موقعوں پر غیر متعلقہ شخص از خود نزدیک نہیں بیٹھتے تھے۔

ایسی ہی بہت سے باتیں ہیں جن کا تذکرہ کیا جائے تو پھر عقل کام نہ کرے۔ میرے والد بڑے شفیق انسان تھے کبھی کسی سے سختی سے پیش نہیں آتے تھے۔ بچوں اور بڑوں سے سب سے خوش مزاجی سے ملتے اور بچوں کے کھیلوں میں بھی دلچسپی کا اظہار تعریف یا تنقید کر کے کرتے۔ عبادت گزار تو تھے ہی متقی بھی بہت تھے۔ پیدل چلنا بہت پسند تھا اور بہت اعتدال سے چلنے کی عادت تھی۔ آپ کے

Marfat.com

مریدوں کی تعداد ان گنت تھی اور اگر کوئی معذور یا افلاس کا شکار مرید پیغام بھیجتا تو آپ فوراً رخت سفر باندھتے اور اس کی ہمت افزائی اور مدد کے لئے پہنچ جاتے۔ جہاں جاتے علاقے کے امیر وغریب سب ہی چاہتے کہ آپ کی سواری اس کے ہاں اُترے لیکن ہمیشہ علاقے کے ایسے گھر پر ٹھہرنا پسند کرتے جس کا شمار درمیانے لوگوں میں ہوتا تھا کہ ہر شخص آپ سے ملاقات کی خاطر اس کے گھر بلا کسی جھجک کے آسکے۔ نذرانہ کی مد میں آئے ہوئے پیسے علاقے کے ضرورت مندوں کو دے کر بہت خوش ہوتے اور صاحب حیثیت کی ہمت افزائی کرتے کہ وہ بھی غریبوں کی مدد کریں۔ اس طرح آپ کے مریدوں میں بھائی چارے کی ایک خوش کن کیفیت پائی جاتی اور ایک دوسرے کا بڑا خیال رکھتے۔ آپ کے مرید آج کل کے بنگلہ دیش سے لے کر راجستھان کے علاقے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کے کچھ مرید کراچی میں بھی ہیں۔ جنہوں نے آپ کے ہاتھوں پر ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۰ء میں بیعت کی تھی۔

مختصر سوانح حیات، حضرت سید عبدالبصیر المعروف قبلہ ماسٹر نذیر احمد ''بیگون، چتور گڑھ'' کے مصنف ماسٹر قمر الدین انصاری رازؔ لکھتے ہیں کہ آپ (سید عبدالبصیر) کو اپنے بڑے بھائی حضرت سید عبدالشکور صاحب قبلہ کی بزرگی اور برتری سے پہلے ہی واقفیت تھی اور اب آپ کی صحبت سے آپ کی عظمت اور زیادہ واضح ہوگئی تھی۔ آپ نے اپنے برادران کو بھی بیگون تشریف

Marfat.com

لانے کی دعوت دے دی اور انہوں نے بھی اس پرُ خلوص دعوت کو قبول فرمایا اور باوجود ہزاروں مصروفیات کے آپ کے دونوں بھائی بیگون تشریف لائے۔

آگے ماسٹر قمر الدین انصاری صاحب بیعت ہونے کا منظر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ سید عبدالبصیر المعروف ماسٹر نذیر صاحب اس موقع کے ہی منتظر تھے۔ برادران محترم کے بیگون آتے ہی آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت قبلہ پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی صاحب سے اپنے بیعت ہونے کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گزارش کی کہ وہ آپ کو اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ موصوف نے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ اپنے عزیز حقیقی چھوٹے برادر کی خواہش پوری فرمائی اور ان سے اپنے ہاتھوں پر بیعت لی۔ آپ (حضرت عبدالبصیر) کے ساتھ آپ کے سبھی نزدیکی عقیدت مند اور شاگردان رشیدی بھی حضرت سے بیعت کی دولت سے مالا مال ہوئے جس میں خاکسار بھی شامل ہے۔ پھولوں کی نکہت اور بزرگان دین کی شہرت چھپائے نہیں چھپتی۔ پیر طریقت جناب حضرت سید عبدالشکور صاحب قبلہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، نہ صرف بیگون شریف بلکہ قرب و جوار تک کے لوگ جوق در جوق بیگون پہنچنا شروع ہو گئے اور بیعت ہونے لگے۔

اس طرح سینکڑوں خوش قسمت عقیدت مندوں نے آپ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا اور یوں اپنے دین و دنیا کو سنوارنے کی سمت سفر کا آغاز

Marfat.com

کیا۔ آگے ماسٹر قمر الدین رازؔ صاحب رقم طراز ہیں کہ قبلہ پیر طریقت حضرت سید عبدالشکور نے کچھ عرصہ بیگون میں قیام فرمانے کے بعد اپنے وطن سادات پور تشریف لے جانے کا قصد فرمایا، ویسے بھی آپ کی عمر مبارکہ سو سال ہو چکی تھی۔ آپ بے حد لاغر اور کمزور ہو چکے تھے۔ جسمانی طاقت اور حالت تو ایسی تھی ہی نہیں کہ آپ وطن چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کا رُخ کر سکتے، لیکن اہل بیگون کے اصرار اور روحانی قوت کے سبب آپ انہونی کی پرواہ کئے بغیر کئی دفعہ بیگون شریف تشریف لائے اور لوگوں کی بیعت کی خواہش پوری کی۔ الغرض جب بیگون کا کام پورا ہو جاتا تو آپ سادات پور کے لئے روانہ ہو جاتے اور پھر کچھ عرصہ بعد ہی ۱۲ر جنوری ۱۹۸۴ء کو دنیا فانی سے پردہ فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون.

محترم امیر حسن شاہدی رشیدی ساکن ملدھیا، ضلع مغربی چمپارن بہار، اپنے ایک ۲۲ر مئی ۱۹۷۸ء کے قلمی مسودہ* میں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

"خدا کا شکر ہے کہ مندرجہ ذیل واقعہ کا مشاہدہ راقم الحروف نے خود کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت علامہ عبدالعلیم آسیؔ علیہ الرحمہ کے عرس پاک کے مبارک موقع پر بارگاہ علیمیہ، محلہ نورالدین پورہ، غازی پور، یوپی، حاضر ہوا تھا۔ حسن اتفاق سے راقم کے پیر و مرشد خانقاہ رشیدیہ کے چشم و چراغ، سجادہ نشین

* محترم امیر حسن کا قلمی مسودہ ان کے صاحبزادے مولانا قمر الحسن نے مجھے دیتے ہوئے کہا تھا کہ والد ماجد نے یہ مسودہ اس لئے لکھا تھا کہ اس کو کتابی صورت میں چھپوا کر شائع کروں گا لیکن ان کی زندگی نے ساتھ نہیں دیا اور یوں یہ کام ادھورہ رہ گیا۔

Marfat.com

حضور پرُ نور سید السادات منبع البرکات شہود الحق رشید الدین حضرات شاہ سید شاہد علی سبز پوش علیہ الرحمہ تشریف فرماتھے جن کو بڑے سرکار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس موقع پر حضور پرُ نور سید السادات منبع البرکات شاہ الحاج سید عبدالشکور صاحب قبلہ مدظلہ العالی بھی حاضر خدمت تھے۔نہ جانے کس وجہ سے یہ بات آگئی تھی جس پر بڑے سرکار عالی وقار رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے تھے کہ خانقاہ رشیدیہ کے جملہ سجادگان اور خاندان حضرت میر سید السادات سعد اللہ المعروف سید شاہ مداری سادات پوری سے ایسی مناسبت رہی جیسے چولی دامن اور شیر وشکر کا ہوتا ہے اور حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد رشید دیوان جیو علیہ الرحمہ سے لے کر نیچے کے تمام بزرگوں کے حالات اور ان سے نسبت کا ذکر فرماتے ہوئے جب اپنی اور حضرت سید عبدالشکور صاحب تک بات آپہنچی تو ازراہ انکساری بڑے سرکار خاموش ہو گئے اور حضور سید عبدالشکور صاحب قبلہ سرکار کے دامن سے لپٹ کر رونے لگے۔ واہ رے لطف وکرم خاکسار نے دیکھا کہ حضور سید صاحب قبلہ کو سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے آغوش میں لے کر اپنے سینہ پاک سے لگایا اور ”میرا سید، میرا سید“ کہتے رہے۔“

یہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ان دونوں بزرگوں کے مابین شروع سے ہونے والی باتوں کا ذکر تفصیل سے عرض کروں تو بات طویل ہو جائے گی اور اصل مقصد فوت ہونے کا امکان ہے اس لئے اختصار سے کام

Marfat.com

لے رہا ہوں۔ حضرت سید عبدالشکور صاحب قبلہ کے پَر دادا حضرت سید مخدوم علی کے والد حضرت سید اسد اللہ حضرت قیام الحق شاہ امیر الدین قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے اور شاہ قیام الحق علیہ رحمۃ حضرت مولانا ابوالخیر قطب الہند حضرت غلام معین الدین امیری کے والد ماجد تھے۔ جب حضرت سید عبدالشکور صاحب کے پَر دادا کے والد سید اسد اللہ کا وصال ہو گیا تو ان کے فاتحہ چہلم میں حضرت قطب الہند رحمۃ اللہ علیہ سادات پور چہلم کے موقع سے تشریف فرما ہوئے اور دیکھا کہ حضرت سید اسد اللہ علی رحمۃ اللہ علیہ دو بچے اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ ایک کی عمر دس اور دوسرے کی عمر بارہ سال کی تھی۔ بڑے بیٹے کا نام حضرت سید شاہ مخدوم علی اور چھوٹے کا نام سید شاہ حسن علی ہے۔ حضرت سید اسد اللہ اور حضرت قطب الہند پیر بھائی تھے اور یہ دونوں حضرت قیام الحق شاہ امیر الدین کے خلفا میں سے تھے۔ حضرت قطب الہند رحمۃ اللہ علیہ بعد فاتحہ چہلم حضرت سید اسد اللہ کے دونوں اولادوں کو یعنی سید شاہ مخدوم علی اور سید شاہ حسن علی کو اپنے ساتھ لے کر خانقاہ عالم پناہ رشیدیہ، محلّہ پیر مست، جونپور شریف لے کر چلے گئے اور دونوں بھائیوں کی ذمہ داری خود اُٹھائی اور تعلیم و تربیت کا مکمل بندوبست کروایا۔

سید شاہ مخدوم علی اور سید شاہ حسن علی کی دینی تعلیم کے علاوہ عربی اور فارسی وغیرہ کی بھی تعلیم دلوائی۔ ان دونوں حضرات کو مکمل بارہ برس تک جونپور میں اپنے زیر سایہ رکھ کر پرورش کی اور تعلیم دلوائی۔ ان کی عظمت اور بزرگی راقم کیا بیان

Marfat.com

کر سکتا ہے جنہوں نے سرکار دیوانِ جیو کے آستانہ پر اور ہندوستان کے قطب کے زیر سایہ تعلیم اور پرورش پائی ہو۔

ہاں جب بارہ سال کے بعد آپ خانقاہ رشیدیہ، جونپور سے ان دونوں بھائیوں کو ساتھ لے کر ساداتپور آئے تو پورا مکان گر کر برباد ہو چکا تھا۔ مکان کو سرکار قطب الہند نے خود تعمیر کروایا اور ان دونوں بھائیوں اور ان کی ایک بہن کی شادی کروائی۔ وہ مکان آج تک یادگار قطب الہند تبرکاً باقی ہے۔ جس کو سادات پور کے بزرگوں نے تبرک کے طور پر قائم رکھا ہوا ہے گرچہ مکان بوسیدہ ہو چکا ہے لیکن زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ اسے ہمیشہ قائم رکھے جو پیران عظام کی یادگار ہے۔ جس سے نظروں کو نور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

میر سید شاہ مخدوم علی اپنے والد میر سید اسد اللہ کے جانشین ہوئے۔ آپ کا جید علماء دین میں شمار ہوتا تھا۔ آپ مشرقی یوپی، بہار اور بنگال میں خانقاہ رشیدیہ، جونپور کے سلسلہ ارادت کو بہت مقبول اور معروف کروایا۔ ان علاقوں کے مسلمان آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی سعادت کو دل سے پسند کرتے تھے۔

آپ کا شمار قیام الحق شاہ امیر الدین قدس سرہٗ سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جون پور کے ممتاز خلفاء میں ہوتا تھا۔ حضرت بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے کیونکہ آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت میں پلے اور بڑے ہوئے تھے۔ آپ کا وصال ۱۱ر جمادی الثانی بعد مغرب ہوا اور سادات پور میں مدفون ہیں۔ آپ کی دو

Marfat.com

اولادیں ہوئیں جن کا نام سید تصدق حسین اور سید عبدالعلی رکھا گیا۔ دونوں بھائیوں کی تعلیم و تربیت بھی خانقاہ رشیدیہ جونپور کے زیرسایہ سجادہ نشینوں سے ہوئی۔ خوش نصیب، حضور سرکار قطب الہند نے سید تصدق حسین کو دینی تعلیم اور قرآن پاک حفظ کروانے کے بعد بی بی غوث باندی کی مسجد، شہر سیوان، ضلع سارن میں امام اور خطیب کی جگہ رکھوایا۔ یہ مسجد سیوان کے نئی قلعہ میں ہے جس میں آج دارالعلوم معینہ حیدریہ علیمیہ بھی قائم ہے اور دوسرے بھائی سید عبدالعلی کو اپنے ہمہ وقت ساتھ رکھا۔

محترم امیر حسن شاہدی رشیدی آگے اپنے مسودہ میں لکھتے ہیں کہ بعد ذکر حافظ سید تصدق حسین کے مجھے سرکار سید عبدالعلی اور ان کی نسل پاک کا ذکر مقصود و مطلوب ہے اس لئے کہ ان کا تعلق آج بھی خانقاہ رشیدیہ سے جاری وساری ہے۔ جناب سید عبدالعلی کے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ سب سے بڑے سید امیر حسن منجھلے، سید محمد حسن اور چھوٹے سید علی حسن تھے۔ سید علی حسن کی اولاد میں جناب سید احمد حسن صاحب عرف مستان شاہ موجود ہیں۔ سید محمد حسن لاولد فوت ہوگئے۔ حضور سید امیر حسن جو تینوں بھائیوں میں بڑے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے چار نرینہ اولاد عطا کیں۔ سب سے بڑے سید عبدالغفور صاحب کا انتقال جلد ہوگیا۔ آپ کی ایک نرینہ اولاد سید محمد یعقوب دنیاج پور، مشرقی پاکستان میں رہائش پذیر ہیں۔ دوسرے صاحبزادہ سید السادات منبع البرکات

Marfat.com

حضرت سید شاہ الحاج پیر طریقت قاطعۂ شرک و بدعت خلیفہ خانقاہ رشیدیہ سید عبدالشکور صاحب قبلہ مدظلہ العالی ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ حافظ سید شاہ عبدالرزاق صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ بصیریہ، خواجہ باغ، بیگون شریف چتوڑ گڑھ کے ہیں اور سب سے چھوٹے صاحبزادہ حضور پُرنور دیوانہ خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت سید شاہ بابا بصیر احمد المعروف ماسٹر سید نذیر احمد ساداتپوری ثمہ بیگونی راجستھانی علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ لاولد ہیں۔ جبکہ حافظ سید عبدالرزاق صاحب قبلہ کے تین صاحبزادوں میں سید صفدر اور سید نسیم پاکستان چلے گئے جبکہ چھوٹے صاحبزادہ کلیم بابو والد کے ساتھ ہی سادات پور میں مقیم ہیں۔ حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور کی اولادوں کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

جناب امیر حسن شاہدی رشیدی ساکن ملدھیا ضلع مغربی چمپارن مزید آگے اپنے قلمی مسودہ میں لکھتے ہیں وقتاً فوقتاً حضرت سیدی دیوانہ خواجہ غریب نواز حضرت سید عبدالبصیر صاحب علیہ الرحمہ کا ذکر سن کر دل میں اشتیاق پیدا ہوتا تھا کہ آپ کے آستانہ عالیہ کی زیارت کرنے جاؤں لیکن کچھ ذاتی مجبوری کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضور پُرنور الحاج سید عبدالشکور حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تو میں برائے قدم بوسی ساداتپور، حاضر خدمت ہوا۔ دوران گفتگو میں نے عرض کیا کہ حضور بیگون شریف لے جاتے وقت مجھ غلام کو اطلاع کر دیں تو میں بھی آپ حضور کے ساتھ چلوں گا۔ حضور

Marfat.com

نے فرمایا کہ بیس بائیس رمضان تک جانے کا خیال ہے۔انشاءاللہ اس سے قبل اطلاع کردوں گا۔اللہ کا شکر ہے کہ اگست ۱۹۷۸ء یعنی رمضان ۱۳۹۸ھ کو حضرت سید شاہ الحاج عبدالشکور صاحب مدظلہ العالی نے خط لکھا تم بیگون شریف، راجستھان جانے کے لئے میرے پاس چھپرہ آجاؤ۔ریل گاڑی میں تمہارے لئے سیٹ ریزرو کرالی گئی ہے۔

خط پاتے ہی میں اپنے بیٹے قمرالحسن اوراس کی والدہ والحاج عبدالرحمٰن، مختاراحمد شاہدی اورمحمد یونس انصاری کے ہمراہ چھپرہ پہنچا۔جہاں سید صاحب موصوف پہلے سے تیار تھے اوروہاں سے روانہ سفر ہوئے۔سرکار سید عبدالشکور مدظلہ العالی کا کرم تھا کہ ہم سب اس مبارک سفر پرآپ کی سربراہی میں روانہ ہوئے ورنہ مبارک سفر غلاموں کونصیب نہ ہوتا۔مؤرخہ ۲۹راگست ۱۹۷۸ء مطابق ۲۴ررمضان ۱۳۹۸ھ کو چھپرہ سے ۹ربجے رات والی گاڑی سے چل کر ۸ربجے صبح ۳۰راگست کو بنارس پہنچے۔بنارس سے دہلی جانے والی گاڑی ۳ربجے ملنے والی تھی ہمارے پاس ۶ گھنٹے کا وقت تھا۔حضور سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ سرکار مخدوم طیب بنارسی علیہ رحمہ کے آستانہ عالیہ کی مڑواڈیہہ میں زیارت کرلی جائے۔وہاں بذریعہ ٹانگہ پہنچ کر چوکھٹ بوسی کی، فاتحہ کی اورنماز ظہراداکی۔میری مخدوم کے حق میں ایک منقبت جناب مختاراحمد اوریونس نے آستانہ پرپیش کی جس کے بول تھے۔

Marfat.com

ہو ایک نظر خدارا طیب بنارسی

کرلوں تیرا نظارہ طیب بنارسی

جس کو سن کر سبھی موجود افراد وجد میں آ گئے۔ سرکار مخدوم طیب بنارسی حضور پُر نور شیخ محمد رشید دیوان جیوؒ کے مرشد ہیں۔ حضرت دیوان جیوؒ کو چشتیہ سلسلہ میں اجازت و خلافت آپ نے ہی عنایت کی۔ آج تک آستانہ عالیہ مخدوم طیبہ زیرنگیں خانقاہ رشیدیہ ہے اور سلسلہ چشتیہ طیبہ جاری و ساری ہے۔ حضرت دیوان جیوؒ کو حضرت مخدوم طیب سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ روزانہ مرشد کی خدمت میں جونپور سے پیدل مڑواڈیہہ بنارس آتے اور پھر واپس چلے جاتے جبکہ بنارس جونپور سے ۳۶ میل کی دوری پر ہے۔ بقول حضرت آسیؔ کہ......

ظاہر و مظہر میں فرق ایسا نہیں

پیر ہاتھ آیا تو پیغمبر ملے

ہم سب مڑواڈیہہ سے واپس بنارس آ گئے اور دہلی کے لئے گاڑی پر سوار ہونے کے لئے اسٹیشن آ گئے۔ بنارس میں ذکی حسن بابو جو سید صاحب کے بھانجے ہیں ساتھ تھے۔ بنارس میں ریلوے میں افسر ہیں۔ انہوں نے ہم لوگوں کے لئے افطاری، کھانا اور سحری وغیرہ کا انتظام کر کے ہمارے ساتھ کر دیا جو ہم لوگوں کو دوسرے دن کے لئے بھی کافی ہو گیا۔

لہٰذا اسی دوپہر دن کو بنارس سے ہم سب دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ صبح دہلی

Marfat.com

پہنچ کر پہلے ہم سب سرکار سیدنا محبوب الٰہیؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے لئے گئے۔ سرکار محبوب الٰہی کی تعریف توصیف بزرگی مجھ ناچیز سے کیا بیاں ہوسکتی ہے۔ آپ کا مرتبہ ومقام لقب ''محبوب الٰہی'' سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ یہاں سے ہم سب زیارت اور حاضری کے لئے سرکار حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالی، مہرولی پہنچے۔ سرکار قطب بابا بختیار کاکیؒ کے مرتبت کا اندازہ اس واقعہ سے کرسکتے ہیں۔ ایک بار بہت سے صوفیائے کرام تشریف رکھتے تھے جس میں سرکار غریب نواز بھی تھے۔ درویشوں کا فاقہ تھا۔ عین اس وقت ایک خوان مجلس فقراء میں آسمان سے اُترا، جب قریب آیا تو لوگوں نے ہاتھ میں لینا چاہا لیکن جب ہاتھ کو بڑھاتے تو خوان اُوپر چلا جاتا باری باری سبھی نے قسمت آزمائی کی لیکن جب کسی کے ہاتھ خوان نہ آیا تو حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب بختیار رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ تم خوان کو پکڑو۔ آپ نے جونہی ہاتھ بڑھایا خوان آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ خوان میں روٹیاں تھیں۔ سرکار حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بابا بختیار کاکی (کاکی روٹی کو کہتے ہیں) اور اس طرح حضرت قطب رحمۃ اللہ علیہ کے نام بختیار کے ساتھ ''کاکی'' مشہور ہوگیا۔ ہمارے قافلہ میں حضرت پیر طریقت الحاج سید عبدالشکور، جناب حافظ سید عبدالرزاق صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ بصریہ، بیگون، جناب حضرت ماسٹر عزیز احمد، شاہ پورا، جناب الحاج عبدالرحمٰن چمپارن، جناب مختار احمد

Marfat.com

صاحب، چمپارن، ماسٹر محمد یونس انصاری، چمپارن اور احقر کی اہلیہ اور پانچ سال کا بیٹا قمر الحسن اور بھتیجا انظار الحق، فقیر محمد، حضور پیرو مرشد سیدی عبدالشکور کا خادم خاص پیر محمد اور میں خود کاتب الحروف خاک پائے اہل کمال امیر حسن ملدھیاوی، چمپارن دلگیر شاہدی عفی عنہ کل ۱۱ افراد تھے۔

مہرولی کے آستانہ حضرت قطب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری اور زیارت چوکھٹ اور قدم بوسی کے بعد ہم دہلی واپس آگئے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے تمنا حاضری لئے حضور خواجہ سیدنا نصیر الدین روشن چراغ کے آستانہ کی زیارت کے لئے نہیں جاسکے۔ دہلی اسٹیشن سے ہم اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوئے اور یکم ستمبر بمطابق ۲۷ رمضان کی صبح اجمیر شریف پہنچے۔ اجمیر اسٹیشن سے ہم جناب خادم درگاہ درویش صالح محمد چشتی کے ہاں پہنچے۔ موصوف نے نہایت خندہ پیشانی سے ہمیں خوش آمدید کہا۔

درویش صالح محمد چشتی نے حضرت سیدی عبدالبصیر المعروف سید ماسٹر نذیر کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی ہے لہٰذا ان کے اوصاف کا کیا کہنا۔ اللہ والوں کے خدام بھی مخدوم ہی ہوا کرتے ہیں۔ بہر حال جمعہ کی نماز کے پہلے غسل کرنے والوں نے غسل کیا اور ہم سب جمعۃ الوادع کی نماز کے لئے شاہ جہاں مسجد گئے اور نماز ادا کی۔ سرکار غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی تعریف کوئی کیا کرسکتا ہے جو شاہوں کا شاہ ہو۔ بعد نماز جمعہ سرکار سیدی عبدالشکور پیر طریقت کی

Marfat.com

معیت میں ہم غلامان بارگاہِ غریب نواز حاضر دربار ہوئے چوکھٹ چومی تو دل بے ساختہ پکار اُٹھا......

اپنی ہستی سے جو ہو جائے جدائی میری
میں بنوں آپ کا ، ہو ساری خدائی میری
آسیؔ

یہاں گردن جھکائی ہے زمانے کے سب شاہوں نے
کی تعظیم آ کر یہاں سب کج کلاہوں نے
دلگیرؔ شاہدی

دربارِ غریب نواز سے ۲۸ رمضان کو ہم سب ریلوے اسٹیشن سے صبح ۸ بجے چتور گڑھ کے لئے روانہ ہوئے۔ درویش صالح محمد چشتی اور ان کے صاحبزادہ نے اسٹیشن تک چھوڑا اور راستے کے لئے سحری اور افطاری کا سامان بھی ساتھ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس ذرہ نوازی کا صلہ ان کو عطا کرے۔ رات کے دو بجے ہم چتور گڑھ ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن سے ہم سب غلام نبی عرف کاکا کے گھر پہنچے۔ اضافی نام کاکا حضرت سید عبدالبصیر نے دیا تھا۔ جس کے معنی راجستھان میں چچا کے ہوتے ہیں۔ کاکا نے ہماری بے لوث خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کاکا کی اہلیہ زیتون بائی بھی اپنے شوہر سے کسی طرح کم نہیں تھیں۔ میاں بیوی حضرت سید عبدالبصیر کے شیدائی ہیں۔ دوران گفتگو جب حضرت کا ذکر آتا ان

Marfat.com

کی آنکھوں سے آنسو کی لڑیا جاری ہو جاتیں۔ حضرت بھی ان دونوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ آخری وقت بھی حضرت نے ان ہی کے گھر میں گزارا اور وصال کے بعد بھی وہ کمرہ تبرکاً حفاظت سے میاں بیوی نے سنبھال رکھا ہوا ہے۔

۲۹ رمضان کے دن چتور گڑھ سے ہمارا قافلہ حضور پیر طریقت کی معیت میں خواجہ باغ، بیگون، بذریعہ بس روانہ ہوا۔ جونہی بس بیگون کے بس اڈہ پر رُکی انسانوں کا ایک لہراتا ہوا سمندر نظر آیا۔ جس میں بچے، بوڑھے اور عورت مرد سبھی حضرت پیر طریقت کو خوش آمدید کہنے کے لئے بے چین نظر آئے۔ سبھی لوگوں کے ہاتھوں میں تازہ پھولوں سے مرصع عقیدت اور محبت کی مالا اور سب کی زبانوں پر نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ غوث اعظم اور نعرہ غریب نواز جاری تھا۔ ہم سب بس سے اُتر کر جیپ میں سوار ہوئے تو چہار جانب سے پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ اہل بیگون گلے میں پھولوں کے ہار پہنا کر پیر طریقت کی قدم بوسی اور دست بوسی کرنے لگے قافلہ کے دیگر افراد پر بھی ذرہ نوازی ہوتی رہی۔ وہ منظر قابل دید تھا۔ راقم نے اس سے قبل ایسا دلکش و دلربا منظر نہیں دیکھا تھا۔ یہ مستی و سرشاری دیکھ کر مولانا ایمنؔ سکندر پوری کا یہ شعر زبان پر آ گیا......

کن مست نگاہوں نے جادو کیا ہے ایمنؔ
کچھ چال میں لغزش ہے اور صورت مستانہ

بہر حال بیگون بس اڈہ سے جیپ شیدائیوں کے جھرمٹ میں رینگتی ہوئی

Marfat.com

چلی آگے پیچھے لوگوں کا جلوس چل رہا تھا۔ جوں جوں جلوس آگے بڑھتا رہا لوگ آ
کر شامل ہوتے گئے اور جلوس نے بڑی شکل اختیار کر لی۔ جلوس کے آگے بہت
بڑا پرچم ہلالی لہرا رہا تھا جو اہل بیگون کی عقیدت اور اسلامی شان کی ترجمانی کر رہا
تھا۔ بیگون قصبہ کے دونوں طرف دو منزلہ مکانوں کی بالکونیوں سے عقیدت مند
عورتیں اور بچے بچیاں پھول نچھاور کر رہی تھیں۔ ہندو بھی مسلمانوں سے اظہار
وعقیدت مندی میں پیچھے نہیں تھے۔ مکانوں سے باہر آ کر جھک جھک کر پرنام کر
رہے تھے۔

یہ جلوس رواں دواں قصبہ سے باہر خواجہ باغ پہنچا۔ یہ چند جملوں میں
جو کچھ میں نے اظہار خیال کیا ہے اس سے مجھے خود بھی تسلی نہیں ہوئی لیکن یہی
شان تھی ہمارے حضرت پیر طریقت سید السادات عبدالشکور کی جو معمولی لباس
میں بادشاہت کی شان رکھتے تھے۔ یہ تو بیگون، راجستھان کی بات ہے۔
حضرت جس علاقے میں چلے جاتے آپ کی یہی قدر تھی حالانکہ یہ بات آپ کو
بالکل پسند نہیں تھی لیکن لوگوں کے دلوں کو خوش ہوتے دیکھ کر آپ اس قسم کے
جلوسوں سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے تھے اور خندہ پیشانی سے کام لیتے
تھے۔ ضلع مغربی چمپارن کی ایک بستی ملدھیہ کے رہنے والے مرحوم امیر حسن
شاہدی کے خط مؤرخہ ۲۷ رجون ۱۹۷۳ء بنام سید محمد منظر ابن سید عبدالشکور ایک
اقتباس پیش خدمت ہے۔

Marfat.com

از ملدھیا

مؤرخہ ۲۷ر جون ۱۹۷۳ء

محترم المقام حضرت سید بابو منظر عالم صاحب

السلام علیکم!

بندہ مع الخیر بلکہ طالب خیر ہے اُمید کہ مزاج مبارک بخیر ہوگا۔
ضروری اینکہ مؤرخہ ۱۶ر جون کو آنجناب کے والد صاحب قبلہ اور آپ کے چچا حافظ وقبلہ سے محمد امین بابو کے ہوٹل چھپرہ میں ملاقات ہوئی آنجناب کے گھر سبھی طرح خیریت ہے۔ وہاں سے میں اور حضرت سید صاحب گورکھپور بڑے سرکار کے دربار میں گئے وہاں سید محمد طیب بابو ابدالی، اسلام پوری سے ملاقات ہوئی چار روز ہم لوگ ساتھ رہے۔ ساتھ ہی چھپرہ تک واپسی میں آئے آنجناب کے والد کے دائیں پیر میں پھلیریا ہوگیا ہے جو کافی سوج گیا ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے علاج کا مشورہ دیا ہے مجھ سے انہوں نے فرمایا کہ چھپرہ رُک جاتا ہوں یہیں ڈاکٹر سے دکھلاؤں گا۔

حضرت کی ذات گرامی بلاشک ولی ہے ایسے حضرات خدا پر توکل کرنے والے ہوتے ہیں انہیں حضرات کی شان اقدس میں قرآن کا ارشاد ہے کہ ”ان اللہ معہ الصابرین“ ان حضرات نے میدان جرورما کا اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے خدا سے دعا ہے کہ خدائے

Marfat.com

تعالیٰ ہم گنہگاروں کو ان بزرگوں کے زیر سایہ رہ کر خدمت کرنے کا موقع عطا کرے آمین۔ حضرت نے آنجناب کا روانہ کردہ خط دکھلایا جس میں آنجناب نے اپنے مکان خریدنے کا ذکر کیا ہے پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اور بیساختہ زبان سے نکلا کہ خدا وہ گھر آنجناب کو مبارک کرے اور اُس کو دارالامن بنادے۔ آمین

سید محمد اصغر بن حضرت سید عبدالشکور سمات الاخیار ثانی اشاعت ۱۴۱۹ھ میں حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور سے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت کے والد ماجد ''سید امیر حسن'' جن کو حضرت عبدالعلیم آسیؔ سے اجازت وخلافت حاصل تھی انتقال فرما چکے تھے۔ دوسری طرف حضرت عبدالعلیم آسیؔ کی وفات کے بعد ان کے جانشین اور خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہد علی رشیدالدین شہود الحق فانیؔ سبز پوش گورکھپوری ہوئے۔ حضرت سید عبدالشکور کم عمری میں حضرت آسیؔ سے مرید تو ہو چکے تھے لیکن خلافت اور اجازت آپ سے تحریری نہیں مل سکی تھی۔ حضرت کو اس بات کی تشویش تھی کہ کہیں وہ اس نعمت اعظمیٰ سے محروم نہ رہ جائیں۔ اسی لئے انہوں نے بہمن برہ کے عرس کے موقع پر حضرت شاہ غلام معین الدین قطب الہند مرشد حضرت آسیؔ کے مزار پر دعائیں مانگیں تا کہ مراد پوری ہو۔ وجہ یہ تھی حضرت بڑے سرکار سبز پوش کو سجادہ نشین ہوئے تقریباً ۱۲۔۱۳ رسال ہو گئے تھے اور حضرت نے سید عبدالشکور کو اجازت وخلافت عطا کرنے کی طرف

Marfat.com

توجہ نہیں فرمائی تھی حالانکہ آپ مسلسل خانقاہ رشیدیہ کی تمام خدمت کرنے میں کوئی وقیقہ فرد گزاشت نہیں کرتے تھے۔ دوسرے دن سید شاہد علی رشید الدین شہود الحق فانیؔ سبز پوش نے آپ کو ڈھونڈ کر بلوایا اور شکایت کی کہ میرے پاس کیوں نہیں آئے اور پیروں سے شکایت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی وقت خلافت نامہ لکھ دیا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ خلافت نامہ اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

اصغر ساداتپوری مزید لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب قبلہ طبعاً خاموش رہتے تھے اور اپنا زیادہ تر وقت مردانہ میں گزارتے تھے۔ میں نے ہر حال میں آپ کو خوش دیکھا کبھی پریشانی میں نہیں دیکھا۔ آپ اپنی اولادوں کو نصیحت تو نہیں کرتے تھے مگر اپنے طرز عمل سے پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے جس کو ہم سب کبھی نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ آپ مہمانوں کی آمد سے بہت خوش ہوتے تھے اور ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ جب بھی عرس، دعوت یا تقریب کا موقع ہوتا تھا تو اس وقت تک خود کھانا یا ناشتہ تناول نہیں فرماتے تھے جب تک آخری مہمان شکم سیر نہ ہو جاتا۔ غریب اور نادار مریدین کی دلجوئی میں کافی دلچسپی لیتے تھے۔ ان کی پریشانی دور کرنے میں ہر طرح کا تعاون کرتے تھے۔

ہمارے گاؤں میں ہندوؤں کی تالیف قلوب کی وجہ سے گائے کی قربانی نہیں ہوتی تھی ہمارے گاؤں کے کچھ لوگ کلکتہ شہر میں مقیم ہوئے اور مسلم لیگ کی نشاۃِ

Marfat.com

ثانیہ کی پیش نظر بستی میں گائے کی قربانی کی کوشش کی جس کے نتیجے میں ہندو مسلم فسادات برپا ہوئے۔ یہ بات والد ماجد کے مسلک کے خلاف تھی لیکن نہ چاہتے ہوئے ان کو مسلمانوں کا ساتھ دینا پڑا۔ جس کی وجہ سے ہندوؤں کے نزدیک ان کی شخصیت متنازعہ ہوگئی اور پاکستان بننے کے بعد جب ہم لوگ پاکستان آ گئے تو ایک روز ہندوؤں نے گنے کے کھیت میں چھپ کر ان پر حملہ کر دیا جس کو انہوں نے اپنی چھڑی پر روکا بلکہ دو ایک حملہ آوروں کو چوٹ بھی آئی مگر آپ محفوظ رہے۔ دوسرے دن ایک حملہ آور جس کو چوٹ آئی تھی وہ مر گیا اور دوسرے کی گائے مر گئی۔ اس کے بعد اس علاقے کے تمام ہندوؤں نے آ کر میرے والد صاحب سے معافی مانگی اور تاحیات ان کی حفاظت کرتے رہے۔ وہ ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔

مجھے اپنے والد اور والدہ کی معیت میں ۱۹۷۷ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرے چھوٹے بھائی سید محمد منظر کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ہندوستانی اور پاکستانی شہریوں کو ایک ساتھ حج کرنے کا موقع فراہم ہوا جبکہ میں اور والدہ دونوں پاکستانی اور والد ماجد ہندوستانی پاسپورٹ رکھتے تھے۔

سید اصغر صاحب آگے لکھتے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں کئی بار مشرقی پاکستان آئے کیوں کہ وہاں ہم سب ان کے خاندان کے افراد چٹاگانگ میں مقیم تھے اس کے علاوہ آپ کے بے شمار مرید رنگپور، دیناپور، سعد پور اور میمن سنگھ کے

Marfat.com

علاوہ ہندوستان سے آئے ہوئے لوگ آپ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔

جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش ۱۹۷۱ء میں بن گیا تو ہم سب خاندانی افراد کراچی آ گئے تو پھر آپ دوبارہ ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۰ء میں کراچی بھی تشریف لائے۔ کراچی کی ایک بڑی تعداد میں افراد بھی آپ کی بیعت میں شامل ہوئے۔ تیسری بار جب وہ ڈاکٹر مہہ جبیں کی شادی میں شرکت کے لئے ۱۸/دسمبر ۱۹۸۱ء کو پاکستان آرہے تھے کہ دہلی ایئر پورٹ پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور پاکستان کا سفر مؤخر ہوگیا۔ ہمدرد پاکستان کراچی کے ڈاکٹر الیاس کی سفارش پر ہمدرد دہلی فاؤنڈیشن نے ان کی بڑی مدد کی۔ بعدازاں میرے چھوٹے بھائی سید نفیس احمد جرمنی سے دہلی جاکر والد صاحب کو چھپرہ لے گئے جہاں ان کا علاج ومعالجہ ہوا لیکن وہ صحت یاب نہ ہوسکے اور ۷/ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۲/جنوری ۱۹۸۴ء کو اس دارفانی سے کوچ کر گئے اور سادات پور کے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

بزرگان سلاسل رشیدیہ کا شروع ہی سے یہ طریقہ رہا ہے کہ قبر کی پہلی رات میں میت کے لیے ''صلوٰۃ الہول'' پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ (والد بزرگوار) نے حج کے موقع پر مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ قبر میں جب میری پہلی رات ہوتو تم صلوٰۃ الہول پڑھنا۔

اس زمانے میں یعنی ۱۹۸۴ء میں والد بزرگوار کے رحلت کی اطلاع ہندوستان سے پاکستان براہِ راست آنے کی کوئی صورت بظاہر نظر نہیں آرہی تھی

Marfat.com

لیکن نیک اور ولی کی خواہشوں کو منظور کرنے کے لئے اللہ کا نظام اپنا ہے، اسباب وہی پیدا کرتا ہے۔ میرے چھوٹے بھائی نفیس سلمہٗ جرمنی میں مقیم تھے اور اپنے ایک دوست مقیم دہلی کو والد ماجد صاحب کی گاہ بہ گاہِ خیریت کی خبر لینے کے لئے چھپرہ کا ٹیلیفون کا نمبر دے رکھا تھا اس لئے چھپرہ میں سبھی کو پتا تھا کہ نفیس سلمہٗ کا دوست دہلی میں ہے اور جرمنی میں نفیس سے رابطہ میں رہتا ہے۔ اس کو فوراً چھپرہ سے آپ کے وصال کی اطلاع دے دی گئی اور اس نے نفیس سلمہٗ کو بلا تاخیر ٹیلیفون سے اطلاع دیدی اور رات سے قبل ہی کراچی میں آپ کے وصال کی اطلاع آ گئی اور آپ کے حکم کی تعمیل میں مجھے صلوٰۃ الہول پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

یہاں یہ لکھنا ضروری ہے کہ خانقاہ کے رشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت سید محمد مصطفیٰ سبز پوش کی شہادت ۱۹۷۸ء کے بعد کسی مستحق خلیفہ نے سجادہ نشین ہونے کی تمنا نہیں کی لیکن خانقاہ کے سلسلہ کو جاری رکھنا بھی اپنے فرائض میں شامل سمجھا۔ لہٰذا پہلے افضل خلیفہ حضرت سید شاہ ایوب ابدالی، اسلام پوری نے قائم مقام کا عہدہ سنبھالا اور آپ کے مددگار کے طور پر حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی اور حضرت مولانا محمد یٰسین پورنوی مصروفِ عمل رہے۔ حضرت ابدالیؒ کے وصال ۱۳۸۷ھ کے بعد حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی نے قائم مقام کا منصب سنبھالا اور آپ کی مدد کے لیے حضرت مولانا محمد

Marfat.com

یٰسین آگے آئے۔ ان دونوں کے زمانے میں بہت سارے تعمیری کام اور خانقاہ کی مرمت وغیرہ کے کام ہوئے جوان بزرگوں نے اپنی جیب خاص سے کروائے ۔اسی زمانے میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے علاقوں میں خانقاہ رشیدیہ کا سلسلہ نئے سرے سے متعارف ہواا اور ہندوستان میں ضلع چتور گڑھ، قصبہ بیگون ،راجستھان میں یہ سلسلہ کو بہت پسند کیا جانے لگا اور ضلع چتور گڑھ کے قصبہ بیگون میں رشیدیہ سلسلہ کی ذیلی خانقاہ بھی وجود میں آئی۔اس کے علاوہ نایاب ہونے والا حضرت آسی کا دیوان ''عین المعارف'' دوبارہ کراچی سے شائع ہوا اسی طرح سمات الاخیار ثانی بھی دوبارہ کراچی سے ہی شائع ہوا۔

پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی کے وصال ۱۴۰۴ھ کے بعد خانقاہ رشیدیہ کی روحانی خدمات کا بار حضرت مولانا محمد یٰسین پورنوی کے کاندھوں پر آگیا اور انہوں نے روحانی سلسلہ کو بڑی خوش اسلوبی سے صرف انجام ہی نہیں دیا بلکہ محنت اور اپنی اثرورسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے تعمیرات کا کام بھی خوب کروایا۔جب وہ کافی کمزور ہو گئے تو انہیں نے اپنی زندگی ہی میں مفتی مولانا محمد عبیدالرحمٰن کو سجادہ نشین مقرر ہونے میں مدد فرمائی اور حاضر سجادہ نشین ماشاءاللہ مفتی مولانا عبیدالرحمٰن ان ساری بصیرتوں اور خوبیوں کے مالک ہیں، جو ہر گزرے جانشینوں ثانیاً تھیں۔اللہ ان کو قائم ودائم رکھے۔آمین! مفتی صاحب کے والد حکیم لطیف الرحمٰن کے لائق وفائق فرزند ہیں۔حکیم صاحب بجائے خود

Marfat.com

خانقاہ رشیدیہ کے جید خلیفہ رہے ہیں جن کا تعلق ضلع پورنیہ، بہار سے ہے۔

سید محمد منظر بن حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور فرماتے ہیں کہ ایک بار میں چٹاگانگ سے ہندوستان گھر والد ماجد سے ملنے گیا تو والد صاحب سے باتوں باتوں میں پاربتی پور کا تذکرہ نکل گیا۔ انگریزوں کے وقت پاربتی پور ریلوے کا ایک بہت بڑا جنکشن ہوا کرتا تھا جہاں چھوٹی اور بڑی لائنوں کی ٹرین آیا کرتی تھی۔ بڑی لائنیں کلکتہ کے جنکشن سیالدہ سے سلّی گوڑی اور آسام کے دیگر علاقوں تک پاربتی پور ہوتے ہوئے جاتی تھی۔ انڈیا اور پاکستان تقسیم ہونے کے بعد بھی کئی برسوں سے ان لائنوں پر کلکتہ سے ٹرین چلا کرتی تھیں جبکہ مشرقی پاکستان میں ریلوے کی ساری لائینیں چھوٹی ہوا کرتی تھی اور اسی طرح بہار اور یوپی کے مشرقی حصہ میں بھی چھوٹی لائینیں کی ٹرینیں چلا کرتی تھیں اس لئے مشرقی پاکستان سے یوپی یا بہار جانے یا آنے والوں کو پاربتی پور سے گزرنا پڑتا تھا۔

قیامِ پاکستان سے قبل اگر دار جیلنگ یا سکم جانا ہوتا تو یوپی یا بہار کے مسافروں کو باربتی پور آنا پڑتا تھا اور وہاں سے سلی گوڑی جا کر دار جیلنگ ہمالین ریلوے سے سفر کر کے منزل مقصود پر پہنچنا ہوتا تھا۔ اسی لئے جب باربتی پور کا تذکرہ ہوا تو والد ماجد کو بھی بہت پرانی باتیں یاد آ گئیں۔ انہوں نے بتایا کہ دار جیلنگ اور آس پاس کے تمام علاقوں میں بھمن برہ اور جوار کے مسلمان تاجر ہر قسم کی تجارت میں حصہ لیتے ہیں۔ دار جیلنگ کے علاوہ کالم پونگ، کرشیانگ

Marfat.com

اور دیگر چھوٹے بازاروں میں بھی انہی لوگوں کا کاروبار آج بھی ہے۔

دار جیلنگ کی جامع مسجد کے امام صاحب کسی وجہ سے رخصت لے کر ہمیشہ کے لئے چلے گئے لہٰذا وہاں کے مسلمانوں نے جو اکثریت میں بھمن برہ سے آج بھی تعلق رکھتے ہیں کے نمائندہ چند لوگ بھمن برہ میں عرس کے موقع پر آئے اور حضرت سید شاہد علی رشیدالدین شہوالحق فانیؔ سبز پوش سے گزارش کی کہ دار جیلنگ کے جامع مسجد کے لئے کسی امام صاحب کا تقرر کرادیں کیوں کہ پہلے والے امام صاحب بوجوہ گھر چلے گئے ہیں۔ حضرت نے کہا کہ مستقل امام صاحب کی تقرری میں کچھ وقت لگے گا لیکن عارضی طور پر میں ایک امام کا انتظام کردیتا ہوں تاکہ آپ انہیں اپنے ساتھ لے جاسکیں۔ شام کو حضرت نے والد صاحب کو بلاکر ہدایت دی کہ آپ دار جیلنگ جانے کی تیاری کریں وہاں آپ کو چند ماہ کے لئے جامع مسجد میں خطابت اور امامت کرانی ہے۔ والد صاحب اسی روز سادا تپور اپنے گھر آگئے اور تیار ہو کر دوسرے روز بھمن برہ آئے اور نمائندہ وفد کے ساتھ دار جیلنگ روانہ ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں آپ کو بار بتی سے ٹرین تبدیل کرنے کی بات یاد آگئی اور یہ قصہ سنایا۔

اس قصہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ کچھ عرصہ آپ نے دار جیلنگ کی جامع مسجد میں خطابت اور امامت کے فرائض بھی ادا کئے۔ آپ نے یہ تو نہیں بتایا کہ کتنی مدت کے لئے امامت کے فرائض انجام دیئے لیکن یہ ضرور بتایا کہ آپ کی عمر

Marfat.com

تقریباً ۲۳ یا ۲۴ سال کی تھی اور ازدواجی زندگی ابھی شروع کی تھی۔ یہ انکشاف میرے لئے بھی نیا اور حیران کن تھا۔

حضرت پیر طریقت دور اندیش بھی تھے اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے چھوٹے بھائی سید عبدالبصیر کو دینی تعلیم، فارسی اور عربی کے علاوہ انگریزی تعلیم کے لئے ہائی اسکول میں داخلہ کروایا۔ ہمارے چچا خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے انگریزی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے بعد میرے بڑے بھائی سید محمد اصغر اور ہم سب بھائی انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ نفیس سلمہٗ نے تو جرمنی سے نیول آرکیٹیکٹ، جہاز سازی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے اور جرمن زبان پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ جس پر ہم سب کو فخر ہے البتہ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہم نے اپنی دینی تعلیمات اور اس کی قدر و منزلت کو نظر انداز کر دیا ہے۔

سید محمد منظر بن سید عبدالشکور اپنی کتاب خودنوشت ''پس منظر'' کے باب ۵۸ میں لکھتے ہیں: ''۱۹۶۴ء کے قریب میں نے بینود بہاری کے چچا ہری داس چودھری سے اس کی ایک جائیداد خریدی، جس کا رقبہ تقریباً دو ایکڑ تھا۔ اس پر ایک بڑا تالاب اور تین دو منزلہ مکانات تھے اور کافی کھلی زمین تھی۔ یہ جگہ چٹاگانگ میں میرے آفس صدر گھاٹ سے فرنگی بازار جانے والی نذرالاسلام روڈ پر واقع ہے۔ میں نے تالاب کو مٹی سے بھروانے کا ٹھیکا شاہ عالم کو دے دیا۔ میں نے

Marfat.com

اس جگہ پر ایک سینما ہال اور ایک بڑی مارکیٹ تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے لئے چٹاگانگ میں موجود ایک روسی سول انجینئر سے رابطہ کیا جسے اس قسم کے کام کا یورپ میں کافی تجربہ تھا، ساتھ ہی اپنے آفس کی جگہ پر بھی کئی منزلہ آفس کی عمارت تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔

روسی آرکیٹیکٹ کا بنایا ہوا نقشہ اس زمانے کے لحاظ سے بہترین یورپین ڈیزائن سے مطابقت رکھتا تھا۔ اس دوران میں ۱۹۶۴ء میں والد بزرگوار انڈیا سے چٹاگانگ تشریف لائے، میں نے ایک روز ان کو مارکیٹ کا نقشہ وغیرہ دکھایا اور بڑے فخر سے بتایا کہ یہ آج کے زمانے سے مطابقت رکھنے والا پورے پاکستان میں واحد مارکیٹ مع سینما ہال ہوگا۔ والد بزرگوار میری خوشی اور جذبے کو خاموشی سے سنتے رہے اور جب میں خاموش ہوا تو فرمایا کہ کیا تم کو رزق حاصل کرنے کا اور کوئی راستہ نہیں ملا؟ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ سینما ہال کی کمائی حرام کے زمرے میں آتی ہے اور اس سے آنے والی نسلوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔
والد صاحب کی باتیں سنتے ہی میں خاموش ہوگیا اور خود سے عہد کیا کہ اب میں اس زمین پر ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس کی آمدنی سے میں فائدہ اُٹھا سکوں۔
لوگوں نے مجھے بہت سمجھایا کہ مارکیٹ ہی بنالو، سینما ہال کو ختم کردو لیکن میں نے کہا کہ والد صاحب کو جب ایک بار اعتراض ہوگیا ہے تو اب میں اس جگہ کے متعلق کوئی بھی فیصلہ سوچ سمجھ کر کروں گا۔

Marfat.com

ایک دوپہر کو میں آفس میں اکیلا بیٹھا اس زمین کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اس کا کیا کروں۔ یکا یک فیصلہ کیا کہ اس کو کسی کالج یا اسکول کو عطیے کے طور پر دے دوں۔ اب سوال یہ تھا کہ کس اسکول یا کالج کو دوں۔ پھر میں نے نیت کی کہ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں یلو پیج میں دیکھتا ہوں جس تعلیمی ادارے کا نام سب سے پہلے ہوگا، اس کو عطیہ کردوں گا۔ جب میں نے یلو پیج کھولا تو سب سے پہلا نام سٹی کالج کا تھا۔ یہ صدر گھاٹ کے شروع میں چٹاگانگ ریلوے اسٹیشن کے پچھلی طرف کرائے کی ایک تین منزلہ عمارت میں واقع تھا۔ اس کالج میں تقریباً دس بارہ ہزار طلبا دو ۲ یا تین ۳ شفٹوں میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔

مجھے خوشی ہوئی کہ ایک مستحق ادارے کے نام کی فال نکلی ہے۔ میں نے فون پر وہاں کے پرنسپل رضاء الکریم صاحب سے رابطہ کیا اور کہا کہ میں آپ کے کالج کو زمین کا عطیہ دینا چاہتا ہوں لہٰذا اگر آپ زحمت فرما کر میرے دفتر آئیں تو میں آپ کو جگہ کا معائنہ کرادوں اور ضروری کاغذات بھی تیار کرنے کے سلسلے میں آپ سے ہدایت حاصل کرلوں۔ میں ذاتی طور پر رضاء الکریم صاحب کو جانتا نہیں تھا لیکن چٹاگانگ میں شاید ہی ایسا کوئی ہوجوان کے نام اور کام سے واقف نہ رہا ہو۔ انہوں نے اپنی زندگی نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کررکھی ہے۔ حال ہی میں، میں چٹاگانگ گیا تو معلوم ہوا کہ جب سٹی کالج کو حکومت نے اپنالیا، اس وقت سے وہ اپنا ایک الگ ادارہ قائم کرکے طالب علموں کی پرخلوص

Marfat.com

خدمت کر رہے ہیں۔

بہر حال تھوڑی دیر بعد وہ مع جناب فضل الرحمٰن کے جو روزنامہ "پاکستان آبزرور" کے نمائندے تھے، میرے دفتر تشریف لائے۔ فضل الرحمٰن کے ساتھ میری گہری دوستی تھی بلکہ بھائی چارہ تھا، اس کا شاید پرنسپل صاحب کو علم نہیں تھا۔ میں نے پرنسپل صاحب کے سامنے زمین کا عطیہ دینے پر صرف دو شرطیں عائد کیں، پہلی شرط یہ کہ اس عطیے کے سلسلے میں میرے نام کی کسی قسم کی پبلسٹی نہیں کی جائے گی۔ دوسری شرط یہ کہ یہ زمین صرف اور صرف تعلیمی ادارے کے قیام اور اس کے استعمال میں رہے گی۔ اس کے بعد میں نے جب زمین کا معائنہ کرایا تو رضاء الکریم صاحب کو یقین نہیں آیا کہ میں اتنی خوب صورت اتنی بڑی اور چٹاگانگ شہر کے دل میں واقع زمین عطیے کے طور پر کالج کو دے رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے بڑی بحث کی کہ اس عطیے کو خفیہ نہ رکھوں بلکہ اخباروں میں اپنی تصویر کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت دے دوں لیکن میں نے سختی سے منع کر دیا۔ فضل الرحمٰن نے بھی، جو مجھے اچھی طرح جانتے تھے، رضاء الکریم صاحب سے کہا کہ جب منظر صاحب اس زمین کے عطیے کو اپنے نام ونمود کے لئے نہیں دے رہے ہیں تو آپ کو احتیاط کرنی چاہیئے۔

میں نے اپنے وکیل محمد کبیر چودھری کو بلا کر رضاء الکریم صاحب سے ملاقات کرادی اور ہدایت دے دی کہ اس زمین کے عطیے کے کاغذات سٹی کالج

Marfat.com

کے نام سے پرنسپل صاحب کی ہدایت کے مطابق بنا دیں اور رضاء الکریم صاحب سے کہا کہ اب آپ جانیں اور ہمارے وکیل اور آپ جب بھی کاغذات تیار کروالیں گے، میں دستخط کردوں گا۔ زمین کا قبضہ میں نے دوسرے روز دے دیا۔ اس کے کاغذات تیار کروانے میں رضاء الکریم صاحب نے کافی وقت لگایا۔ کاغذات جب تیار ہوگئے تو میں نے ان پر ۱۹۶۷ء میں دستخط کردیے۔ اس کے بعد ایک دفعہ بارہ ربیع الاول میں میلاد النبی ﷺ کا اجتماع ہوا جو ہر سال رضاء الکریم صاحب منعقد کرتے تھے، اس میں مجھے بھی خاص طور سے بلایا کرتے تھے بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ مجھے بغیر خبر کیے رضاء الکریم صاحب نے اسٹیج پر اعلان کیا کہ سید محمد منظر صاحب، منظر اینڈ کمپنی کے مالک نے تقریباً دو ایکڑ زمین عطیے کے طور پر سٹی کالج کو دی ہے جس کی قیمت کم سے کم بیس سے پچیس لاکھ ہوگی۔ اس کے لئے میں منظر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسٹیج پر آکر اپنے اس عطیے کے متعلق کچھ بیان فرمائیں۔

میں مجبوراً اسٹیج پر گیا اور کہا کہ میں نے رضاء الکریم صاحب سے وعدہ لیا تھا کہ وہ کسی قسم کی پبلسٹی اس عطیے سے متعلق میرے نام سے نہیں کریں گے لیکن انہوں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ میں نے کس وجہ سے اور کس نیت سے یہ عطیہ کالج کو دیا ہے، یہ ایک راز ہے جس کو بیان کرکے میں اس کی اہمیت اور قدر کھونا نہیں چاہتا لیکن میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ زمین میں جن مقاصد کے لئے

Marfat.com

استعمال کرنا چاہتا تھا اس کے مقابلے میں کالج کے استعمال میں آنے سے بہتر فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں رضاء الکریم صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ آئندہ اس عطیے کا تذکرہ کم سے کم میری موجودگی میں نہ کیا کریں تا کہ اس عطیے کی قدر میں کمی واقع نہ ہو۔

سید محمد منظر ابن سید عبدالشکور علیمی رشیدی اپنی کتاب ''پس منظر'' کے باب ۲۳ میں لکھتے ہیں کہ......ایک بار میں ۱۹۶۹ء کی جنوری میں ڈھاکے سے گھر، سادات پور گیا۔ والد بزرگوار چھپرا ہی میں نصیر بابو کے گھر پر ٹھہرے ہوئے تھے جو میرے پھوپھا سید نبی حسن صاحب کے بیٹے اور میری چھوٹی بہن راشدہ کے شوہر ہیں۔ معلوم ہوا کہ والد ماجد اور دیگر کا دو ایک دنوں میں جونپور کے سفر کا ارادہ ہے۔ چھپرا سے ٹرین جونپور تک سیدھی جاتی ہے۔ سردیوں کا موسم تھا اور ان علاقوں میں ہمالیہ کی ترائی ہونے کی وجہ سے سخت سرد ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ چند اور لوگ بھی والد بزرگوار کے ساتھ جونپور جانے کے لئے یہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں نے اپنی اہلیہ سے مشورہ کر کے والد صاحب سے گزارش کی کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی جونپور چلنا چاہتا ہوں تا کہ دیوان جی اور دیگر بزرگوں کے مزار پر فاتحہ اور حاضری دے سکوں۔ والد بزرگوار بہت خوش ہوئے اس طرح جنوری کی ۲۵ تاریخ کو رات کے ۱۰ بجے ٹرین سے جونپور کے لئے روانہ ہوئے جہاں صبح دس بجے تک ٹرین پہنچ جایا کرتی تھی، حضرت مولانا شاہ

Marfat.com

سراج الدین قدس سرہ کا عرس مبارک دوسرے روز ۷/ذیقعدہ دن کے ایک بجے ہونا تھا۔ نصیر بابو نے ہم کُل چھ افراد کے لئے ایک ڈبہ خاص طور سے بُک کروالیا تاکہ حسب معمول لوکل ٹرین ہونے کی وجہ سے ہر اسٹیشن پر ہمیں پریشانی نہ ہو لیکن اس بات کا کسی کو خیال نہیں رہا کہ ۲۶/جنوری جو کہ ہندوستان کا یوم جمہوریہ ہے وہ چند اسٹیشنوں کے بعد ہی شروع ہو جائے گا۔

ہم بڑے آرام سے بستر پر سو گئے۔ مجھے سردی کا احساس زیادہ ہو رہا تھا لہٰذا میں اونی تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا اور اسی حالت میں کبھی اونگھتا کبھی سوتا کبھی مطالعہ کرتا، وقت گزار رہا تھا۔ صبح کو میری بھی آنکھ لگ گئی۔ اچانک ایک اسٹیشن پر شور وغل اور ٹرین پر حملے کی صورت میں سینکڑوں طالب علم زبردستی ڈبوں میں گھس آئے اور مسافروں کی چیزیں لوٹنے لگے۔ ہمارے ڈبے میں بھی آئے اور جب والد بزرگوار کے اوپر نظر پڑی تو بجائے کوئی بدتمیزی کرنے کے آداب کیا اور پوچھنے لگے کہ آپ لوگ کہاں جارہے ہیں۔ جب بتایا کہ جونپور تو پھر میری طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں۔ میں نے خود جواب میں بتایا کہ یہ بزرگ میرے والد ہیں اور میں پاکستان سے ان سے ملنے آیا ہوں اور میں بھی جونپور جارہا ہوں، یہ سننا تھا ہمارے ڈبے میں سوار قریب دس طالب علموں نے پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگایا اور ہمارے ڈبے کی جو کھڑکیاں شیشے سے بند تھیں اوپر اٹھایا اور لکڑیوں کی کھڑکیاں گرادیں اور تاکید کی کہ کھڑکیوں کو جونپور تک نہ کھولیں کیونکہ

Marfat.com

کہ آپ کی ٹرین جیسے جیسے آگے بڑھے گی ویسے ویسے ریلوے لائن کے دونوں طرف کے گاؤں والے زبردست پتھراؤ کریں گے تاکہ ہم طالب علم ان کے کھیتوں سے گنا وغیرہ نہ توڑ سکیں اوران سب نے وعدہ کیا کہ ہم سب آپ لوگوں کا جونپور تک خیال رکھیں گےاور یہ تاکید کرکے اُتر گئے کہ دروازہ اس وقت تک نہ کھولیں جب تک ہم میں سے کوئی خود نہ آئے۔ والد بزرگوار مسکراتے رہےاور دوسرے اصحاب خاموش رہے جب کہ میں نے ان سے کہا کہ ہمارے لیے اسٹیشن پر ناشتے کی تھال آنی تھی۔ جس کی ہدایت ہم نے چھپرا سے ہی کر رکھی ہے۔ جواب میں ان لوگوں نے بتایا کہ ریسٹورنٹ کے سارے سامان اب تک لٹ چکے ہوں گے کیوں کہ بڑی تعداد میں ہم یہاں جمع ہیں اوراسی ٹرین سے جونپور اور بنارس کا سفر کریں گے۔ سارے لڑکوں نے سر کے بالوں کا صفایا کرکے صرف چوٹی رکھی ہوئی تھی اور حلیے ہی سے ان کی بدقماشی کا اندازہ ہورہا تھا۔ جب کہ ہمارے ساتھ ان کا برتاؤ اخلاقی اعتبار سے بہت اچھا رہا۔ میں نے دیکھا کہ پورے اسٹیشن پر افراتفری پھیلی ہوئی ہے اور مسافروں کے سامان کو پلیٹ فارم پر کھول کر کھانے کی چیزیں نکال رہے ہیں۔ سارے ہی مسافر پریشانی کا شکار تھےاور کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ اس آفت سے کیسے بچاؤ کریں۔

ایک ضعیف عورت کی گٹھری اتار کر اس کا سامان بکھیر دیا اور وہ دہائی دیتی رہ گئی۔ کسی نے بھی اس کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔ سب لڑکے ہی من موجی

Marfat.com

کر رہے تھے انہیں کسی بات کا احساس اور لحاظ نہیں تھا۔ الحمد للہ ہم بڑے سکون سے بیٹھے رہے، کافی ہنگامے کے بعد ٹرین روانہ ہوئی، اب راستے میں جہاں چند لڑکے کھڑے ہو کر ہاتھ ہلاتے ٹرین رُک جاتی اور وہ سوار ہو جاتے۔ آگے جا کر ٹرین رُک گئی اور ہر طرف سے ٹرین پر پتھراؤ ہونے لگا۔ معلوم ہوا کہ ٹرین روک کر لڑکے گنے توڑنے اُتر گئے ہیں اور کافی گنا توڑ کر ٹرین میں لے آئے، کئی زخمی ہو گئے۔ یہ سلسلہ ہر سال ہونے کی وجہ سے گاؤں والے بھی تیاری کرتے ہیں اور ریلوے لائن سے پتھر اُٹھا کر قطار میں گاؤں کے ساتھ جمع کر لیتے ہیں اور جب بھی یہ لڑکے اُترنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ٹرین پر پتھراؤ کر دیتے ہیں۔ کئی دفعہ تو جانیں بھی جا چکی ہیں لیکن لڑکوں کو اپنی آزادی کے دن کو منانے کا شاید اور کوئی طریقہ نہیں معلوم یا وہاں کی حکومت ان بچوں کو صحیح سمت میں لے جانے کی کوشش ہی نہیں کرتی۔ ٹرین چلتی اور رکتی رہی۔ وہی لڑکے جو ہمارے ڈبے میں آ چکے تھے وہ ہمیں بھی چوسنے کے لیے کافی تعداد میں گنے دے گئے۔ اس ہنگامے میں ہماری ٹرین تقریباً بارہ بجے جونپور پہنچی اور لڑکوں نے ہمیں بڑے آرام سے اسٹیشن کے باہر تک پہنچایا اور ایک بار پھر پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگا کر والد صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ اس واقعے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عام ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف اتنی نفرتیں نہیں تھیں جتنی آج کل متعصب ہندوؤں کے سیاسی گروہوں نے پھیلا رکھی ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح ایک بار میں کراچی سے گھر سادات پور گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۷۵ء کا ہے۔ والد صاحب کافی ضعیف ہو گئے تھے، انہوں نے شکایت کی کہ تم سب پاکستان چلے گئے اور میں حج پر اس لئے نہیں جا پا رہا ہوں کہ پاسپورٹ حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل کام ہے۔ مجھے بڑی شرمندگی ہوئی اور میں بغیر ویزا کے پٹنہ گیا اور وہاں سے انگریزوں کے زمانے کے بنے ہوئے شاہی ڈبے میں جگہ حاصل کی اور کلکتہ پہنچ گیا۔ والد بزرگوار نے بتایا تھا کہ میں نے درخواست برسوں قبل دے رکھی ہے لیکن جب تک جا کر کوشش نہیں کی جائے گی، پاسپورٹ حاصل کرنا ناممکن ہے۔ جب کلکتہ پاسپورٹ آفس گیا اور معلومات کیں تو پتا چلا کہ بہار، اُڑیسہ، بنگال، آسام اور میزورام صوبے کے علاوہ سکم اسٹیٹ کا بھی پاسپورٹ، جو کہ اب ہندوستان کا ایک صوبہ بن چکا تھا، کلکتہ ہی سے جاری ہوتا تھا۔ آفس کیا تھا ایک بے ہنگم عمارت جس کے ہر داخلے پر لوہے کے بڑے بڑے جنگلے پر تالے پڑے ہوئے تھے۔ اگر کسی افسر سے ملنا ہو تو گیٹ پر کھڑے پہرے دار کی مٹھی گرم کریں پھر وہ صرف آپ کے لئے دروازہ کھول دے گا۔

عمارت کے باہر سینکڑوں پرائیوٹ ماہرین، دلال، ایکسپرٹ اور دیگر مددگار آنے والوں کی بڑی آؤ بھگت کرتے تھے اور ان پڑھ یا دور دراز سے آنے والوں کو باتوں میں الجھا کر ان کا سب کچھ لوٹ لینا تو بہت ہی معمولی بات تھی۔ میں

Marfat.com

نے جس حد تک ممکن ہوا معلومات حاصل کرلیں اور وقت کی کمی کی وجہ سے اسی روز رات کو ٹرین سے واپس پٹنہ اور پھر گرآ گیا اور والد بزرگوار سے وعدہ کیا کہ میں اگلے سال اکیلا آؤں گا اور انشاء اللہ آپ کا پاسپورٹ حاصل کر کے کراچی لے جاؤں گا۔ وہاں سے والدہ کے ساتھ جو کہ شروع ہی سے میرے ساتھ پاکستان میں رہتی تھیں، انشاء اللہ حج کی سعادت حاصل کرانے کی کوشش کروں گا جب کہ میں خود آپ لوگوں کی خدمت کے لئے ساتھ سفر کروں گا اور آپ لوگوں کی سرپرستی میں، میں بھی اس فریضے کو ادا کرنے کی سعادت حاصل کرلوں گا۔

سید محمد منظر کی کتاب ''پس منظر'' کے باب ۲۵ میں پھر آپ تحریر کرتے ہیں کہ......آپ کہیں گے کہ کہاں میں چھپرا میں ہندوؤں کے فساد کا تذکرہ کر رہا تھا، جہاں ٹرین آگے بڑھی تھی اور کہاں اس سلسلے کو چھوڑ کر میں ۱۹۷۵ء کے حالات لکھنے لگا۔ میں واپس اس طرف آنے سے قبل ایک اور واقعہ لکھنا چاہتا ہوں، جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ والد ماجد سے حسب وعدہ میں دوسرے سال انڈیا اکیلا گیا تا کہ والد بزرگوار کا پاسپورٹ حاصل کر کے ان کو ساتھ ہی کراچی لاؤں اور یہاں سے والدہ کے ساتھ حج کے لئے لے جاؤں۔ میرے ویزے کی مدت صرف ۳۰ دن کی تھی اور اسی میں سب کچھ کرنا تھا۔ میں نے اسلام آباد میں ایک دوست سے بات کی تا کہ میرے والد کو ویزا دہلی میں آسانی سے مل جائے کیوں کہ وقت کی کمی ہو سکتی ہے، انہوں نے دہلی کے پاکستانی ایمبسی کے کسی افسر

Marfat.com

کا نام بتایا کہ جب ضرورت ہو آپ ان سے مل لیں، میں ان کو آپ کا نام بتادوں گا اور تاکید کردوں گا کہ ویزا فوراً دے دیں۔

اب جو میں دہلی پہنچا تو میرے پاس دہلی کا بھی ویزا تھا اور کلکتہ اور چھپرا کا بھی۔ پہلے میں نے دہلی میں رہائشی پرمٹ بنوایا اور پھر آمد اور چھپرا کی روانگی بھی لکھوائی۔ اس دفعہ میں شرما صاحب سے ملنے گیا اور ایک طرح سے شکایت کی کہ کلکتہ میں پانچ صوبوں کے پاسپورٹ بنتے ہیں جس کی وجہ سے عام لوگوں کا پاسپورٹ حاصل کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ پھر اپنے والد بزرگوار کا مسئلہ بتایا اور درخواست کی کہ آپ اگر اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکتے ہیں تو میں بہت مشکور ہوں گا۔ انہوں نے کہا میں تحریری طور پر کوئی مدد نہیں کر سکتا البتہ وہاں کے پاسپورٹ افسر سے، جس کا نام بھی انہوں نے بتادیا، آپ میرا نام لے سکتے ہیں اور اس کو مجھ سے فون پر رابطہ کرنے کو کہیں تو میں آپ کے والد بزرگوار کا نام بتادوں گا۔

میں نے پٹنہ اتر کر ایک ٹیکسی لی اور بہار گورنمنٹ کے محکمہ، داخلہ میں گیا۔ وہاں سیکریٹری سے ملا اور ان سے بھی اپنے والد کی مشکلات کے حل کرنے میں مدد کی درخواست کی۔ انہوں نے مجھے اپنے ڈپٹی کے پاس بھیج دیا۔ ڈپٹی نے کہا کہ میں کوشش کروں گا کہ پاسپورٹ افسر سے فون پر بات کروں اور آپ کے والد بزرگوار کا نام بتادوں تا کہ جب آپ جائیں تو کچھ آسانی ہو جائے لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس سے آپ کو کس قدر فائدہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال میں بات

Marfat.com

کرنے کے بعد سادات پور کے لیے روانہ ہوگیا اور شام تک میں گھر پہنچا۔ دوسرے ہی روز والد صاحب کو لے کر چھپرا آ گیا اور پاسپورٹ کے لئے نئی تصویر بنوائی اور اگلے دن کلکتہ جانے کے لیے پٹنہ گیا اور وہاں سے رات کی ٹرین سے روانہ ہو کر کلکتہ صبح پہنچ گیا۔

ہوٹل میں کمرہ حاصل کر کے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پاسپورٹ آفس پہنچا۔ آفس کے اندر جانے کا طریقہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا لہٰذا میں آسانی سے اندر داخل ہو گیا، پاسپورٹ افسر سے ملنے کے لئے اپنا کراچی کا ملاقاتی کارڈ اندر بھیجا۔ بلانے پر اندر گیا تو میں نے بتایا کہ میرے والد نے آج سے چھ سال قبل پاسپورٹ کے لئے درخواست رجسٹری ڈاک سے بھیجی تھی جس کے ساتھ ہی انڈیا پاکستان کا اسپیشل پرانا پاسپورٹ بھی داخل کیا تھا لیکن ان چھ سالوں میں پاسپورٹ نہیں بنا جب کہ والد بزرگوار ضعیفی کی وجہ سے خود یہاں آ کر کوشش نہیں کر سکتے، جب کہ ہم سب ان کی اولاد پاکستان میں ہیں۔ میں نے شرما صاحب کا بھی حوالہ دیا اور پٹنہ کے ڈپٹی سیکریٹری داخلہ کا بھی۔ انہوں نے اپنے افسر کو بلا کر حکم دیا کہ والد صاحب کی درخواست تلاش کی جائے۔ مجھے دوسرے دن آنے کے لئے کہا گیا۔ دوسرے روز بتایا کہ پاسپورٹ کی درخواست تو مل گئی ہے لیکن پاسپورٹ چونکہ اب ساری دنیا کے لیے دیے جا رہے ہیں لہٰذا پولیس رپورٹ ضروری ہے۔ آج ہی چھپرا پولیس رپورٹ کے لئے خط چلا جائے گا۔ میں پھر

Marfat.com

پاسپورٹ افسر سے ملا جو عیسائی تھا اور بڑا با اخلاق تھا۔ اس سے درخواست کی کہ جو خط پولیس رپورٹ کے لئے چھپرا آپ بھیج رہے ہیں وہ مجھے مہر بند کر کے دلوا دیں تو عین نوازش ہوگی میں یہ خط ایس پی چھپرا کو پہنچا دوں گا۔ کچھ شش و پنج کے بعد انہوں نے یہ ہدایت جاری کر دی اور میں شام تک خط حاصل کر کے ہوٹل آیا اور سامان لے کر ہوڑا اسٹیشن آ گیا۔ سیٹ اسپیشل بوگی میں حاصل کرنا آسان تھا کیوں کہ کرایہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اکثر خالی ہی رہتی تھی۔ میں نے چھپرا میں ایس پی کو خط دینے سے پہلے وہاں کی CID سے رابطہ کیا اور کہا کہ مجھے اپنے والد کے پاسپورٹ کے سلسلے میں پولیس رپورٹ جلد سے جلد چاہئے۔ اس میں نصیر بابو نے میری رہنمائی کی۔ جب سی آئی ڈی والے راضی ہو گئے تو پھر میں نے انہی کو یہ خط بھی دے دیا تا کہ وہ اپنے طریقے کے مطابق کاروائی کریں۔ وعدے کے مطابق انکوائری رپورٹ بھی مہر بند لفافے میں ایک ہفتے میں مجھے مل گئی اور ایک بار پھر کلکتہ روانہ ہو گیا۔ انکوائری رپورٹ میں نے پاسپورٹ افسر ہی کے ہاتھ میں دی تا کہ وہی اس کو متعلقہ افسر کو دے دیں۔

افسر نے کہا کہ کل آ کر ملیں۔ دوسرے دن ملنے گیا تو بتایا گیا کہ پاسپورٹ تیار ہونے میں ایک ہفتہ لگے گا۔ لہٰذا میں ہفتہ دس دن بعد آؤں۔ اس روز افسر صاحب بھی نہیں آئے تھے اور معلوم ہوا کہ وہ دو دن کی چھٹیوں پر ہیں۔ میں نے کوشش بہت کی کہ جلد پاسپورٹ مل جائے لیکن نہیں ہو سکا۔ پاسپورٹ بروکروں

Marfat.com

نے کہا کہ آپ کو اتنی اہمیت دی جارہی ہے ورنہ یہاں تو ہزاروں خرچ کر کے بھی اتنی آسانی سے کام نہیں ہوتا۔ میں کلکتہ میں زیادہ رکنا نہیں چاہتا تھا کیوں کہ وہاں بھی پولیس رپورٹ کرنی پڑتی اور پھر روانگی کی بھی اور بار بار آنا مشکل ہو جاتا میں نے پھر ٹرین پکڑی اور واپس گھر آ گیا۔ ادھر والد صاحب سے میں نے کہا کہ آپ چلنے کی تیاری کرلیں اور اب گھر پر رہنے کے بجائے چھپرا میں نصیر بابو کے پاس رہیں تاکہ جیسے ہی میں پاسپورٹ لے کر کلکتہ سے آؤں، دہلی روانہ ہوسکیں۔ وقت کم ہے لہٰذا کلکتہ سے واپسی پر ہوائی سفر کا ٹکٹ بھی پٹنہ سے آپ کا دہلی کے لیے لے لوں گا اور اپنی اور آپ کی سیٹ بھی کنفرم کراتا آؤں گا۔ ایک ہفتے بعد ایک بار میں پھر کلکتہ گیا اور پاسپورٹ افسر سے ملا۔ معلوم کرنے پر پتا چلا کہ پاسپورٹ تو تیار ہے لیکن وہ متعلقہ افسر کی میز کی دراز میں رکھا ہوا ہے اور وہ خود ابھی تک نہیں آئے، شاید شام تک آجائیں۔ میں نے افسر کو بتایا کہ میں بغیر پولیس کو خبر کیے کلکتہ آیا ہوں لہٰذا مجھے آج ہی پاسپورٹ مل جائے تو رات کی ٹرین سے واپس جاسکتا ہوں۔

اس نے کہا کہ آپ چار بجے کے بعد آئیں۔ میں دوبارہ جب گیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تک متعلقہ شخص نہیں آیا ہے۔ انتظار کے بعد قریب چھ بجے میں افسر سے دوبارہ ملا تو وہ مجھے ساتھ لے کر متعلقہ افسر کے کمرے میں گیا اور اپنے اردلی سے کہا کہ میز کی دراز کا تالا توڑ ڈالو اور دیکھو پاسپورٹ ہے یا نہیں، اور بھی

Marfat.com

افسر وہاں آ گئے۔ تالا توڑا گیا تو واقعی دیگر پاسپورٹوں کے ساتھ میرے والد بزرگوار کا پاسپورٹ بھی پڑا ہوتا تھا۔ اسے نکال کر افسر نے مجھ سے وصول یابی کے دستخط لینے کے بعد پاسپورٹ مجھے دے دیا۔ اس وقت میری خوشی کی کیفیت بیان کرنا مشکل ہے۔ میں نے افسر کا شکریہ ادا کیا اور اجازت لے کر ہوڑہ اسٹیشن آ گیا اور پھر دوسرے روز چھپرا جانے سے پہلے میں نے پٹنہ سے دو روز بعد کی سیٹ کنفرم کرالی۔ چھپرا جانے کے لیے اس زمانے میں ابھی پل تعمیر نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا انگریزوں کے زمانے کے پسینجر جہاز چلتے تھے جو انگریزوں کی کمپنیوں جی این آر اور آر ایس این کی انتظامیہ کے تحت کام کرتے تھے۔ مشرقی پاکستان میں بھی بنگلہ دیش بننے تک انہیں کمپنیوں کی اجارہ داری تھی۔ بہرحال اگر ایک وقت جہاز پر سوار نہ ہو سکے تو پھر آٹھ گھنٹے بعد ہی دوسرا جہاز ملتا تھا۔ لہٰذا اس ٹائم ٹیبل کو مدنظر رکھنا بہت ضروری تھا۔ چھپرا پہنچا تو والد صاحب بھی وہیں موجود تھے میرا ویزا ختم ہونے میں صرف چند دن رہ گئے تھے۔

بہرحال والد بزرگوار کو لے کر پٹنہ اور پھر وہاں سے دہلی کی فلائٹ سے شام تک دہلی پہنچ گئے۔ حسب معمول نصیر بابو بھی ساتھ تھے۔ جاتے ہی ہوٹل میں والد بزرگوار کو آرام کے لئے چھوڑا اور پی آئی اے میں ایک جاننے والے نقوی صاحب کے پاس گیا تاکہ پہلی فلائٹ سے کراچی کے لئے والد صاحب کا ٹکٹ بنوالوں اور پھر دونوں کی سیٹ بھی کنفرم کرالوں۔ یہ کام بھی

Marfat.com

مغرب سے قبل ہو گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد ہم تینوں نے محبوب الٰہیؒ کے مزار پر حاضری دی اور وہیں عشا کی نماز پڑھ کر واپس آئے۔ وہاں کے امام صاحب جناب اسلام الدین نظامی نے والد کو دیکھا تو بڑی عقیدت سے ملے اور بتایا کہ آپ کے آباؤ اجداد کے زمانے سے ہمارے خاندانی تعلقات رہے ہیں اور آپ تو آتے ہی رہتے ہیں۔ یہ ضد ہو گئے کہ کھانا کھا کر جائیں، لیکن ہم بڑی منّت وسماجت کر کے رخصت ہوئے۔ دوسرے روز میں والد کو لے کر پاکستانی سفارت خانے گیا اور ریسپشن سے گزارش کی کہ مجھے فلاں صاحب سے ملنا ہے اور اس نے فون پر رابطہ کر کے میرا نام بتایا تو والد صاحب کو انتظار گاہ میں بٹھا کر مجھے دوسری منزل پر بلایا۔ پھر ویزا فارم دے کر پُر کرنے کے لئے کہا۔ فارم پُر کرنے کے بعد پاسپورٹ فارم والد صاحب سے دستخط کرا کر اپنے پرسنل اسسٹنٹ کو دیا کہ ویزا لگوا کر لا دو۔

ایک گھنٹے میں ہم ویزا لے کر واپس آ گئے۔ اب نصیر بابو کے ساتھ ایک ٹریول ایجنٹ سے بات کرنے گئے کہ والد صاحب کے سفر کے لئے ریزرو بینک آف انڈیا سے سفری ٹکٹ خریدنے کی اجازت حاصل کر لیں۔ ایجنٹ نے بتایا کہ آج کا وقت تو نکل گیا اب کل یہ کام ایک بجے تک ہو جائے گا، کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ میں نے کہا کہ کل ہماری روانگی ہے اور میرا ویزا بھی کل ہی ختم ہو رہا ہے لہٰذا یہ کام کل ضرور ہو جانا چاہئے۔ اس نے کہا کہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، کل ایک

Marfat.com

بجے آکر آپ اپنا ٹکٹ اور پاسپورٹ لے جائیں۔ ہمیں اطمینان ہو گیا۔ پھر والد صاحب کی معیت میں ہم نے ایک اور بزرگ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضری دی۔ جو حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری کے خلیفۂ اوّل ہیں اور حضرت کاکیؒ کے خلیفۂ اوّل حضرت بابا گنج شکر فریدالدینؒ پاکپٹن اور آپ کے خلیفہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ دہلی ہیں۔ وہاں فاتحہ کے بعد عصر اور مغرب کی نماز پڑھی لیکن خانقاہ مسجد اور مزاروں کو جس طرح سکھوں نے چاروں طرف سے اپنے گھروں سے محصور کر رکھا تھا اسے دیکھ کر دلی تکلیف ہوئی۔ اللہ اس جگہ کو پاک کرنے کی کوئی سبیل نکال دے۔ آمین!

دوسرے روز میں اور بابو نصیر والد بزرگوار کو لے کر ہوٹل سے رخصت ہو گئے اور ایک بجے ٹکٹ اور پاسپورٹ کے لئے ایجنٹ کے پاس پہنچے۔ ایجنٹ نے بتایا کہ بس اب ہمارا آدمی آنے ہی والا ہو گا انتظار کریں۔ کچھ دیر بعد آدمی آ گیا اور اس نے یہ تکلیف دہ خبر سنائی کہ بینک نے درخواست مسترد کر دی ہے کیوں کہ اس پاسپورٹ پر جو پرانے پاسپورٹ کا نمبر لکھا ہے اس کے اجراء کی تاریخ نہیں لکھی گئی ہے لہٰذا بینک یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے والد کتنی مدت کے بعد سفر کر رہے ہیں۔ اس زمانے میں ہندوستانیوں کو سفر میں کوئی سہولت نہیں تھی اور دو سال میں ایک بار باہر جانے کے لئے ایئر ٹکٹ اور چند سو ڈالر ایک مسافر لے سکتا تھا۔ میں تو سخت پریشان ہو گیا کہ آج میرا ویزا ختم ہو رہا تھا۔ ایجنٹ نے

Marfat.com

بتایا کہ آپ کو دوبارہ کلکتہ جانا پڑے گا اور پرانے پاسپورٹ کی تاریخ اجراء کا نئے پاسپورٹ پر اندراج کرانا پڑے گا۔ یہ بالکل ہی ایک نیا مسئلہ اچانک آ گیا۔ میں نے درود شریف کا ورد شروع کیا اور اللہ سے دعا گو ہوا کہ اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے شعور اور ہمت عطا کرے۔

چند منٹ کے بعد میں نے کہا کہ ڈائریکٹر فارن ایکسچینج سے میری ملاقات کروا دو۔ ایجنٹ نے کہا یہ آدمی بہت سخت ہے اور بدلحاظ بھی، دوسرے یہ کہ اب سارے کاؤنٹر بند ہو چکے ہیں، آپ کو کوئی مدد حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں نے کہا کہ تم درخواست مجھے دے دو اور صرف وہ راستہ بتا دو جو اس وقت کھلا ہو تا کہ میں کسی طرح اندر داخل ہو جاؤں۔ بقیہ تمہاری کوئی ذمے داری نہیں ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے چلیں۔ ہم سب ٹیکسی میں بینک آئے اور ایجنٹ نے مجھے پچھلے دروازے سے اندر جانے کا اشارہ کیا اور یہ بھی کہ اندر جا کر میں افسر سے ملنے کے لئے کس طرف جاؤں۔ افسر کا نام تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا میں اندر گیا اور کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں سے معلوم کیا کہ یہ افسر کہاں بیٹھتے ہیں انہوں نے اشارے سے بتا دیا اور راستہ بھی۔ میں نے افسر کے کمرے کے سامنے بیٹھے ہوئے اردلی کو اپنا کراچی کا ملاقاتی کارڈ دیا اور انتظار میں کھڑا رہا۔ چند منٹ میں طلبی آ گئی، افسر مدراسی تھا۔ بات چیت سے بہت ہی معقول اور بااخلاق معلوم ہوا جب کہ ایجنٹ نے اس کے برعکس بتایا تھا۔ جب میں نے اپنے والد بزرگوار کی

Marfat.com

درخواست کی نامنظوری کی بات بتائی اور یہ بھی کہ آج میرے اپنے ویزے کا آخری دن ہے اور مجھے والد کو لے کر کراچی جانا ہے کیوں کہ میں اکیلا ان کو یہاں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے اردلی سے کہہ کر فائل منگوائی اور کہا کہ پرانے پاسپورٹ کی تاریخ نہیں ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ انڈیا یا پاکستان کا اسپیشل پاسپورٹ ہے جو کہ بنگلہ دیش بننے کے بعد ختم ہو گئے لہٰذا اس غلطی سے جو پاسپورٹ آفس کلکتہ نے کی ہے، درگزر کر کے مجھے صرف ٹکٹ خریدنے کی اجازت دے دیں، مجھے فارن ایکسچینج نہیں چاہیے۔ افسر نے ایک سادہ کاغذ میری طرف بڑھا کر کہا کہ اس پر اس غلطی کی جو وجہ بیان کی ہے، تحریر کر دیں اور یہ بھی کہ آپ کراچی پہنچ کر اسی قسم کا ایک حلف نامہ نوٹری مجسٹریٹ سے تصدیق کرا کر بھیج دیں گے۔ میں نے ان کے کہنے کے مطابق لکھ کر دے دیا اور انہوں نے درخواست منظور کر کے اردلی کے ساتھ مجھے بھیج دیا کہ بقیہ کاروائی باہر سے کرا کر لے جائیں۔ افسر نے اردلی کے ذریعے تاکید کی کہ یہ کام فوراً ہو جانا چاہیے۔ میں جب اجازت نامہ لے کر باہر آیا تو ایجنٹ کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ قصہ، مختصر، ہم بخیر و خوبی اسی روز کراچی پہنچ گئے۔

ایک اور سفر میں جب کہ میری اہلیہ بھی ساتھ تھیں، میری بوگی میں ایک ایم ایل اے، جناب پانڈے صاحب بھی چھپرا سے دہلی جا رہے تھے۔ میری ان سے کئی دفعہ پہلے بھی چھپرا میں ملاقات ہو چکی تھی، لہٰذا دعا سلام تھی۔ راستے میں

Marfat.com

کافی گپ شپ رہی۔ ایک موقع پر ایک مسافر نے اپنا تعارف وزارت دفاع میں ایک افسر کی حیثیت سے کرایا اور پھر ہمارے ساتھ مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرنے لگا۔ اس نے پانڈے جی سے شکایت کی کہ آپ پاکستان کی اتنی تعریف کرتے ہیں حالانکہ وہ ہمارا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ بھارت کے اور کئی ٹکڑے ہو جائیں۔ جواب میں پانڈے جی نے کہا کہ جب تم لوگوں نے پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیے تو اگر پاکستان بھی ہندوستان کے ٹکڑے کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو پھر شکایت کس بات کی۔ پاکستان کے ساتھ دشمنی تو شروع ہی سے بھارتی نیتاؤں نے کر رکھی ہے تاکہ عوام کی توجہ، اپنی لوٹ مار اور بڑی ذات والوں کی حکمرانی قائم رکھیں ورنہ پاکستان بھارت کا دشمن نہیں ہے اور نہ وہ دشمنی کرنا چاہتا ہے۔

رات کے کھانے کے لئے میرے عزیزوں نے مرغ کا گوشت اور پراٹھے وغیرہ ہمارے ساتھ کر دیئے تھے۔ ایک نوکر بھی دہلی تک کے لئے ساتھ کر دیا تھا، لہٰذا جب نوکر نے کھانا لگانا شروع کیا تو پانڈے جی نے پوچھا کہ کھانے میں کیا ہے۔ نوکر نے بتایا تو کہنے لگے میں بھی پراٹھا اور مرغ کھاؤں گا۔ میرے ساتھ تو صرف بھاجی اور کچوری ہے۔ پھر انہوں نے میری دعوت پر خوب سیر ہو کر میرے ساتھ ہی پلیٹ کے دوسرے حصے میں کھایا۔ نوکر کو اپنا کھانا دے دیا کہ تم کھا جاؤ۔ کھانے کے بعد ساتھی مسافروں نے سختی سے پانڈے جی پر تنقید شروع کر دی کہ

Marfat.com

آپ برہمن ہو کر گوشت کھاتے ہیں، وہ بھی ایک مسلمان کے گھر کا بنا ہوا، تو پانڈے جی نے کہا کہ جتنی صفائی کھانے پکانے میں مسلمانوں کے ہاں ہوتی ہے، اس کا تصور بھی کسی ہندو گھرانے میں نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ گوشت کھانے سے دھرم کا کیا تعلق۔ انہی باتوں سے ہندو کنویں کے مینڈک بن کر رہ گئے اور ان کی ذہنیت یہ ہو گئی ہے کہ وہ دوسروں سے نفرت کے علاوہ اور کچھ کسی انداز میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

میں ایک اور واقعے کا تذکرہ کرنا بھول گیا جو والد صاحب کو کراچی لاتے وقت میں پیش آیا۔ جب ہم یعنی میں، والد بزرگوار اور نصیر بابو دہلی آرہے تھے تو چند دوسرے اعزاء اور عقیدت مند بھی پٹنہ ایئر پورٹ تک چھوڑنے آئے، چیک اِن کے بعد ہم سب ایک کنارے بیٹھ گئے۔ گو پٹنہ ایئر پورٹ پر باقاعدہ ڈیپارچر لاؤنج نہیں تھا۔ ہمارے علاوہ کچھ امریکی لڑکے لڑکیاں بھی ہمارے ساتھ ہی ایک خالی کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے تھے۔ یہ سب نیپال سے آنے والے جہاز سے پٹنہ آئے تھے اور اب دہلی کی پرواز پر سوار ہونے والے تھے۔ ابھی ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ اندرا گاندھی ایک بڑے جلوس میں نعرے کے ساتھ ایئر پورٹ کے ڈیپارچر ایریا میں داخل ہوئیں اور پھر ایک چھوٹے کمرے میں جو وی آئی پی کا درجہ رکھتا تھا، چلی گئیں۔ چند پولیس والے اور جلوس میں شامل نیتا باہر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ بہار شریف اور دیگر مزارات پر

Marfat.com

حاضری کے بعد دہلی واپس جارہی ہیں۔ کچھ ہی دنوں میں عام الیکشن ہونے والا تھا۔ جب کہ اس وقت اندرا گاندھی حزب اختلاف کی لیڈر تھیں۔ جب امریکی سیاحوں کو معلوم ہوا کہ اندرا گاندھی آئی ہوئی ہیں تو بے تحاشہ اپنا کیمرا لے کر سارے سامان کو گرتے پڑتے چھوڑ کر وی آئی پی کمرے کی طرف بڑھنے لگے لیکن ایک تو جلوس میں شامل لوگوں نے راستہ روک رکھا تھا اور دوسرے پولیس والوں نے دروازہ بند کر رکھا تھا۔ لہٰذا امریکیوں کو بڑی مایوسی ہوئی کہ اندرا گاندھی کی تصویر اور آٹو گراف کیسے حاصل کریں۔ میں ٹائی سوٹ میں کھڑا تھا تو وہ میری طرف دوڑ پڑے کہ آپ اندر جانے میں ہماری مدد کریں۔ میں نے ان کو صبر کرنے کی تلقین کی اور آگے بڑھ کر لوگوں کو راستہ دینے کی ہدایت کی۔ جلوس کے لوگوں نے پتا نہیں مجھے کیا سمجھا کہ انہوں راستہ بنا دیا۔ میں امریکیوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھا اور پولیس والوں کو ہدایت کی ان لوگوں کو اندر جانے دو۔ پولیس والوں نے دیکھا کہ جلوس میں شامل لوگوں نے میری بات مان لی ہے تو وہ سمجھے کہ میں بھی پارٹی کا کوئی رُکن ہوں۔ لہٰذا سارے امریکی اندر چلے گئے۔ میں پھر واپس آ کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں امریکی بڑے جوش اور خوشی میں باہر آئے اور مجھے تمام لڑکے اور لڑکیوں نے گلے لگا لیا اور شکریہ ادا کیا۔ والد صاحب کی موجودگی کی وجہ سے میں بڑا شرمندہ ہوا لیکن منع کرنے پر بھی کسی نے میری بات نہیں سنی تو

Marfat.com

میں کیا کرسکتا تھا۔ بہر حال اس اثناء میں کلکتہ سے جہاز آ گیا اور مسافر سوار ہونے کے لئے جہاز پر جانے لگے۔ میں نے والد بزرگوار کو لے کر سب سے آخر میں جہاز پر سوار ہونے کا فیصلہ کیا۔ جب اندرا گاندھی بھی جہاز کی طرف چلی گئیں تو پھر میں اور نصیر بابو والد بزرگوار کو لے کر جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔ ضعیفی کی وجہ والد بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے جب ہم سیڑھیوں پر چڑھ کر جہاز میں داخل ہوئے تو سامنے ہی پہلی سیٹ پر اندرا گاندھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب ان کی نظر والد صاحب پر پڑی تو وہ فوراً کھڑی ہوگئیں اور دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔ والد صاحب ان کے نزدیک آئے اور اندرا گاندھی پر نظر پڑی تو وہ مسکرائے اور اپنے داہنے ہاتھ سے سر پر ہاتھ رکھنے کا اشارہ کیا۔ جب تک والد کافی پیچھے اپنی سیٹ پر بیٹھ نہیں گئے اندرا گاندھی اپنی جگہ کھڑی رہیں۔

یہ چند واقعات لکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں بالخصوص پاکستانیوں کے ساتھ ظلم و جبر نہیں ہوتا، میرے ساتھ بھی ہوئے ہوں گے لیکن میں نے اچھائی اور اخلاق کو یاد رکھا ہے۔ دنیا کے طول و عرض میں آپ خوش اخلاقی اور اچھائی کی تلاش میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک یہ چیزیں خود آپ کی ذات میں نہ ہوں۔

سید محمد منظر اپنی کتاب ''پیش منظر'' کے باب ۵۱ میں لکھتے ہیں کہ... میں جاپان، امریکہ اور جرمنی کے اپنے سفر سے کراچی آنے کے بعد حسب معمول

Marfat.com

اپنے والد بزرگوار پیر سید عبدالشکور اپنے چچا حافظ سید عبدالرزاق اپنی دونوں پھوپھیوں اور دیگر عزیز واقارب کی خیریت معلوم کی۔ میں خط و کتابت ہر وقت جاری رکھتا تھا۔ کچھ دنوں تو دوسرے ممالک کے دوستوں کے ذریعہ انڈیا سے خط و کتابت ہوئی اور بعد میں جب انڈیا سے تھوڑے بہت تعلقات بحال ہوئے تو پھر براہِ راست خط آنے جانے لگے لیکن سفارتی تعلقات نہ ہونے کی وجہ سے آنا جانا ممکن نہیں تھا۔ لیکن جب بڑی کوششوں سے معلومات حاصل کیں تو پتہ ہوا کہ اب سوئزر لینڈ کے سفارت خانے کو پاکستان میں بھارت کے حقوق کی حفاظت کرنے پر مامور کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب ویزا کی درخواست وصول کر کے بھارت بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ پہلی فرصت میں، میں نے بھی سوئزر لینڈ کے سفارت خانے میں اپنی، اپنی والدہ، اہلیہ او بچوں کے ویزا کی درخواست جمع کرا دی۔ ویزا ملتے ہی میں ۷۵/۱/۸ کو دہلی پہنچ گیا۔

بھارت تو میں ہر سال ڈھاکہ سے والد ماجد اور عزیزوں سے ملنے جاتا رہتا تھا لیکن اب پانچ سال بعد میں جب پہلی دفعہ دہلی اُترا تو بہت خوشی ہوئی کیوں کہ اب تک میں ڈھاکہ سے براستہ کلکتہ گھر جاتا تھا جب کہ اب دہلی سے گھر جا رہا تھا۔ دہلی سے متعلق کوئی واقفیت نہیں تھی لہٰذا میں نے جب ایئرپورٹ پر ہوٹل سے متعلق معلومات کیں تو میرے اور میرے خاندان کے طور طریقے سے وہ لوگ شاید زیادہ ہی متاثر ہوئے کہ مجھے ہوٹل اشوکا میں ٹھہرنے کا مشورہ دیا۔

Marfat.com

میں نے ائیر پورٹ سے نجی کمپنی کی طرف سے کرایہ کی کار کی ترسیل چاہی تو انہوں نے بڑی بڑی دو شیولٹ کاریں مہیا کردیں۔ میں ہوٹل اشوکا پہنچا تو اندازہ ہوا کہ اس ہوٹل کا شمار چھ ستاروں میں ہوتا ہے۔ بہرحال ہم سب کو بڑی خوشی ہوئی کہ ہمیں ایک اچھے ہوٹل میں ٹھہرنے کا موقع ملا۔ صبح کا وقت تھا لہٰذا ناشتے کے بعد ہم نے کچھ دیر آرام کیا اور پھر تیار ہو کر اپنا ٹکٹ اور پاسپورٹ ہوٹل کے حوالے کیا کہ کل صبح پٹنہ فلائٹ کی بکنگ کی دوبارہ تجدید کرالی جائے اور ہم سب محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مزار پر حاضری کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

چونکہ ہم نے ہوٹل اشوکا سے ہی کرایہ کی کار لی تھی لہٰذا جب دو کاروں کا قافلہ مزار کے گیٹ پر، جو کہ اس وقت آج کے مقابلہ میں بدانتظامی کا شکار تھا، پہنچا تو پھر ہماری شامت آگئی فقیروں، معلموں اور پھول، چادر بیچنے والوں نے ہمارے قافلے پر دھاوا بول دیا۔ چونکہ مجھے دہلی کے ماحول ہی سے واقفیت نہیں تھی اور گھبرایا ہوا تھا کہ پاکستان کے دو حصے ہو جانے کے بعد یہاں کے لوگوں کا ہمارے ساتھ کیا رویہ ہوگا اب ان لوگوں کے گھیرے میں آکر تمام بچوں، والدہ اور اہلیہ کو سنبھالنا دشوار معلوم ہوا لہٰذا میں بالکل ہی حواس باختہ ہو گیا کہ کہیں بچوں کو نہ گم کر بیٹھوں لہٰذا میں جو کچھ صدقہ خیرات کرنا چاہتا ہوں وہ ان حالات میں ناممکن سمجھ کر میں بڑی مشکل سے اپنے خاندان کے افراد کو سنبھال کر ٹیکسی ڈرائیور سے مدد مانگی کہ مجھے مزار کا راستہ بتانے کے علاوہ ہمیں ان لوگوں سے بچائیں۔

Marfat.com

ڈرائیوروں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے کر مسجد تک پہنچایا جو کہ مزار سے منسلک ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں نہ تو چادر، پھول یا کوئی شیرینی خرید سکا نہ صدقہ خیرات کر سکا اور پہلی حاضری پر اس بدنظمی کی وجہ سے بہت کوفت اٹھانا پڑی۔ مسجد میں نفل کی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دل کو ذرا سکون ہوا۔ پھر میں نے اِدھر اُدھر توجہ کی تو دیکھا ایک نورانی شخصیت ہماری طرف متوجہ ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر ان کو سلام کیا اور ان سے محبوب الٰہی کے مزار پر حاضری دینے کی نیت سے آگاہ کیا تو انہوں نے پوچھا کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور میرا تعلق اگر ہندوستان سے ہے تو کہاں سے ہے۔ جب میں نے تفصیل بتائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنا تعارف کراتے ہوئے مجھے اپنے ساتھ اپنے حجرے کی طرف لے گئے۔ میرے ساتھ دیگر خاندانی افراد کو انہوں نے مسجد ہی میں بیٹھے کو کہا اور اپنے بیٹے کو ان کی ضروریات اور حفاظت کے لئے چھوڑا۔ حجرے میں پہنچ کر کئی صدیوں سے لکھی ہوئی جلدوں میں ایک جلد نکال کر میرے سامنے رکھی اور پوچھا کہ آپ اس دستخط کو پہچانتے ہیں۔ میں نے دیکھا تو اس میں میرے والد بزرگوار کے آخری دستخط کے علاوہ میرے خاندان کے ان تمام بزرگوں کے دستخط اور پتے موجود تھے جو اس مزار پر حاضری دینے آچکے ہیں۔ ایک کونے میں خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین اور میرے والد بزرگوار کے پیر حضرت شیخ عبدالعلیم آسی کے بھی دستخط اور کچھ اشعار ان کے اپنے ہاتھوں سے

Marfat.com

لکھے ہوئے بھی دیکھے۔ ان حضرت نے مجھے بتایا کہ میرا نام اسلام الدین نظامی ہے اور اسی وجہ سے آپ کے خاندان اور خانقاہ رشیدیہ کے بزرگان ہمیشہ محبوب الٰہی کے مزار پر میری ہی معیت میں حاضری دینا بابرکت سمجھتے ہیں اور یہ بھی بڑی کرامت کی بات ہے کہ آپ نے یہ باتیں نہ جانتے ہوئے بھی میری طرف رجوع کیا۔ والدہ، اہلیہ اور نسرین، پروین، نازنین، ممشاد، شرین اور شمشاد کے ہمراہ میں نے جناب اسلام الدین نظامی کی معیت میں پہلے حضرت امیر خسروؒ کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی اور پھر محبوبِ الٰہی کے مزار پر حاضری دی۔ واپسی پر امام صاحب کی بدولت ہمارا گھیراؤ نہیں ہوا لہٰذا ہمیں جو خیر خیرات کرنی تھی وہ سہولت سے لوگوں میں تقسیم کیں۔ یہ یادگار واقعہ اس لیے بیان کیا کہ آج کل کے حالات پرانے حالات کے مقابلے میں کافی اچھے ہیں۔

اس کے بعد کے واقعات کی تفصیل میں اپنی پہلی جلد ''پس منظر'' میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں لہٰذا اسے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہوں۔ اس کے بعد ہم سب نے ایک بار پھر فروری ۷۶ء میں انڈیا کا سفر کیا۔ والد بزرگوار کی حج کرنے کے لئے مکہ شریف جانے کی خواہش تو پہلے سے میرے علم میں تھی لیکن پچھلے سفر میں ان کے پاسپورٹ کے سلسلے میں، میں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ اس سفر میں، میں نے جیسا کہ پچھلی کتاب میں لکھ چکا ہوں کلکتہ کا سفر کیا اور تمام حالات سے آگاہی حاصل کی اور والد صاحب کی درخواست کو جو ۱۹۷۰ء سے ملتوی پڑی

Marfat.com

تھی تلاش کروائی جس میں کافی دن لگ گئے اور کلکتہ کا ویزا نہ ہونے کی وجہ سے مزید رُک بھی نہیں سکتا تھا اس لئے دوبارہ پاکستان سے کلکتہ کا بھی ویزا لے کر آنے کا ارادہ کیا اور واپس سادات پور آ گیا۔

والد صاحب کو اطمینان دلایا کہ میں نے آپ کی درخواست نکلوالی ہے اور انشاءاللہ چند ماہ بعد آ کر میں آپ کا پاسپورٹ بنوالوں گا اور اپنے ساتھ آپ کو کراچی لے چلوں گا اور انشاءاللہ وہاں سے آپ کو والدہ کے ساتھ حج پر لے جانے کا انتظام بھی کروں گا اور فرائض حج ادا کرنے کے بعد میں خود آپ کو واپس سادات پور پہنچادوں گا۔ اللہ نے میرے وعدے کا بھرم رکھا اور بڑی مشکل سے میں نے اگست ۱۹۷۷ء میں بھارت کا ویزا حاصل کیا کیوں کہ اب وہ ہر دو سال بعد ہی ویزا دیتے تھے۔ بہرحال میں اگست ۱۹۷۷ء میں انڈیا اکیلا آیا اور صرف ایک دن سادات پور رُک کر کلکتہ چلا گیا اور پاسپورٹ کے لیے تگ و دو کرتا رہا اور پھر اللہ کی مدد سے میں والد بزرگوار کو ۱۱ ستمبر ۱۹۷۷ء کو لے کر کراچی پہنچ گیا۔ اس سلسلے میں جو کچھ والد صاحب کی طرف سے کرامات ظاہر ہوئیں ان کی تفصیل میں نے اپنی پہلی کتاب ''پس منظر'' میں لکھ دی ہے جن کا یہاں دہرانا ضروری نہیں ہے۔

سید محمد منظر صاحب اپنی کتاب ''پیش منظر'' کے باب ۹۹ میں لکھتے ہیں کہ والد صاحب حج کی سعادت حاصل کر کے دسمبر ۱۹۷۷ء میں جدہ سے کراچی

Marfat.com

آئے اور چھ مہینے مزید پاکستان میں قیام کیا، اس کے بعد میں اپنی اہلیہ کے ساتھ جون ۱۹۸۷ء میں ان کو سادات پور پہنچانے گیا۔ اس وقت موضع لکڑی کلاں سے محمد رئیس قادری صاحب مع چند دیگر افراد کے والد صاحب کے پاس وفد کی صورت میں آئے اور اپنے موضع میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھنے کی تمنا ظاہر کی جس کو والد ماجد نے بڑی خوشی سے قبول کرلیا۔ لکڑی کلاں سادات پور سے شمال مشرق کی طرف چند میل پر واقع ہے۔ یہ موضع تاریخی نوعیت کا حامل ہے اس لیے کہ یہاں حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد رشیدؒ کے خلیفہ اور صاحب زادے حضرت بدرالحق شیخ محمد ارشد متوفیؒ ۱۱۱۳ھ خانقاہ رشیدیہ کے پہلے بزرگ تھے جنہوں نے یہاں قدم رنجہ فرمایا انہوں نے جس مکان کے ایک کمرے میں رہائش اختیار کی اور کمرے کے ایک گوشے میں عبادت کی۔ یہ کمرہ اور عبادت کی جگہ آج بھی اسی طرح قائم اور محفوظ ہے۔ بعد کے آنے والے خانقاہ رشیدیہ کے تمام بزرگوار اس جگہ دو رکعت نفل کی نماز ضرور ادا کر کے حضرت بدرالحقؒ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ لکڑی کلاں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی بستی ہے۔ یہاں ایک شاندار مسجد بھی قائم ہے لیکن یہاں کے مسلمان ایک دارالعلوم کی کمی شروع ہی سے محسوس کر رہے تھے تاکہ یہاں کہ لڑکے اور لڑکیاں دینی و دنیاری علم حاصل کر سکیں اور ملکی تعلیمی نصاب کی تعلیم میں بچے آگے بڑھ سکیں۔

جناب محمد رئیس قادری صاحب نے دارالعلوم قائم کرنے کا بیڑا بڑے ہی

Marfat.com

عزم سے اُٹھایا اور پہلے مرحلے میں والد سے ایک عمارت کی بنیاد رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لکڑی کلاں بستی سے ملحق ایک کھیت کو ہموار کر کے میدان بنالیا گیا تھا جس میں بارشوں کے مہینے کے علاوہ روزانہ بچے بچیاں قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ والد بزرگوار لکڑی کلاں جانے کے لیے فوراً تیار ہو گئے اور مجھے بھی ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ دیگر افراد جو اس وقت سادات پور میں موجود تھے یعنی حافظ ابا، نصیر بابو، مظفر حسن المعروف نیمو بابو وغیرہ بھی شامل قافلہ ہو گئے۔ ہمارے وہاں پہنچنے پر بستی کے لوگوں نے ہمارا استقبال اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر کیا اور والد بزرگوار نے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ عصر کی نماز مسجد میں ادا کرنے کے بعد میں نے حضرت بدرالحق ارشدؒ کے تاریخی حجرے میں جا کر مخصوص جگہ پر دو رکعت نفل کی نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دارالعلوم کا نام مدرسۃ ارشدالعلوم شاہدیہ، مصطفائیہ رکھا گیا۔ یہ تین بزرگوں کے نام کا مرکب ہے۔ اس طرح یہ حضرت ارشدؒ متوفی ۱۱۱۳ھ، حضرت سید شاہد علی سبز پوش متوفی ۱۳۷۳ھ اور حضرت سید مصطفیٰ علی سبز پوش متوفی ۱۳۷۸ھ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ میرے والد بزرگوار کے وصال ۱۴۰۴ھ کے بعد اس دارالعلوم کو بہ یادگار حضرت پیر سید عبدالشکورؒ کے طور پر بھی لکھا اور جانا جاتا ہے میں حسب توفیق اس مدرسے کی تعمیر و ترقی میں معاونت کرتا رہا ہوں اب یہ مدرسہ کئی عمارتوں مع مستند لائبریری کے ساتھ کئی سو طلبہ و طالبات کے لیے علم کا گہوارہ بن چکا ہے۔

Marfat.com

جناب محمد رئیس قادری صاحب اوران کے ساتھی، اساتذہ قابل مبارک باد ہیں کہ تمام مسائل اور رکاوٹوں اور محدود وسائل کے باوجود انہوں نے اس مدرسے کو تکمیل تک پہنچایا۔ مزید توسیع اور ترقی جاری وساری تو ہمیشہ ہوتی رہے گی لیکن دینی علم حاصل کرنے کی بنیاد مستحکم ہو چکی ہے۔ اس کی جزا اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور جس نے ہمارے دل و جان کے محبوب حضرت محمد ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ محمد رئیس قادری صاحب کا تقاضہ ہے کہ میں ایک بار ضرور لکڑی کلاں آ کر دارالعلوم کا معائنہ کروں اور میں بھی یہی چاہتا ہوں، دیکھیے یہ ارادہ کب پورا ہوتا ہے۔

سید محمد منظر اپنی کتاب ''پیش منظر'' کے باب ۸۶ میں تحریر کرتے ہیں کہ والد بزرگوار دسمبر ۱۹۸۱ء سے صاحب فراش ہوئے اور فالج کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ بستر سے اُٹھ نہ سکے حالانکہ علاج کے بعد لوگوں کو پہچاننے لگے تھے اور اُمید تھی کہ اُٹھنے بیٹھنے میں جو تھوڑی دقت رہ گئی ہے وہ بھی جلد دو ہو جائے گی لیکن اس کے قبل ہی کسی قدر بات چیت کرنے لگے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے وصال کے لیے ۱۲ر جنوری ۱۹۸۴ء بمطابق ۷ر ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات صبح تقریباً ۱۱ بجے بلا لیا۔ چھپرہ میں نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد جسد اطہر سادات پور جلوس کی صورت میں لے جایا گیا اور جمعۃ المبارک کے دن قرب وجوار کے ہزاروں عقیدت مندوں، عزیز و اقارب نے نماز جنازہ کے بعد لحد میں

Marfat.com

اُتارا، سبھی کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ ساداتپور میں اتنا بڑا اجتماع اس پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ راجا پور پیسوڑ کے علاوہ قرب و جوار کے ہندو بھی افسوس کرنے بڑی تعداد میں آئے۔ میں اس وقت کراچی میں تھا۔ چھپرہ سے نصیر بابو نے والد ماجد کے وصال کی خبر دینے کے لیے نفیس سلمہ کو جرمنی فون کیا اور رابطہ فوراً ہو گیا اور نفیس نے مجھے اور میرے بھائی جان کو فون پر اطلاع دی اس طرح تمام عزیزوں کو کراچی میں ۱۲ر جنوری جمعرات کے دن ایک بجے تک اطلاع ہو گئی اور میرے گھر پر قرآن خوانی شروع ہو گئی۔

۱۴ر جنوری کو قل کا اہتمام میں نے اپنے گھر پر رکھا۔ کراچی کے اکثر لوگ شریک ہوئے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں کسی صورت جنازے میں شریک ہو سکتا اس لئے فیصلہ کیا کہ چہلم کے موقع پر ہی جانا بہتر ہوگا۔ لہٰذا میں چہلم کے موقع پر جو ۱۹ر فروری ۱۹۸۴ء کو ہونا طے پایا تھا اپنی اہلیہ اور صاحبزادے رشاد کو لے کر ساداتپور چند دنوں قبل پہنچ گیا۔ اتفاق ہے کہ میرے چھوٹے بھائی نفیس اور بھائی جان چہلم میں شامل نہ ہو سکے۔ بھائی صاحب یعنی سید محمد اختر صاحب اکثر والد کی علالت کے دوران بنگلہ دیش سے عیادت کے لئے آتے رہتے تھے ان کا انتقال ہو چکا تھا ورنہ وہ ضرور آتے۔ چہلم میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علماء اور آپ کے عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ بالخصوص خانقاہ رشیدیہ جونپور کے سجادہ نشین جناب مولانا مفتی غلام محمد یٰسینؒ اور دیگر جید علماء کرام نے شرکت کی۔ اسی

Marfat.com

اجتماع میں میری دستار بندی مولانا غلام یٰسینؒ کے ہاتھوں ہوئی اور حاضرین نے مجھے نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ ہم مارچ ۱۹۸۴ء میں واپس کراچی آ گئے۔

۳۱/دسمبر ۱۹۸۴ء بمطابق ۷/ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ کو پہلے عرس کے موقع پر میں ساداتپور حاضر ہوا۔ بہت بڑے اجتماع میں عرس کی رسومات میں صبح سے ۱۱ بجے دن تک قرآن خوانی و قُل پڑھے گئے اور اکثریت نے قبر کے تعویذ پر چادروں کے نذرانے پیش کیے ہندوستان کے ہر علاقے سے لوگ بلا دعوت خود بخود عرس سے ایک دن قبل ہی آ گئے اور اسی طرح عرس کا سلسلہ ہر سال جاری ہے۔ نہ کوئی وہاں کسی کو دعوت دینے والا ہے نہ بلانے والا نہ کوئی معقول انتظام ہے لیکن عقیدت مندوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ میلاد شریف اور قرآن خوانی، قل اور مزار پر حاضری اور چادر پوشی کے بعد زائرین واپس چلے جاتے ہیں۔ البتہ نصیر بابو چھپرہ سے آ کر موقع کے لحاظ سے انتظام کرتے ہیں جس میں میلاد شریف کا انعقاد اور عرس میں شمولیت کے لیے آنے والے بڑے بڑے علماء کی رہائش و تقاریر کا انتظام اور پھر دیگ پیش کرتے ہیں پھر بھی زائرین کی اکثریت اپنا انتظام خود کرتی ہے۔ یہ سب اپنے نیک بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ اسی طرح میرے جدامجد میر سید سعد اللہؒ عرف شاہ مداری شاہ کے عرس کے موقع پر جو ۱۲/رجب کو ہر سال منعقد ہوتا ہے آج تین سو سال سے زیادہ عرصے سے لوگ عرس مناتے آ رہے ہیں اس میں ہمارے خاندان کے کسی فرد کا کوئی ہاتھ نہیں ہے

Marfat.com

وہ بھی زائرین کی طرح شمولیت کرتے ہیں بغیر اطلاع کے عقیدت مند وقت پر آتے ہیں قرآن خوانی اور فاتحہ اور چادر پوشی کے بعد چلے جاتے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو اپنے نیک بندوں کے کارناموں کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا خواہ زمانہ کوئی بھی ہو۔ میں نے واپس کراچی آکر ۱۰ر جنوری ۱۹۸۵ء کو والد بزرگوار کے عقیدت مندوں اور مریدوں کی خواہش پر اپنے والد بزرگوار کا پہلا عرس اپنے گھر پر منعقد کیا جس میں کراچی کے علماء اور عقیدت مندوں نے ذوق وشوق سے شرکت کی اور تبرک تناول کرنے کے بعد واپس ہوئے۔ یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے اور ہر سال ۷ر ربیع الثانی کی مطابقت سے عرس کے موقع پر میلاد شریف قائم کیا جاتا ہے تاکہ کراچی کے عقیدت مندوں کو بھی موقع ملے کہ وہ اپنی عقیدت کا اظہار کرسکیں۔

پسیوڑ کے رہنے والے ایک عالم اور قابل قدر شاعر سید ظہور الحسین احمد قادری نے والد بزرگوار کی شان مبارک پر ان کے وصال کے بعد ایک قطعہ ترتیب دیا ہے وہ تبرکاً درج ہے۔

نور حق سے ہے مجلّی تربتِ عبدالشکورؒ
دل سے دیکھو تو ہو حاصل رویتِ عبدالشکورؒ
کیا بیان احمد کرو گے عظمتِ عبدالشکورؒ
قربِ خدا خانہ ہے جائے حضرت عبدالشکورؒ

Marfat.com

نیز جناب سید ظہور الحسین احمد صاحب نے چہلم کے قُل سے قبل میلاد شریف کے موقع پر والد ماجد کی شان میں ایک منقبت پیش کی تھی جس سے تاریخ وصال بھی نکلتی ہے وہ بھی میں من وعن اسی کتاب میں پیش کر رہا ہوں تا کہ یادگار رہے۔

پیر طریقت حضرت سید عبدالشکور علیمی رشیدی کی حیات زندگی کے معمولات سے متعلق ڈاکٹر پنڈت دیوناتھ چترویدی، بلیہ، مصنف ''تجلیات آسیؔ''، ''تصوف اور مشائخ خانقاہ رشیدیہ جونپور'' اور ''ارمغان رشیدی حضرت پیر طریقت علامہ سید عبدالشکور علیمی رشیدی، سادات پوری'' کے ایک خط کے جواب میں سید محمد منظر بن سید عبدالشکور نے ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۱ء مطابق ۱۴ر جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ کو ایک تفصیلی خط میں حضرت پیر طریقت کی زندگی کو اُجاگر کرتے ہوئے چترویدی صاحب کو بھیجا جو من وعن پیش خدمت ہے۔

ہفتہ ۱۴ر جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۱ء

محترم ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی

تسلیمات!

آپ کا خط، انوار احمد صاحب کے توسط سے موصول ہوا۔ آپ کا خط پڑھ کر کس قدر خوشی محسوس ہوئی، اس کا اظہار الفاظ میں ناممکن ہے۔ آپ کے خط میں محبت وجذبات کا ایسا رچاؤ تھا کہ پہلی ملاقات کے بجائے یوں محسوس ہوتا ہے۔

Marfat.com

جیسے تجھ سے کئی صدیوں کی شناسائی ہے

آپ نے میرے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے یہ آپ کی عالی ظرفی اور آپ کا حُسنِ ظن ہے وگرنہ من آنم کہ دانم۔

آپ نے میرے بزرگوں کے بارے میں جس محبت وعقیدت کا اظہار کیا ہے اس کے سبب آپ کی ذات سے ایک اُنس اور گہرا لگاؤ محسوس کررہا ہوں۔

آپ کی دونوں کتابیں ''جمالیاتِ آسیؔ'' اور ''سوزستان'' موصول ہوئیں۔ اس عنایت ومحبت کے لئے شکر گزار ہوں۔ان دونوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد ہی اپنے خیالات کا اظہار کرسکوں گا۔سردست اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ نے جمالیات آسیؒ شائع کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔حضرت آسیؒ پر بہت لوگوں نے کام کیا۔ان کے کلام بلاغتِ نظام پر مختلف انداز سے مضامین لکھے مگر کسی نے ان مقالات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی نہ اس کی اشاعت کا معقول انتظام ہوا تاکہ اربابِ علم اور صاحبانِ حال وقال اس سے استفادہ کرتے۔آپ نے حضرت آسیؒ پر تحقیقی مقالہ سپردقلم فرما کر نیز مطبوعہ وغیر مطبوعہ کلام نہ صرف اُردو بلکہ ہندی میں شائع کر کے بہت بڑا علمی کام کیا ہے۔

یہ رتبہ بلند آپ ہی کا مقدر تھا

آپ نے میرے قبلہ والد صاحب پیر طریقت الحاج سید عبدالشکور علیمی رشیدی نوراللہ مرقدہٗ کے حالات جاننے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔آپ کا حکم سر

Marfat.com

آنکھوں پر مگراس کام کے لئے یکسوئی کی ضرورت ہے اور آج کل اس سے محروم ہوں۔ میری ذاتی خواہش بھی ہے کہ اپنے خاندان کے متعلق کچھ جم کر لکھوں گا مسلسل سفر اور عدیم الفرصتی میرے جذبات اور ارادے کے سامنے سید سکندری کی طرح حائل رہتی ہے۔ اس آرزو کی تکمیل میں ایک علّت روحانی کا بھی بڑا دخل ہے۔ آپ کو جان کر حیرت ہوگی کہ ہمارے بزرگوں نے کبھی نمایاں ہونے کی کوشش نہیں کی بلکہ انہوں نے ہمیشہ انکسار اور اپنی ذات کی نفی کے رویہ کو اپنایا۔

وہ ہمیشہ فنا فی الشیخ کی سنت پر عمل کرتے رہے۔ وہ من تو شدم تو من شدی تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری کی زندہ مثال تھے۔ اپنے شیخ اپنے پیر کی نظر عنایت کے سبب علمی، دینی اور روحانی معراج پا لینے کے بعد بھی کبھی ان اوصاف کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ کسی اور سے تو درکنار خود اپنے شیخ، اپنے پیر کے جانشینوں سے بھی اپنی ذات کے کسی جوہر سے پردہ نہ اٹھایا۔ ان کے جانشین اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے۔ انہیں اجازت وخلافت عطا کر کے اپنے سے الگ کر دیتے اس کے باوجود وہ اپنے ہی پیر کے گُن گاتے رہے۔

مجھ کو اچھا نہیں لگتا ہے نمایاں ہونا

یہ ہمارے خاندان کی سنت رہی چنانچہ میں نے جب بھی ان کے حالات، علمی وروحانی مراتب، فیوض وبرکات کو قلمبند کرنے کا ارادہ کیا تو یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ گاہے گاہے سوچتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں کی ارواح مبارکہ کو شاید یہ

Marfat.com

کام پسند نہیں۔ سلسلہ رشیدیہ کے کئی بزرگوں نے خلافت ملنے کے بعد اس سلسلہ کو اپنے خاندانی وسیلہ سے آگے بڑھایا۔ آج بھی تصوف و طریقت کی دنیا میں کئی سلسلے ایسے ملیں گے جن کا تعلق سلسلہ رشیدیہ سے ملتا ہے لیکن ہمارے بزرگوں نے، مسلسل چار سو سال خانقاہ رشیدیہ کے بزرگوں سے وابستگی کو ہی اپنے لئے باعث افتخار جانا۔

ہمارے بزرگ نہ صرف علمی، دینی اور روحانیت کے بلند مدارج پر فائز ہوئے بلکہ دنیاوی جاہ و منصب کے باوجود اپنا الگ سلسلہ جاری نہ کیا۔ سادات پور میں خراج سے مستثنیٰ زمینیں، زمینداری اور خانقاہ بھی قائم تھی اور یہ سب چیزیں اپنا جہان بنانے اپنا تفاخر قائم کرنے کے لئے اور ایک اور سلسلہ کی بنیاد ڈالنے کے لئے کافی تھیں مگر ان بزرگوں نے (خدا ان کی قبروں کو اپنے نور سے منور کرے ان کے درجات اور بلند کرے) اپنی ذات کی نمائش، اپنی ذات کے دعووں کے بجائے خانقاہ رشیدیہ کے جانشینوں سے نسبت اور انہی کے قدموں میں سکون محسوس کیا۔

میرا ذوقِ سجدہ صدقے ، یہ میری جبیں تصدق
مجھے ربط ہوگیا ہے تیرے سنگ آستاں سے

ان حالات میں چار سو سال پر محیط، اپنے بزرگوں کا تذکرہ کیونکر قلمبند کروں۔ مجھے اپنے بزرگوں پر فخر ہے۔ میرے سامنے ان کا عمل ہے جیسا کہ

Marfat.com

پہلے بیان کر چکا ہوں کہ وہ تو نمود و نمائش سے دور رہتے تھے تاہم ان سے تعلق، ان سے نسبت کے باوجود میں عرض کروں گا کہ میں اپنے آپ کو دنیا دار قسم کا انسان سمجھتا ہوں۔ اس لئے وہ تمام روایات، حکایات جو میں نے براہِ راست ان سے سنی ہیں، یکجا کرنے کی کوشش کروں گا۔ ہمارے خاندان کے حالات اور شجرہ تحریری صورت میں موجود تھے لیکن ہماری پاکستان ہجرت کے نتیجہ میں اس خزانہ کی حفاظت نہ ہو سکی۔ ادھر قبلہ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اپنے بزرگوں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے خاندانی تذکرے اور مرتبے کو ہمیشہ پردہ اخفا میں رکھا۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ مواد ساداتپور سے مل سکتا ہے۔

ہمارے جدِ امجد حضرت میر سید سعد اللہ المعروف بہ سید شاہ مداریؒ بلخ سے پیر کامل کی تلاش میں ہندوستان تشریف لائے۔ پورے ہندوستان کی خاک چھانی اور آخرکار انہیں حضرت شیخ محمد رشیدؒ کی صورت میں وہ گوہرِ مقصود، وہ پیر کامل مل گیا جس کی جستجو میں وہ گھر سے نکلے تھے۔ حضرت شیخ محمد رشید سے شرفِ بیعت نصیب ہوا اور پھر یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ پیر کی حکم اور اجازت سے موضع پیسوڑ سے متصل اپنی خانقاہ قائم کی اور وہیں آباد ہو کر تبلیغی کام میں مصروف ہو گئے اور پھر یہ بستی ساداتپور کے نام سے آج تک آباد ہے۔ جو آج کل صوبہ بہار کے ضلع سیوان سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنے جدامجد میر سید سعد اللہؒ کی تقلید میں

Marfat.com

میرے قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ تک خاندان کے تمام بزرگوں نے خانقاہ رشیدیہ کے دَر سے وابستگی کو اپنی دلبستگی اور نجات کا ذریعہ جانا۔ ہم پاکستان نہ آتے تو شاید پیرایہ اظہار یہ نہ ہوتا۔ ہم سب آج بھی اس در سے وابستہ ہیں لیکن خانقاہِ رشیدیہ کی اس انداز میں خدمت نہیں کر پا رہے ہیں جس طرح یہ فریضہ ہمارے خاندان کے بزرگوں نے انجام دیا ہے۔

آج جب حقائق و معارف سے مرصّع اپنے بزرگوں کے کوائف لکھنے بیٹھا ہوں۔ تو یہ احساس بار بار کچوکے دے رہا ہے کہ بزرگوں نے تو اپنے مقام و مرتبہ کو عوام الناس سے پوشیدہ رکھا۔ ضبط تحریر میں لانا تو دور کی بات انہوں نے زبانی کلامی بھی اس کو پسند نہ فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی ذات یا ان کا تذکرہ افراط و تفریط کے زمرہ میں آ جائے اور یوں اپنے پیروں کی گستاخی کا کوئی موضوع نہ پیدا ہو جائے لیکن میں یہ جسارت کر رہا ہوں کہ ان کے حالات علمی، دینی، روحانیت میں ان کے مقامات سے متعلق حقائق جمع کر رہا ہوں کہ اہل طریقت اپنی محفلوں کو ان کے ذکر و افکار سے منور کر سکیں۔ دیکھئے اس کوشش میں کہاں تک کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

پھر ایک تقصیر کر رہا ہوں
پھر ایک تدبیر کر رہا ہوں
خدا اگر کامیاب کر دے

Marfat.com

میرے قبلہ والد صاحب مرحوم کے وصال کو تقریباً سات سال کا عرصہ گزر گیا مگر یقین فرمایئے ان کا مسکراتا نورانی چہرہ ہر دم آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آج بھی میں ان کے سایۂ عاطفت میں ہوں۔ یہ حقیقت تو کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ فنافی الرسول اور فنافی اللہ، بظاہر مادی النظر سے مخفی ہوتا ہے مگر عالم روحانیت میں موجود ہوتا ہے۔

بقول علامہ اقبال ؎

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
تیرے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

آپ ایک شفیق باپ تو تھے ہی مگر اپنے مریدین، اپنے معتقدین سے بھی اسی طرح شفقت و محبت سے پیش آتے گویا یہی ان کی حقیقی اولاد ہیں۔ ہر دم ضرورت مندوں کی مدد، سوالیوں کی دستگیری کی فکر دامن گیر رہتی۔ سب کی خدمت کی مگر کسی سے خدمت کی توقع نہ رکھی۔

کسی نے عقیدت کے اظہار میں غلو کیا تو اس سے انہیں روحانی طور پر تکلیف ہوتی۔ مریدین سے ان کی محبت و شفقت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے انہیں اپنے عزیز ترین غیر مستحق رشتہ داروں پر فوقیت دی۔ کسی مرید کی آمد متوقع ہوتی تو بے چینی سے اس کا انتظار کرتے۔ وقت اور موسم کے لحاظ سے اس کی آسائش و رہائش کا انتظام فرماتے۔ آپ کی کرامات کا بیان

Marfat.com

کیونکر کروں جسے انہوں نے ظاہر ہونے سے احتراز کیا۔ کرامات کے سلسلہ میں آپ نے کئی دفعہ مجھ سے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ پیروں کے احکام کے مطابق کرامات کی اس طرح حفاظت کرنا ہمارے اُوپر فرض ہے جیسے کوئی دوشیزہ اپنی آبرو کی حفاظت کرتی ہے خواہ اس کے لئے اپنی جان گنوا بیٹھے۔

لیکن خیال آتا ہے کہ آپ کی یہ باتیں تو تاریخ کا حصہ ہیں۔ اہل قلب کی امانت کا درجہ رکھتی ہیں لہٰذا امانت کو حقداروں تک پہنچانے کے خیال سے بعض کرامات بیان کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

آپ کے وصال کے بعد عالمِ خواب میں مجھے آپ کی زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ میری طرف نہایت شفقت سے دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کروں مگر پھر خیال آیا کہ میں نے تو زندگی میں بھی آپ سے اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ آپ تو روحانیت کے ایسے مقام پر ہیں کہ آپ پر سب عیاں ہے پھر اظہار چہ معنی۔ جب ان کا خوشنودی ونورانی چہرہ دیکھا تو میری کئی بار یہ خواہش جاگ اُٹھی کہ کاش میں اپنی پریشانی کا اظہار کر سکتا۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ قبلہ عالی نے فرمایا کہ اب تم کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اَب میں تمہاری دنیا کے حوالے سے شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہوں۔ اب میں عالم بالا میں ہوں۔ میں ہر جگہ بلا روک ٹوک پہنچ کر سب کی مدد کر سکتا ہوں۔ اب میری کرامات کا

Marfat.com

چرچا ہوتو مجھے تکلیف نہیں ہوسکتی۔میں نے محسوس کیا گویا فرمارہے ہیں کہ میری ہرطرح کی مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔ایک بار جبکہ وہ ابھی حیات تھے، تنہائی میں میں نے انہیں بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں حرم شریف کا طواف کررہا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں۔تمہاری ہی وجہ سے مجھے حج کی سعادت حاصل ہوئی۔یہ خواب درحقیقت تمہارے اس نیک عمل کی قبولیت کی نشان دہی کرتا ہے۔خیال رہے کہ آپ نے ۱۹۷۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور ہندوستان سے براہِ راست پاکستان سے حج پر گئے تھے جبکہ مجھے اس وقت تک عمرہ کی سعادت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

قبلہ والد بزرگوارؒ کے وصال کے چند ہفتوں بعد میں نے خواب میں ایک بار دیکھا کہ ایک نہایت مہربان بزرگ عمدہ لباس میں ملبوس، چہرہ نور سے منور مجھے قرآن شریف پڑھارہے ہیں۔اس کے بعد آنکھ کھل گئی اور لیکن وہ آیات جو پڑھائی جارہی تھیں کچھ دنوں تک مجھے یاد رہیں۔خواب کے بعد خواب کی تعبیر کے تصور نے مجھے پریشان رکھا کہ خواب کی تعبیر کیا ہوگی۔وقت گزرتا رہا اور خواب کی بات خواب ہوگئی لیکن جب میں آپ کے چہلم میں شرکت کی تیاریوں میں مصروف تھا تو مجھے یہ احساس ستانے لگا کہ قرآنِ حکیم کی قرأت کے ساتھ تلاوت تو آتی نہیں پھر بھلا چہلم کی تقریب میں فاتحہ کے موقع پر کیا کروں گا۔ چنانچہ میں نے قرآن حکیم کی تلاوت قرأت سے پڑھنے کی کوشش کی۔یقین

Marfat.com

فرمایئے کہ میں اتنے عمدہ لحن کے ساتھ قرأت پڑھنے لگا کہ مجھے تعجب بھی ہوا حیرت بھی اور فخر کا احساس بھی ہونے لگا۔

قبلہ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے اشغال اور ان کی مصروفیات کے متعلق میں تفصیل سے بیان کرنے سے یوں بھی قاصر ہوں کہ شومئی تقدیر مجھے ان کی صحبت میں رہنے کا بہت کم موقع ملا۔ ۹ سال کی عمر میں تعلیم کے حصول کے لئے گینگٹوک (سکم) بھیج دیا گیا جہاں مرے چچا قبلہ حافظ سید عبدالرزاق ؒ رہتے تھے۔ کاروبار کے ساتھ وہ مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے۔ دراصل میرے اس سفر کے محرک میرے چھوٹے چچا قبلہ سید عبدالبصیر ؒ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہاں میں یکسوئی اور پوری توجہ کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکوں۔ بعدازاں ۱۹۵۲ء میں چاٹگام (مشرقی پاکستان) آ گیا مگر میرے والد صاحب مرحوم اور دونوں چچا ہندوستان چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔

ایک بار میں نے نہایت ادب سے قبلہ والد صاحب سے عرض کیا کہ ہم سب بہن بھائی ہجرت کر کے پاکستان آ گئے ہیں۔ ایک چھوٹی بہن جس کی شادی چھپرہ شہر میں ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ وہیں کی ہو کے رہ گئی۔ والدہ ماجدہ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے) ہجرت کر کے اپنے بیٹیوں کے ساتھ پاکستان آ گئیں۔ ان حالات میں آپ ہندوستان میں اکیلے کیونکر رہ سکتے ہیں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں اکیلا کہاں ہوں یہاں میرے

Marfat.com

لاکھوں روحانی بچے ہیں۔ نسبی اولاد کی خاطر میں اپنی روحانی اولاد کو جو لاکھوں پر مشتمل ہے چھوڑ کر چلا جاؤں مناسب نہیں۔ میری ذاتی توجہ، رہنمائی اور دستگیری کی انہیں زیادہ ضرورت ہے کیونکہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی تمام ذمہ داریاں مجھے سونپ دی ہیں۔ اپنے مریدوں سے ان کے تعلقات ذاتی سطح پر قائم و استوار رہے۔ سب کو یکساں توجہ بخشتے کہ کوئی احساس کمتری و محرومی کا شکار نہ ہو۔ دنیاوی مرتبہ کا بھی لحاظ رکھتے اور اس کے ساتھ اس کے سماجی و معاشی مرتبہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ملتے کہ کہیں کسی کی اَنا کو ٹھیس نہ پہنچے۔ ہر مرید کے لئے محبت کا اظہار اور اس کی بھلائی کے لئے بارگاہِ خداوندی میں گڑگڑا کر دُعائیں مانگتے۔ اسی سبب ہر مرید کو یہ احساس رہتا تھا کہ قبلہ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

یوں تو ان کی محبت فیض عام کا درجہ رکھتی تھی مگر مریدوں پر خصوصی توجہ اور نظرِ کرم فرماتے۔ آپ کے مریدوں کی حقیقی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن مشرقی پاکستان اور مغربی بنگال کے علاوہ، بہار، یوپی اور راجستھان کے ہر خطہ میں موجود ہیں۔ آپ روحانیت کے اس بلند مرتبہ پر فائز تھے کہ جس طرف سے گزر ہوتا مریدوں اور عقیدت مندوں کا ایک حلقہ ہر لحہ آپ کے گرد جمع رہتا۔ ملاقات کے لئے کوئی وقت مخصوص نہیں تھا نہ کسی قسم کی رکاوٹ۔ غرض ہر وقت اپنے عقیدت مندوں کے درمیان رہتے ہاں نماز کے وقت مجلس کا وقفہ ہوتا۔

Marfat.com

حضرت قبلہ والد صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) کم سخن اور کم گو واقع ہوئے تھے۔ لمبی چوڑی، بھاری بھر کم تقاریر طبیعت پر بار گزرتی۔ اپنا مدعا، اپنے خیالات کا اظہار اختصار مگر جامعیت کے ساتھ فرماتے۔ آپکے چند جملوں میں حقیقت کے آسمان یوں سمٹ کر آجاتے جیسے آسمان کی لامحدود وسعتیں آنکھ کے تل میں سما جائیں۔ عجیب اتفاق ہے کہ خانقاہِ رشیدیہ کے تمام جانشین تقاریر سے گریزاں رہے۔ جب بات کی کم اور نپے تلے الفاظ میں بات مکمل کردی۔

قبلہ والد گرامی علیہ الرحمۃ کم عمری میں اپنے والد بزرگوار کی سرپرستی سے محروم ہوگئے اور اپنے پیرو مرشد حضرت آسیؒ کے سایۂ عاطفت میں پناہ گزیں ہوگئے۔ تعلیم و تربیت اور روحانیت کا سفر بھی اپنے پیر کی رہنمائی میں کیا اور اپنے تزکیۂ نفس، عبادت و ریاضت کے سبب، روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک بار مجھ سے تذکرہ فرمایا کہ میں ابھی تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزر رہا تھا کہ ایک بار حضرت قبلہ آسیؒ بہمن برہ تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ایک رات کسی دیہات سے ایک شخص حضرت آسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ میرے والد بستر مرگ پر ہیں اور وہ خانقاہِ رشیدیہ کے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کے آرزو مند ہیں، دیہاتی نے عرض کیا کہ آپ کرم فرمائیں یا کسی اور بزرگ کو میرے ہمراہ جانے کا حکم فرمادیں۔ یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ اس شخص کے آنے سے قبل

Marfat.com

حضرت آسیؒ نے قبلہ والد صاحب کو بیعت کے طریق سے متعلق جو سبق دیا تھا اس سے متعلق مختلف سوالات فرماتے اور ساتھ ساتھ تشریح فرمارہے تھے۔

دیہاتی کے آنے سے چند لمحے پہلے قبلہ والد صاحب حضرت آسیؒ کی قدم بوسی کر کے اُٹھے تھے۔ اس وقت کئی خلفاء موجود تھے کہ قبلہ آسیؒ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ سید صاحب کو بلاؤ (یہ امر خاطر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ حضرت آسیؒ اور خانقاہِ رشیدیہ کے تمام جانشین ہمارے بزرگوں کو سید صاحب کے لقب سے ہی پکارتے تھے) قبلہ والد صاحب حاضر خدمت ہوئے تو حضرت آسیؒ نے حکم فرمایا کہ آپ اس شخص کے ہمراہ جائیں اور اس کے والد سے بیعت لیں۔ قبلہ والد صاحب فرماتے تھے کہ میں اپنے پیر و مرشد کا حکم سن کر دم بخود رہ گیا کہ اتنے افضل خلفاء کی موجودگی میں مجھے یہ اعزاز نصیب ہوا کہ میں بیعت لوں۔ بیعت کے حوالہ سے یہ پہلی بیعت تھی جس کا شرف مجھے نصیب ہوا۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ میں حضرت کے سامنے سر تسلیم خم کئے کھڑا رہا، حضرت آسیؒ نے پھر فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے اور میں یونہی سر جھکائے حضرت کی محفل سے رخصت ہوا۔ کچھ دور جانے کے بعد خیال آیا کہ میں حضرت کے حکم کی تعمیل میں جا تو رہا ہوں لیکن نہ جانے وہ کس سلسلہ سے بیعت کا آرزومند ہے اور میں اس کا مکلّف ہوں کہ نہیں۔ بس اس خیال کا آنا تھا کہ دوڑا دوڑا واپس آیا اور پیر و مرشد حضرت آسیؒ سے عرض کیا کہ

Marfat.com

میں کس سلسلہ میں بیعت لینے کا مجاز ہوں۔ پیر طریقت حضرت آسیؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ "تمہیں ہر سلسلہ کی اجازت ہے۔"

یوں تو نوعمری میں بیعت کرنے کا حکم مل گیا تھا لیکن حد ادب ملاحظہ فرمایئے کہ بیعت لینے سے قبل اپنے پیر و مرشد کی اجازت و رضا ضرور طلب فرماتے۔ اس واقعہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کم عمری میں مرشد کی تعلیم و تربیت، نگاہِ التفات کے نتیجہ میں آپ روحانیت کے بلند مدارج پر جلوہ افروز ہو چکے تھے مگر اس اکملیت کے باوجود کبھی اپنی ذات کی نمود و نمائش نہ کی۔ نہ تکبر کیا نہ دعویٰ بلکہ عجز و انکساری ہی کو اپنا شعار قائم رکھا۔

پیر طریقت حضرت آسیؒ کے وصال کے بعد سید شاہد علی سبز پوشؒ کی خدمت میں مصروف ہو گئے اور انہی کی معیت میں روحانیت کا ارتقائی سفر جاری رہا اور وہ وقت بھی آ گیا جب حضرت سبز پوش نے خلافت اور اجازت نامہ عطا کر کے آپ کو سرفراز فرمایا۔

میں دنیادار انسان، جو بعض اوقات عبادت کے بنیادی فرائض کی ادائیگی میں بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہوں۔ والد ماجد زہد و تقویٰ آپ کی عبادت و ریاضت کا حال کیونکر بیان کروں۔ موسم کی نرمی یا سختی ان کی عبادت میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ ہر حالت میں خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی اور روزہ کبھی قضا نہ ہوا۔ پھر نفلی عبادت کا تو شمار ہی نہیں۔

Marfat.com

مجھے جب کبھی ان کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، ان کے معمولات میں کسی قسم کا فرق نہ پایا۔ سفر میں بھی ویسی ہی عبادت کی پابندی کی جیسا کہ قیام ایام میں فرماتے۔ ان کی عالی ظرفی کا اندازہ یوں لگایئے کہ انہوں نے کبھی اپنے مریدوں یا ہمسفروں پر اپنی برتری کا اظہار نہ کیا نہ ان کی غفلت یا کوتاہی پر انہیں ملامت کی۔

ایک بار جب پاکستان تشریف لائے تو رمضان شریف کا زمانہ بھی آ گیا۔ میں روزہ کے معاملہ میں ویسے بھی اتنا پابند نہیں تھا یعنی تسلسل کے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ والد صاحب کی تشریف آوری پر مصمم ارادہ کیا کہ آپ کی موجودگی میں اب انشاء اللہ روزے پورے رکھوں گا لیکن پھر شیطان نے دل میں ایک وسوسہ پیدا کیا کہ والد صاحب کی موجودگی میں روزہ نہیں رکھنا۔ پھر اس کا اعلان بھی کرتا رہوں۔ ایسی حالت میں یقیناً والد صاحب تنبیہہ فرمائیں گے۔ تو پھر روزہ رکھوں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا مگر قربان جاؤں اپنے قبلہ والد صاحب کے تحمل پر کہ میں نے پورے رمضان غیر روزہ داروں کا وطیرہ اپنائے رکھا مگر آپ نے ناراضگی، شکایت یا تنبیہہ کے طور پر ایک لفظ بھی نہ کہا۔ ہاں میں نے محسوس کیا کہ میرے اس عمل سے آپ کی کشادہ جبیں شکن آلود ضرور ہو جاتی تھی۔ رمضان شریف کا مہینہ گزر گیا اور میں شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے والد صاحب کے تحمل کا امتحان لیتا رہا۔ اپنے اس عمل پر مجھے آج بھی

Marfat.com

ندامت محسوس ہوتی ہے اور قلق تو عمر بھر رہے گا۔ شاید ان کے تحمل و برداشت کی برکت ہے کہ پھر کبھی روزہ قضا نہ ہوا۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ کے مزاج میں تحمل بھی اپنی معراج پر تھا۔ ہر بات کو، ہر سوال کو تحمل سے سماعت فرماتے حتیٰ کہ بڑے نقصان پر بھی تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔ جو لوگ اپنے رب کی رضا کے طالب ہوں ان کی شان کا کیا کہنا۔

آپ کی ولادت کے ماہ و سال حتمی طور پر مقرر نہیں کیے جا سکتے لیکن آپ کی باتوں سے، واقعات کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۵ء کے درمیانی عرصہ میں ولادت سادات پور میں ہوئی۔

ایک بار ایک مرید نے پوسٹ کارڈ کے ذریعہ اپنی علالت کی اطلاع دیتے ہوئے درخواست کی کہ آپ تشریف لائیں۔ میں نے جب آپ کو سفر کی تیاری میں مصروف پایا تو حدِ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہہ اُٹھا کہ ایک شخص نے پوسٹ کارڈ لکھ دیا اور آپ شدید سردی کے عالم میں سفر اختیار فرما رہے ہیں۔ اتفاق دیکھئے کہ اپنا تانگا بھی موجود نہ تھا۔ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس پوسٹ کارڈ کو حقیر نہ سمجھو اور یہ دیکھو اور لکھنے والے کی عقیدت اور خلوص کا اندازہ لگاؤ پھر میرے وہاں جانے سے مجھے ان مریدوں سے بھی ملاقات کا موقع مل جائے گا جو پوسٹ کارڈ لکھنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے۔

Marfat.com

جب کہیں تشریف لے جاتے تو ہر مرید دیدہ ودل فرش راہ کرنے کی آرزو لئے ہوتا۔اس میں امیر ترین لوگ بھی ہوتے، غریب اور متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے بھی۔مگر آپ متوسط اور کم آمدنی والے مرید کے ہاں قیام کو اولیت بخشتے۔ یوں اس کی عزت افزائی ہوتی۔ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مرید ملاقات کے لئے اس کے گھر آتے اور اس طرح خانقاہِ رشیدیہ کے مریدوں کی آپس میں محبت ومودّت کا رشتہ بڑھتا۔بعض افراد کے درمیان پیدا ہونے والی رنجشیں ختم ہو جاتیں۔مرید، عقیدت مند جو نذرانے پیش کرتے انہیں غریب و نادار مریدوں میں تقسیم فرمادیتے۔اوروں کا تو ذکر ہی کیا انہوں نے کبھی اپنی حقیقی اولاد سے کسی قسم کی توقع نہ رکھی۔کبھی کچھ نہ چاہا اگر کسی نے کچھ بھیج دیا تو وہ بھی مریدوں میں تقسیم ہو جاتا یا پھر سفر پر خرچ ہو جاتا زیادہ تر اولادوں کی ترسیل شدہ رقم بھمن برہ کے خانقاہ اور دیگر مقام کی عمارتوں کی مرمت پر خرچ فرماتے تھے۔

خدانخواستہ کسی کی اہانت مقصود نہیں مگر آپ اس سے اتفاق کریں گے عام طور پر خانقاہوں کے سجادہ نشین اپنے مریدوں کے نذرانوں پر عیش کرتے ہیں۔ایسی ہی صورت حال کے مشاہدہ کے بعد علامہ اقبال نے باغی مرید کی مناجات لکھی جس کا یہ شعر زبان زد خاص وعام ہے۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

Marfat.com

لیکن خانقاہ رشیدیہ کے جانشینوں کا طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے کبھی مریدوں کے نذرانوں پر تکیہ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس اپنی جیب خاص سے ان کی مدد کرتے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ خانقاہِ رشیدیہ میں خلافت یا سجادہ نشینی کا سلسلہ موروثیت پر مبنی نہیں بلکہ خالصتاً علم، تقویٰ، زہد و عبادت اور روحانیت میں اکملیت کو معیار قرار دے کر انتخاب عمل میں آتا ہے۔ قائم مقام سجادہ نشین سید ایوب ابدالیؒ کے وصال کے بعد قبلہ والد صاحب کو قائم مقام سجادہ نشین کی مسند پر فائز ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ مگر ایثار و انکسار کا کمال دیکھئے کہ انہوں نے اس کی نمائش نہیں کی۔ دعویٰ نہیں کیا۔ اپنی ذات میں کسی قسم کا تکبر پیدا نہیں ہونے دیا بلکہ جس طرح حضرت آسیؒ حضرت شاہد سبز پوش، حضرت سید محمد مصطفیٰ سبز پوش اور حضرت ایوب ابدالیؒ کے زمانہ میں خانقاہ کی خدمت کرتے رہے تھے، اس معمول میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیا۔ ان بزرگوں کی حیات کے زمانے میں بھی عرس کے موقع پر جونپور، پورنیہ، بنارس، بھمن برہ اور غازی پور آنے والے زائرین کے انتظامی امور کی تمام ذمہ داریوں کے ساتھ بیعت عام لینے کے معاملات آپ ہی کو سپرد کر دیئے گئے تھے۔ اس کو اسی طرح جاری و ساری رکھا۔ عرس کے علاوہ عام دنوں میں بھی مرید، ضرورت مند آپ کے دولت خانہ پر تشریف لاتے یا پھر آپ بہ نفس نفیس ضرورت مندوں کی دستگیری کو پہنچ جاتے۔ ایک بار اس نوع

Marfat.com

کے سفر نہ کرنے کی درخواست کی تو ناراض ہو گئے۔ قدرے جھنجھلاہٹ کے لہجہ میں فرمایا کہ میرے پیر کمزوری کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہونے کے باوجود چارپائی پر لیٹ کر مزدوروں کے کاندھوں پر سوار اپنے مریدوں کی مدد کو پہنچتے تھے۔ میں تو بفضل تعالیٰ چلنے پھرنے کے قابل ہوں۔ پھر عمدہ سواری میسر ہے تو میں اپنے پیر کی سنت پر عمل سے کیونکر باز رہوں۔ اپنے پیر سے انہیں کس قدر محبت تھی کہ اس کو اُجاگر کرنے کے لیے یہ مثال ہی کافی ہے کہ آخری عمر میں آپ کو بھی گھٹنے میں درد کی شکایت پیدا ہو گئی اور حرکت میں تکلیف ہوتی تھی۔ مگر اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے کہ مجھے بھی اس تکلیف کی شدت سے دوچار ہونا پڑا جو میرے پیر صاحب علیہ الرحمۃ کو تھی۔

اللہ کی واحدانیت پر کامل یقین، اللہ کی ذات پر مکمل ایمان اور حضور ختمی مرتبت ذات رسالت مآب ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت، آپ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر ہوتا تو جذب و کیف کا عجیب عالم دیکھنے میں آتا۔ آنکھوں سے اشک بے اختیار کا سلسلہ شروع ہو جاتا جیسے ساون کی جھڑی۔ حضور اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

وصال سے چند سال قبل آپ کا راجستھان کے علاقہ میں کافی آنا جانا

Marfat.com

رہا۔ وہاں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو حضرت قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ کے متعلق بہت ساری معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔ اگرچہ میں آپ کی عمر کے آخری سالوں سے متعلق محدود معلومات رکھتا ہوں۔ آپ کے پہلے عرس یعنی ۱۹۸۵ء کے موقع پر میں نے راجستھان کا ایک طوفانی دورہ کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے مل سکوں۔ اجمیر شریف سے لے کر اودے پور تک سفر شارع عام سے کیا۔ بستی بستی عقیدت مندوں سے ملتا رہا لیکن وقت کی قلّت کے سبب کہیں بھی لوگوں سے تفصیلی بات نہ ہوسکی۔

سلسلہ رشیدیہ کو پہلے اتنی شہرت، حلقہ ارادت میں اتنی وسعت حاصل نہ تھی لیکن اللہ کے فضل سے اور آپ کی محنت کی طفیل اور مستقل سفر کے نتیجہ میں خانقاہ رشیدیہ کا سلسلہ یوپی و بہار اور بنگال سے نکل کر پورے ہندو پاک میں مشہور ہوا۔ آج راجستھان کے علاقہ میں سلسلہ رشیدیہ کی مقبولیت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً ہر گھر اس سلسلہ سے وابستہ ہے۔ روحانیت کے اس مشن کو بڑھانے میں ہمارے دو چچاؤں نے بھی قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ کی بڑی مدد کی۔ ان کی قربانیاں ناقابلِ فراموش ہیں۔ یہ داستان طویل ہے اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن میں نے نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف چند اہم امور کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان کا تذکرہ کسی اور

Marfat.com

زاویے سے ہوتو بہتر ہے۔آپ کے حلقہ ارادت میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ بلاتخصیص مذہب، ہر طبقہ فکر کے لوگ بھی دور دراز سے آتے تھے اور اپنی اپنی پریشانیاں بیان کرتے، پریشان حال آتے مگر جب واپس جاتے توان کا دامن غموں سے، مشکلات سے پاک ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا میں بے حد تاثر عطا فرمائی تھی جس کے لئے دعا فرماتے وہ قبول ہوتی بلکہ بعض اوقات تو یوں بھی ہوا کہ کُن فیکون کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ادھر آپ نے دُعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور ادھر سائل کی حاجت پوری ہوتی نظر آتی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں پر مذہب کی پابندی نہیں تھی۔ایک بار میں نے آپ کی خدمت میں ایک برہمن کو دیکھا جو ہماچل پردیش سے آیا تھا۔راجستھان کے علاقہ میں ہندوؤں کی اکثریت آپ کی عقیدت کی اسیر تھی۔آپ جہاں جاتے لوگ جوق در جوق آپ کے دامن عاطفت میں پناہ گزیں ہوتے۔یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ عامۃ الناس کو ان کی آمد کی خبر کیونکر ہوتی، جب کراچی تشریف لاتے تو ہم ان کی آمد کے سلسلہ میں کسی قسم کی تشہیر نہ کرتے کسی بھی ذرائع ابلاغ کو استعمال نہ کرتے لیکن یقین فرمایئے مختلف خاندانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا جو بیعت کے لئے شاداں وفرحاں تشریف لاتے جن کے چہرے ہمارے لئے قطعی اجنبی ہوتے۔جب تک آپ کا یہاں (کراچی) قیام رہتا یہ لوگ مسلسل آتے رہتے لیکن آپ کے جانے کے

Marfat.com

بعد ان میں سے کوئی بھی نہ آتا۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو میں نے کسی محفل میں کبھی بھی دوبارہ نہ دیکھا الٰہی! یہ لوگ کون تھے کہاں سے آئے پھر کہاں چلے گئے۔ یہ معمہ آج تک حل نہ ہوا!

عقیدت مندوں کی تعداد کا حال کیا لکھوں۔ مجھے اپنے گھر کے باہر باضابطہ طور پر الگ آٹھ افراد کے لیے وضو خانے بنوانے پڑے مگر ہجوم کے سبب پھر بھی عقیدت مندوں کو اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا۔ میرے گھر میں گہما گہمی رہتی۔ میرا باورچی خانہ شب و روز آباد رہتا۔ اس قدر ہجوم، اس قدر عوام کے انبوہ کے باوجود ہم نے نہ گھبراہٹ محسوس کی نہ دل میں تنگی پیدا ہوئی بلکہ ہر دن عید اور رات شب برات کا منظر پیش کرتی رہی۔ آج جب وہ لمحے یاد آتے ہیں تو دل فطرتی طور پر جذباتی ہو جاتا ہے۔ آپ کے وہ مرید جنہیں خلوت و جلوت میں ساتھ رہنے کا شرف حاصل رہا۔ وہ فرماتے ہیں کہ انسان تو آپ کے مرید تھے ہی لاتعداد جن بھی آپ کے مرید تھے۔ جنوں کے ستائے ہوئے لوگ حاضر ہوتے لیکن جب جاتے تو ہر فکر سے ہر بوجھ سے آزاد ہوتے۔ جلوت میں تو عبادت کا علم سب کو ہے مگر خلوت میں بھی عبادت میں محویت کا عالم دیدنی تھا۔

قرآن حکیم کی تفسیر کا مطالعہ شوق و ذوق سے فرماتے اور قرآن حکیم کی آیات میں غور و تدبر فرماتے۔ آپ کا ادبی ذوق اعلیٰ تھا لیکن اپنے پیر حضرت آسیؒ کے کلام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ پھر حضرت آسیؒ کا کلام ہی اوڑھنا بچھونا بن

Marfat.com

گیا۔ دوران گفتگو حضرت آسیؒ کے اشعار برمحل استعمال کرتے۔ آپ نے اکثر اشارہ و کنایہ میں مجھے دیوانِ آسیؒ کی طباعت اور مفت تقسیم کے لئے فرمایا لیکن مشرقی پاکستان میں قیام کے دوران یکسوئی میسر نہ ہونے کے سبب میں آپ کی اس حکم اس آرزو کی تکمیل سے محروم رہا۔ مغربی پاکستان آنے کے بعد تمام تر کوششوں کے باوجود آپ کی زندگی میں یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا! آخرکار بفضل تعالیٰ ۱۹۸۸ء میں دیوانِ آسیؒ اپنے پورے صوری حسن کے ساتھ شائع ہوا اور ادبی حلقوں میں، اربابِ علم میں اور اہلِ شریعت و طریقت میں مقبول ہوا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ اپنی گفتگو اپنے پیروں کے تذکرے سے سجاتے۔ ان کے عمل کی مثال پیش کرتے تاکہ لوگوں میں تقلید و عمل کا جذبہ بیدار ہو۔

ایک بار مشرقی پاکستان کے قیام کے دوران میمن سنگھ کے کسی قصبہ سے ایک گروہ چاٹگام میں میرے غریب خانہ پر آپ کے قدم بوس ہوا اور مُصر ہوا کہ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ قصبہ کے تمام لوگ آپ کے سایہ عاطفت میں پناہ حاصل کرسکیں۔ آپ بلا تردد کسی عذر کے بغیر ان کے ساتھ تشریف لے گئے تقریباً ایک ماہ بعد واپس تشریف لائے تو بے حد خوش تھے۔ فرمایا کہ میمن سنگھ کے پورے علاقہ میں رشیدیوں کا بول بالا ہو رہا ہے۔ میں آج تک حیران ہوں کہ مشرقی

Marfat.com

پاکستان کے قصبہ (جس کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں) کے لوگوں کو آپ کی چٹا گانگ آمد کا علم کیسے ہوا اور وہ میرے غریب خانہ تک کیونکر پہنچے۔

مشرقی پاکستان کا زوال ایک المیہ ہے۔ ایک ایسا سانحہ ہے جسے مسلم تاریخ فراموش نہ کر سکے گی۔ المیہ مشرقی پاکستان پر گفتگو کرنے کا آج بھی حوصلہ نہیں لیکن یہ حقیقت بھی ایک معجزہ ہے کہ سلسلہ رشیدیہ سے وابستہ کوئی شخص مشرقی پاکستان میں شہید نہیں ہوا۔ ہر تکلیف سے ہر پریشانی سے محفوظ رہا اور سلسلہ رشیدیہ سے وابستہ تمام افراد بخیر و عافیت پورے ساز و سامان کے ساتھ مغربی پاکستان پہنچے اور یہاں آ کر مزید ترقی کی منازل طے کیں اور بفضلِ تعالیٰ ترقیاں کرتے جا رہے ہیں اور جو لوگ ہجرت نہ کر سکے وہ بنگلہ دیش میں بخیر و عافیت اپنے اپنے گھروں میں سکون کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔

مشرقی پاکستان کے المیہ کے وقت آپ مع اپنے منجھلے بھائی حافظ عبدالرزاقؒ چھوٹے بھائی عبدالبصیرؒ کے ہاں بیگون میں ہی تشریف فرما تھے اور تینوں مل کر بارگاہِ الٰہی میں تمام مسلمانوں کی عافیت کے لئے اور رشیدیوں کے لئے خصوصی دعائیں کرتے رہے کہ اے اللہ حضور پاک ﷺ کے صدقے میں سب کو محفوظ فرما۔ ہم بہن بھائی اور دیگر عزیز و اقارب بفضلِ تعالیٰ ان کی دعاؤں کے طفیل بخیر و عافیت مغربی پاکستان پہنچ گئے۔ یہ واقعات بارگاہِ خداوندی میں ان کی دعاؤں کی قبولیت کا واضح ثبوت ہیں۔

Marfat.com

آپ کی وفات کے بعد میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ بنارس گیا۔ اچانک منڈوا ڈیہہ حضرت مخدوم سید طیبؒ کے مزار پر حاضری دینے کا خیال آ گیا اور ہم صبح تقریباً گیارہ بجے حاضر ہوئے تو ایک نوجوان لڑکا دوڑتا ہوا، قدرے گھبرایا ہوا میرے پاس آیا اور استفسار یہ انداز میں گویا ہوا کہ آپ پیر سید صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے پوچھا کیا بات ہے تو اس کے چہرہ پر طمانیت کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے کہا کہ آپ کو مزار کے خادم یاد کر رہے ہیں، نوجوان سے ملاقات، خادم کو میری آمد کی اطلاع یہ سب باتیں میرے لئے تحیر و تعجب کا باعث تھیں کہ یہاں حاضری دینے کا تو میرے پروگرام میں شامل نہ تھا اور نہ ہی بظاہر کوئی ارادہ تھا۔ اسی روز صبح حافظ کرامت صاحب کے گھر پر ناشتہ کرتے ہوئے خیال آیا کہ جب موٹر پر بازار جانا ہے تو کیوں نہ منڈوا ڈیہہ مزار شریف پر حاضری دیتا چلوں۔ کم از کم دو گھنٹے صرف ہوتے اور پھر حاضری کے لئے پہنچ گیا۔

ایسی صورت حال میں میری آمد کا علم ہونا یقیناً تعجب و حیرت کی بات تھی، بہر حال میں خادم کے حجرے میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہیں۔ کئی دنوں سے نہ کھانے کا انتظام نہ دوا دارو کا۔ مجھے دیکھتے ہی خادم نے بڑے کرب و اضطراب کی حالت میں بتایا کہ تین روز سے مسلسل قبلہ سید صاحب کی خواب میں زیارت ہو رہی ہے۔ آپ مجھے صبر کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

منظر بابو پہنچ گئے ہیں۔ کافی دیر تک خادم کے پاس رہا اس کی دل جوئی کرتا رہا۔ تسلی دیتا رہا اور جو کچھ ہوسکا مدد بھی کی۔ خادم زاروقطار رورہا تھا کہ سید صاحب نے اپنی زندگی میں بھی مجھ گنہگار کو بے آسرا و بے سہارا نہ چھوڑا اور وصال کے بعد بھی میری خبر گیری کی۔ میری دستگیری کے لئے آپ کو یہاں بھیجا۔ اس واقعہ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کا زندگی میں ہی نہیں وصال کے بعد بھی کس قدر خیال رکھا۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ دعوت، تبلیغ و ترغیب اور عوام کی اصلاح کے لئے زندگی کے آخری ایام میں زیادہ وقت راجستھان کے علاقہ میں گزرا۔ کاش کوئی شخص وقت کا ایثار کر کے راجستھان کا سفر اختیار کرے تو وہاں ان کی ذات سے متعلق بہت سا مواد حاصل ہوسکتا ہے۔

سادات پور سے متصل ایک بستی کھموری ہے۔ یہاں راجپوت آباد ہیں۔ اسی بستی کی مشہور شخصیت راؤ سنگھ سے ہمارے گھرانے کے بہت قریبی تعلقات ہیں جو کئی نسلوں سے قائم ہیں۔ جب کبھی سواری کی ضرورت ہوتی تو اس کا انتظام راؤ سنگھ کے گھرانہ ہی کی ذمہ داری سمجھی جاتی اور سنگھ گھرانہ اس ذمہ داری سے بڑے احسن طریقہ سے سرخرو ہوا۔ یہ میرے بچپن کا واقعہ ہے ایک بار جیٹھ یا بیساکھ کا مہینہ تھا کہ کھموری میں کسی کے گھر میں دوپہر کے وقت آگ بھڑک اٹھی۔ بستیوں میں عموماً گھر قریب قریب ہوتے ہیں اور ایسے عالم میں ساری بستی

Marfat.com

کا آگ کی لپیٹ میں آجانا ناممکن نہ تھا۔ اتفاق سے میں بھی اس وقت قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر تھا کہ راؤ سنگھ بھاگتے ہوئے آئے اور قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ بستی میں آگ لگ گئی ہے آپ فوراً چل کر بجھائیں۔ یہ سننا تھا کہ قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ جس حالت میں بیٹھے ہوئے تھے اُٹھ کر دوڑ پڑے اور اس تیزی سے دوڑے کہ راؤ سنگھ اور بہت سے دوسرے لوگ پیچھے رہ گئے۔ جب ہم جائے وقوعہ پر پہنچے تو قبلہ والد کا راؤ سنگھ کے مکان کے چاروں اطراف چکر لگا کر مٹی کے ڈلے دم کر کے ڈال چکے تھے۔ اب دوسرے گھروں کی طرف توجہ فرما رہے تھے کہ راؤ سنگھ کے متصل گھر آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا اور اب راؤ سنگھ کے گھر کی باری تھی۔ ہوا کا زور اپنی شان دکھا رہا تھا۔ مگر دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے کہ ایسی خطرناک آگ بھڑکی اور راؤ سنگھ کا مکان جو بیچ میں تھا اسے چھوڑتے ہوئے آگے دوسرے گھروں کی طرف بڑھ گئی۔ آپ مٹی کے ڈلے دم کرتے ہوئے دوسرے گھروں کے چاروں اطراف پھینکتے رہے۔ آخر آگ نے دم توڑ دیا کئی دنوں تک لوگ بستی میں آکر راؤ سنگھ کے مکان کو دیکھنے آتے رہے کہ یہ مکان بیچ میں ہوتے کس طرح بالکل محفوظ رہا۔ جبکہ اس سے متصل گھر جل کر بالکل تباہ ہو گئے۔ اس حادثہ میں کئی گھر تباہ ہوئے مگر جس جس گھر پر آپ دم فرما سکے وہ قطعی محفوظ رہا۔ اللہ کی شان کے مظاہرے کس طرح ہوتے ہیں۔ اس کی آیات میں کس قدر برکتیں ہیں

Marfat.com

لیکن بات صرف اتنی ہے کہ اللہ کی آیات جب اس کے محبوب بندے تلاوت کرتے ہیں، پڑھتے ہیں، اپنے ذاتی مفاد سے بے نیاز ہو کر پڑھتے ہیں تو پھر اس کی شان کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی ایسی باتیں انسان کے لئے اصلاح کا دروازہ کھولتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ کی عطا کی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین۔

آپ کے خط نے مجھے دوہری ذمہ داری سے دوچار کر دیا۔ آپ کا حکم کہ قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات وسوانح پر تفصیل سے لکھوں لیکن یہ موضوع ایسا ہے کہ اس پر لکھنے کے لئے وقت اور یکسوئی کی ضرورت ہے جبکہ میری بے پناہ مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ پھر یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ قبلہ والد صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات کے متعلق تفصیل سے نہ سہی تو اجمالاً کچھ لکھا جائے کہ تساہل کہیں بے ادبی کے زمرہ میں نہ آجائے اور ادھر آپ کے حکم کی تعمیل کا احساس تھا۔ پھر یہ بھی خیال آیا کہ آپ کے جواب میں تاخیر نہ ہو چنانچہ بعجلت تمام جو کچھ لکھ سکا ارسالِ خدمت میں ہے۔ قبول فرمایئے۔

کسی سلسلہ میں اگر مزید تشریح، تفصیل درکار ہو تو مجھے ضرور لکھیئے گا۔ پاکستان میں میرے پاس کوئی ایسی دستاویز نہیں البتہ حضرت سید شاہد علی رشید الدین شہود الحق فانی سبز پوشؒ کا والد صاحب علیہ الرحمۃ کے نام لکھا ہوا خلافت نامہ میرے پاس تھا لیکن سردست مل نہیں رہا۔ ملنے پر اس کی کاپی ارسال کر دوں گا۔

Marfat.com

حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کا شفقت نامہ ملا میرا سلام ان کی خدمت میں عرض کیجئے۔ان کا یہاں شدت سے انتظار ہو رہا ہے۔تادم تحریر شاہ فرید الحق صاحب سے رابطہ نہیں ہو سکا ملاقات ہونے پر تجلیات کی فوٹو کاپی ان کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور نیک مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے۔والسلام!

آپ کا مخلص

سید محمد منظر

بخدمت گرامی ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی (ایم.اے.پی.ایچ.ڈی)

پرمانند پور.بلیا.یوپی.انڈیا

o

پھر ڈاکٹر دیوناتھ چترویدا اپنی کتاب ''ارمغانِ رشیدی'' خانقاہ رشیدیہ، جونپور میں لکھتے ہیں کہ..یکم جنوری 2002ء کی شب میں، میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اچانک خانقاہ رشیدیہ کے بزرگوں کی یاد آگئی۔ان بزرگوں کے بارے میں کچھ غور وفکر کرنے لگا۔حسن اتفاق سے اس وقت ذہنی طور پر کچھ سکون اور یکسوئی تھی کہ مجھے بہت جلد ہی نیند آگئی۔نیند میں ہی مجھے اچانک ایسا احساس ہوا کہ کوئی بزرگ شخص میرے قریب آکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ''تم جس کام کو کرنا چاہتے ہو،اس کا آغاز کیوں نہیں کر رہے ہو؟ تم بے فکر ہو کر اس کا آغاز

Marfat.com

کرو تمہیں ہر ایک سے ہر طرح کا تعاون ملے گا؛ انشاء اللہ۔ تمہارے سامنے کسی طرح کی پریشانی حائل نہیں ہوگی۔ حضرت مولانا سید عبدالشکورؒ صاحب ساداتپوری خدمت خلق انجام دینے والے ایک کامل بزرگ تھے۔ ان کے جائے اقدس پر تم جو کچھ لکھنا چاہتے ہو لکھو'' ۔ یہ کہتے ہوئے آپ روپوش ہو گئے۔

جب میری آنکھ کھلی تو سامنے کچھ بھی نظر نہ آیا لیکن یہ خیال میرے ذہن میں رقص کرتا رہا۔ اسی ہدایت پر میں نے اس مشکل کام کا آغاز کیا۔ مجھے قوی اُمید ہے کہ اس نیک کام اور مشکل کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں خداوند کریم میری ہر طرح کی مدد کرے گا، اسی وقت، کراچی، پاکستان سے سید محمد منظر صاحب کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ اس دوران کسی ضروری کام سے امریکہ چلے گئے تھے۔ امریکہ سے واپس آتے ہی آپ نے مجھے یاد کیا۔ آپ کے اس خط سے مجھے معلوم ہوا کہ ''ساعت الاخیار'' نامی کتاب کی طباعت ثانی کراچی سے ہوئی ہے۔ اس ایڈیشن کے اضافی حصہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بذریعہ ڈاک میرے پاس ہندوستان بھیج رہے ہیں۔ یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور ساتھ ہی خواب میں کہی گئی باتوں پر بھی یقین ہو گیا۔ خواب کی بات حقیقت بن کر سامنے آ گئی اس کتاب یعنی ''ارمغانِ رشیدی'' کے لئے مواد فراہم ہونے لگا۔ ''سمات الاخیار ثانی'' مؤلف محترم جناب سید محمد اصغر ساداتپوری مقیم کراچی، حضرت مولانا سید عبدالشکور کے بڑے صاحب زادہ اور حضرت ابوالخیر موسیٰ ایوب ابدالی

Marfat.com

کے مرید ہیں۔اس وقت تک ''تصوف ومشائخ خانقاہ رشیدیہ'' کراچی نہیں آیا تھا جبکہ یہ کراچی سے شائع ہو چکا تھا۔''سمات الاخیار ثانی'' کے اس نئے ایڈیشن میں جو حصہ بڑھایا گیا ہے اس میں حضرت سید شاہد علیؒ رشید الدین شہود الحق سبز پوش وصال ۱۳۷۲ھ، حضرت سید شاہ مصطفیٰ علیؒ شہید سبز پوش شہادت ۱۳۷۸ھ، حضرت ابوالخیر موسیٰ ایوبؒ ابدالی متوفی ۱۳۷۸ھ، حضرت الحاج مولانا سید عبدالشکور صاحب علیمی رشیدی متوفی ۱۴۰۴ھ اور حضرت مولانا یاسین علیمیؒ رشیدی متوفی ۱۴۰۸ھ کا ذکر خیر بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ اس طرح مجھے اس کام کو شروع کرنے میں بڑی تقویت ملی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحبؒ علیمی رشیدی کو خانقاہ رشیدیہ سے کسی بھی معنی میں الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کو خانقاہ رشیدیہ کے بزرگوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اس نقطہ نظر سے سید صاحب کے ذکر خیر سے پہلے خانقاہ رشیدیہ کے بزرگوں کا مختصر ذکر کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اسی خیال سے یہاں خانقاہ رشیدیہ کی تاریخ سے ہی اس کا آغاز کیا جارہا ہے۔

محترم جناب ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی (ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی) اپنی کتاب ''ارمغان رشیدی'' لکھنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اسی کتاب کے دیباچہ کے آخری پیرا میں لکھتے ہیں کہ۔۔''خط وکتابت کے وسیلے سے جب جناب سید محمد منظر صاحب کے ساتھ میرا رابطہ قائم ہوگیا تو میرا حوصلہ بلند سے بلند تر

Marfat.com

ہو گیا اور میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر ہی لیا کہ مولانا سید عبدالشکور صاحبؒ کی سوانح حیات انشاءاللہ ضرور لکھوں گا۔ اس سلسلے میں، میں نے سید محمد منظر صاحب سے بھی کچھ مواد بھیجنے کی درخواست کی۔ آپ نے ایک دستاویز میرے پاس بذریعہ ڈاک بھیجی۔ جس میں آپ نے اپنے خاندان کے بارے میں لکھا تھا۔ اب ایک پختہ ارادہ بن گیا کہ حضرت مولانا سید عبدالشکور صاحب علیمی رشیدی کے نام پر موقع ملتے ہی ایک کتاب لکھوں گا۔ انشاءاللہ۔ بزرگوں کے کرم سے آج یہ موقع نصیب ہو گیا اور "ارمغان رشیدی" کے نام سے اس کتاب کو لکھ چکا ہوں۔ قوی امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کے لئے بصیرت افزاء ہوگی۔ قارئین حضرات سے یہ میری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر انہیں کوئی خامی نظر آئے تو اسے بحث کا مدعا نہ بنائیں۔ برائے کرم مجھے اطلاع فرمائیں کہ ان پہلوؤں کی اصلاح کر لی جائے۔ اس کتاب کیلئے جن حضرات سے مجھے کسی بھی طرح کا تعاون ملا ہے میں ان کے لئے میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔"

سید محمد منظر کے نام حضرت پیر طریقت کی طرف سے ۱۷؍جون ۱۹۷۱ء کے ایک خط سے چند اقتباس اس مضمون کے آخر میں شامل کئے جا رہے ہیں جبکہ آپ کی سبھی اولادیں مشرقی پاکستان سے ہجرت کر کے کراچی خیریت سے اپریل ۱۹۷۱ء میں ہی پہنچ گئیں تھیں۔ اس کی خبر آپ کے صاحبزادے سید منظر نے خط کے ذریعے انڈیا بھیج دی تھی۔ جس کے جواب میں آپ نے یہ خط لکھا۔

Marfat.com

نوٹ: حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور کی طرف سے اپنی اولاد سید محمد منظر کے نام لکھا ہوا ۱۷ر جون ۱۹۷۱ء کے خط سے اقتباس مندرجہ ذیل ہے یہ بات لکھنا ضروری ہے کہ آپ اپنی آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے اپنے بھائی حافظ سید عبدالرزاق ہی کے ذریعہ تمام خط کتابت فرماتے تھے، خط یہ ہے۔

سید عبدالشکور، سید عبدالرزاق (ساداتپور)

۱۷ر جون ۱۹۷۱ء

عزیزم بابو منظر و تمام عزیزان وغیرہ کو اللہ تعالیٰ خوش و خرم امان میں رکھے آمین۔

بعد دُعا خیر و برکت رحمت خداوندی۔ الحمد للہ خوشیوں سے لبریز خط تمہارا، ۲ر جون کا کراچی سے چلا ہوا ۱۴ر کو چھپرا سے وصول ہوا۔ روح پژمردہ میں تازگی آئی۔ آنکھوں میں ضیا، دل میں جلا اور قلب کو حلاوت و سکون حاصل ہوا۔ خدا کا شکر بجالایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ صلوٰۃ اسلام اس کے حبیب ﷺ پر و بزرگان عظام کا نظر کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیبی مدد فرمائی اس نرغہ و پر آشوب وقت میں اپنے حفظ و امان رکھا۔ بزرگان سلاسل رشیدیہ و حضرت شاہ مداری دادا کی زندہ کرامت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ ایسے نفسی نفسی کے عالم میں اپنے پیارے حبیب کے صدقے میں عزیزوں کو صحیح و سلامت کے ساتھ محفوظ

Marfat.com

فرمایا۔ آمین! اور ہم لوگ اپنی حالت کیا لکھیں، خلفشار و ہنگامہ کی حالت سن سن کر دل کو گوناں گوں پریشانی تفکر ہوتا تھا۔ سب عزیز و اقربا ادھر کے پریشان تھے۔ جدھر آدمی جاتا مسلم غیر مسلم سب لوگ یہی پوچھتے کہ اپنے بابو لوگوں کا کیا حال ہے۔ خیر سے ہیں نا، سب سے آدمی یہی کہتا تھا کہ سب اچھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لفظ اچھا کو سن لیا اور درجہ قبولیت بخشا۔ جس کا کیا شکریہ انسان ادا کر سکتا ہے۔ خط کی خوشخبری سن کر مسلمان ہندو سب دعائیں دے رہے ہیں اور اظہار ہمدردی بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں بابو لوگ ہندوستان واپس آجائیں۔

بہر کیف سب کی دعائیں شامل حال ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ تمام مشکلات و آفات کو دور فرما دیتا ہے۔ اگر مال کا نقصان ہوجاتا ہے تو جان کا صدقہ ہوتا ہے۔ عزیزم کے خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ بڑی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ عزیزوں کو دینی و دنیاری معاملات میں کامیابی اور دلی سکون عطا فرمائے۔ آمین۔ اور دوران ہنگامہ ہم لوگوں کے زبان و دل میں بھی آیات کریمہ کا ورد و ظیفہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّى كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.

آیات کریمہ لکھ دی تا کہ عزیزان بھی ورد زبان رکھیں اس کے پڑھنے سے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بندوں پر ہوتی ہے اور تمام مشکلات و آفات سے امن و امان بخشتا ہے اور کیا تحریر کیا جائے اپنے ہجرت کی حالات تفصیل سے آگاہ کرنا۔ دُعا ہے تمام عزیزان و متعلقین و بچوں کو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کے وخواجہ غریب نواز و بزرگان عظام کے صدقہ میں سکون قلبی و اطمینان بخشنے اور حاجت روائی فرمائے اور تمام آفات سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین.

حضرت حافظ سید عبدالرزاق نے اپنے بھتیجے سید محمد منظر بن سید عبدالشکور کے نام اپنے ایک خط مؤرخہ ۲۱ رجنوری ۱۹۷۹ء کو لکھا جس میں اپنا اظہار خیال کیا کہ حضرت سید عبدالشکور یکا یک شدید بیمار پڑ گئے اور بہت مشکل سے ان کی جان بچی، اللہ نے اپنا رحم و کرم کیا۔ آپ بہت ہی کمزور ہو گئے ہیں اس کے باوجود سائل کی دعوت پر اپنا سفر بند نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنے بھتیجوں کو ہدایت کی کہ تم لوگ بھی اپنے والد ماجد کو خطوط سے تاکید کرو کہ وہ سفر سے اجتناب کریں اور گھر پر رہیں ضرورت مند خود یہاں آئیں گے۔ اسی خط سے چند اقتباس جو درج ذیل ہے.....

الحمدللہ بفضل خدا سب خیریت سے ہیں

عزیزم بابو اصغر و منظر سدا خوش رہو!

بعد دُعا خیر و مسرت و رحمت خداوند کے تمام عزیزان کے خیر و عافیت کا عدم شناسہ ہو بدرگاہ اب بفضیل نظر ِ کرم خواجہ غریب نواز و بزرگان عظام و

Marfat.com

نیک مطلوب ہے۔قبلہ بھائی صاحب کی حالت اور ہم لوگوں کے گردش ایام کی حالت معلوم ہی ہوگئی ہے عزیزان کو وہ وقت کسی کو نہ دکھلائے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا ہے۔ کچھ لکھنا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے قبلہ بھائی صاحب اچھے ہیں۔ان کا سایہ ہمیشہ قائم ودائم رکھے، آمین۔ جب قبلہ بھائی صاحب کی حالت نہایت غیر ہوتی گئی تھی کمزوری چھا گئی تھی۔(سیوان) شہر کے ڈاکٹر بھی نروس ہوگئے تھے اللہ کا شکر ہے تیسرے دن افاقہ ہونا شروع ہوا اور کچھ بولنے لگے۔اچھے ہونے پر ہم لوگ چھپرہ آگئے اور نصیر بابو وقت پر بنارس سے پہنچ گئے اللہ تعالیٰ کو اچھا کرنا منظور تھا۔ یہ بھی ایک مصلحت ایزدی ہے جس سے کیا کہوں اور اسی دوران جب طبیعت کچھ اچھی ہوئی تو وکیل عبدالسلام صاحب کے لڑکے یہ بھی وکیل ہیں کٹیہار سے بیعت کی غرض سے کچھ افراد کے ساتھ چھپرہ آئے۔اسٹیشن پر ان کو معلوم ہوا کہ آپ کی سیوان میں طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ یہ سب لوگ سیوان چلے گئے۔ جب تک آپ چھپرہ واپس آگئے تھے۔ یہ لوگ پھر واپس چھپرہ آگئے اور تین چار روز یہ سب لوگ رُکے رہے۔ جب آپ کی طبیعت بحال ہوئی تو سب کو بیعت کیا اور یہ گروہ رخصت ہوا۔اللہ تعالیٰ ان سب کی تمناؤں کو اور مقاصد کو پورا فرمائے۔تم لوگ اپنے والد ماجد کو خط لکھ کرتا کید کرو کہ وہ سفر سے احتراز کریں۔قبلہ بھائی صاحب سب کو دُعاء فرما رہے ہیں۔

Marfat.com

کدخدائی واولادپیرطریقت سید عبدالشکورؒ علیمی رشیدی

جب آپ کی عمر قریباً ۲۳ سال کی ہوئی تو ۱۹۲۳ء میں علامہ سید نورالحسن قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی سید قرشیہ خاتون سے آپ کا عقد ہوا۔ علامہ سید نورالحسن موضع عیسواپور، ضلع چھپرہ، بہار کے رہنے والے تھے اور آپ کی اہلیہ کا تعلق اٹھکھما ضلع سیوان کے سید گھرانہ اور رئیس خاندان سے تھا۔ علامہ صاحب نے اپنی زندگی تعلیم وتدریس میں گزاری اور کئی برسوں تک ضلع پورنیہ کے قصبہ اور دیہات میں جہاں غربت وجہالت گھر کرگئی تھی۔ وہاں تعلیم سے علاقے کے لوگوں کونوازتے رہے۔ اب اس علاقے میں تقریباً سبھی تعلیم یافتہ ہیں۔ اس علاقے میں ہر طرف خوشحالی کا بول بالا ہے۔ علامہ صاحب نے آخری عمر اپنے بیٹے سید ظہورالحسن کے ہاں گزاری جو ہجرت کر کے چٹاگانگ آگئے تھے اور چٹاگانگ میں آپ کا وصال بروز جمعہ ۲۷/رمضان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۹/دسمبر ۱۹۶۷ء کو ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ علامہ صاحب کے ہزاروں چاہنے والے آج بھی ہندوستان میں آپ کو یاد کرتے ہیں اور آپ کی خدمات کے گُن گاتے ہیں۔

حضرت سید عبدالشکور کی اہلیہ قرشیہ خاتون بہت ہی مدبر خاتون تھیں۔

سید محمد منظر اپنی سوانح حیات ''پس منظر'' میں لکھتے ہیں ''میری والدہ علامہ سید نورالحسن صاحب کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کا اسم گرامی سیدہ قرشیہ خاتون

Marfat.com

تھا۔ دینی تعلیم سے آراستہ امور خانہ داری سے آگاہ اور بڑی اعلیٰ قسم کی منتظمہ تھیں۔ سب سے ہمدردی، ضرورت مندوں کی مدد کی تڑپ، سائل کو خالی ہاتھ واپس کرنے کا تصور تک نہیں، یہاں تک کہ کچھ نہیں تو اپنا کھانا ہی سائل کو دے کر خود وقتی طور پر بھوکے رہنے میں سکون واطمینان قلب سے آسودہ حال رہتی تھیں۔

مہمان کی آمد پر خود کھانا تیار کرنے میں بڑا اہتمام کرتی تھیں تاکہ والد کی کہیں سبکی نہ ہو جائے۔ محلے داروں اور عزیز و اقارب کی خیر خبر رکھنے میں دلچسپی لیتیں تاکہ کسی کی مشکلات ان کی نظر سے اوجھل نہ ہو جائیں۔ آپ کی اولادوں کی اعلیٰ اور اچھی تربیت انہی کی مرہون منت ہے جو آج ہر جگہ سرخرو نظر آرہے ہیں۔ منظر صاحب اپنے سوانح حیات ''پیش منظر'' میں اپنے والدہ سے متعلق آگے لکھتے ہیں کہ اگست ۱۹۸۰ء کے آخر میں والدہ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے والدہ نے بڑی صحت مند زندگی گزاری، کبھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ بستر پر رہنا پڑا ہو لیکن اس دفعہ ان کو ڈاکٹر نے بستر سے اُٹھنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ہوش سنبھالنے کے بعد کبھی بھی روزہ نماز قضا نہیں کیا اور اب اس عمل کو بستر پر بھی جاری رکھا۔ علاج کے باوجود کوئی افاقہ نہیں ہوا تو ڈاکٹر نے ہسپتال میں داخلے پر زور دیا۔

ڈاکٹر سید شفقت نے چرانیہ ہسپتال میں داخل کروایا کیونکہ وہ خود بھی اپنا وقت وہاں دیتے تھے۔ ڈاکٹر سید شفقت ہارٹ کے معروف ڈاکٹر اور جناح

Marfat.com

ہسپتال کے شعبہ ہارٹ کے انچارج تھے۔ ہسپتال میں داخلے کے بعد افاقہ کا احساس ہوا۔ میں ۱۱ر ستمبر ۱۹۸۰ء کو اپنے چار سالہ چھوٹے بیٹے رشاد کو لے کر ان سے ملنے گیا۔ والدہ مجھ سے کافی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہیں۔ میری اہلیہ جو رات کو ہسپتال میں والدہ کے ساتھ رہتی تھیں وہ گھر چلی گئیں۔ میری بیٹی نازنین فاطمہ دن کو ساتھ رہتی تھی۔ میں بھی ۲ر بجے دن کو گھر آ گیا۔ رات قریب ۹ر بجے نازنین فاطمہ کا فون آیا کہ دادی بہت بے چینی محسوس کر رہی ہیں اور آپ کو فوراً بلایا ہے۔ میں فوراً ہسپتال کے لئے روانہ ہو گیا اور اہلیہ و دیگر کو ڈرائیور کے ساتھ آنے کی ہدایت کی۔ میں پہنچا تو ڈاکٹر صاحب آ گئے تھے۔ مجھے دیکھ کر والدہ نے کہا کہ میں اب تم لوگوں سے دُعاؤں کے ساتھ رخصت ہو رہی ہوں۔ کئی دفعہ کلمہ طیبہ کی تلاوت کی اور پھر بے ہوش ہو گئیں پھر دوبارہ ہوش میں نہیں آ سکیں اور رات کو ۱۱ر بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ سبھی بیٹے، بیٹیاں اور ان کی اولادیں اس وقت ہسپتال میں موجود تھیں۔ یہ ۱۱ر ستمبر ۱۹۸۰ء بروز جمعرات کا دن اور رات ۱۱ر بجے کا وقت تھا۔ دوسرے روز مبارک مسجد گذری میں بعد نماز جمعہ حضرت شاہ احمد نورانی نے خصوصی طور پر آ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

والدہ کو کراچی کے ڈیفنس کے قبرستان میں جگہ ملی جو آج ہمارے لئے مقدس مقام رکھتا ہے۔ والدہ نے اپنی اولادوں کو ہمیشہ تنبیہ کی کہ اپنی زندگی میں کبھی اپنے سے زیادہ امیر، طاقتور، مغرور یا شان و شوکت والوں کی طرف نہ دیکھنا ہمیشہ

Marfat.com

اپنے سے کم حیثیت اور کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنے والوں کی طرح دیکھو اور اللہ کا شکر ادا کیا، کرو اور جو خدمات یا مدد کسی کی کر سکتے ہو بغیر کسی قسم کی لالچ یا اُمید کے خلوص کے ساتھ کرتے رہو اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھو۔

سید محمد اصغر ابن سید عبدالشکور اپنی ایک کتاب ''جو ہو ذوق یقین پیدا'' میں اپنے نانا، سید نورالحسن کے متعلق لکھتے ہیں جس کا عنوان ہے ''ذی علم شخصیت نانا صاحب'' ملاحظہ فرمائیے!

ذی علم شخصیت نانا صاحب

''میرے نانا مرحوم علامہ سید نورالحسن صاحب ایک بہت ہی محترم، ذی حشم اور ہر دل عزیز شخصیت کے حامل تھے۔ ان کی ولادت ۱۸۵۷ء اور وصال ۱۹۶۷ء میں ہوا۔ وہ تصوف کی طرف مائل نہیں تھے بلکہ اپنے خانوادے کے ایک جید عالم مولانا ابراہیم آروی سے زیادہ متاثر تھے۔ تعلیم و تدریس کے سلسلے میں ان کا قیام زیادہ تر پورینہ بہار میں ہوا کرتا تھا۔ انہیں اپنے علاقے میں سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں ہونے کے سبب اکثر زعما کی میزبانی کا شرف حاصل رہتا۔ ڈاکٹر سید محمود (وزیر تعلیم بہار) جب کبھی اس علاقے (پورنیا) کے دورے پر تشریف لاتے تو علامہ صاحب سے ضرور ملاقات کرتے۔ نانا صاحب کا انتقال چاٹگام میں ہوا اور فیروز شاہ کالونی کے قبرستان میں ابدی

Marfat.com

آرام گاہ نصیب ہوئی۔ ان کے فرزند سید ظہور الحسن حیات ہیں اور پوتے سید عبدالودود اور سید محمد عارف کا مستقل قیام کراچی میں ہے۔"

پیر طریقت سید عبدالشکور کی چار نرینہ اولادیں ہوئیں۔ اولادوں میں سید محمد اصغر سب سے بڑے تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم کے علاوہ انگریزی کی تعلیم بھی حاصل کی اور کچھ عرصہ انڈین ریلوے میں ملازمت بھی کی۔ پاکستان کے لئے انہوں نے انڈین ریلوے میں ہوتے ہوئے حضرت محمد علی جناح صاحب کی پکار پر پاکستان آنا پسند کیا۔ اس طرح ان کی پہلے تعیناتی پاربتی پور، مشرقی پاکستان میں ہوئی پھر چٹاگانگ مشرقی پاکستان ریلوے کے ہیڈ آفس میں چلے آئے۔ یہاں آکر ریلوے کی ملازمت سے انہوں نے استعفیٰ دیدیا۔ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت کرلی اور کچھ دنوں بعد ملازمت چھوڑ کر اپنا کاروبار اختیار کرلیا۔

سید اصغر صاحب ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان سے کراچی آگئے اور یہاں بھی تجارتی سرگرمی میں مشغول رہے۔ ان کے تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں ہیں۔ دو بیٹے خالد اور ساجد اپنے والد کے کاروبار کو سنبھال رہے ہیں جبکہ ایک بیٹا ڈاکٹر زاہد بہت معروف ہارٹ اسپیشلسٹ ہے اور ان کی اہلیہ نائلہ بھی کینسر کی معروف ڈاکٹر ہیں۔ ایک بیٹی مہہ جبیں بھی امریکہ میں ڈاکٹر ہے اور وہاں معروف جنرل فزیشن ہے ایک داماد بھی آنکھوں کے ڈاکٹر ہیں۔ سید محمد اصغر صاحب کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جس میں خاص طور سے "سماعت الاخیار" ثانی، "رشیدی

Marfat.com

چٹھیاں'' اور ''جو ہو ذوق یقیں پیدا'' بہت معروف ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۷ مئی ۲۰۰۷ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ کو کراچی میں ہوا۔ ڈیفنس میں مصری شاہ کے مقبرہ سے متصل مدفون ہیں۔ آپ کی اہلیہ سہیل اصغر کا انتقال جون ۲۰۱۳ء کی ۱۲ تاریخ کو ہوا اور آپ بھی اپنے شوہر نامدار کے ساتھ ہی مدفون ہیں۔

حضرت پیر طریقت کے دوسرے صاحبزادے سید محمد اختر نے لکھنؤ کے ایک دارالعلوم سے دینی تعلیم حاصل کی اور پھر وہیں سے ایک ہومیو پیتھک کالج سے تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹر کی سند حاصل کی۔ لکھنؤ سے وہ بھی ہجرت کر کے چٹاگانگ آگئے۔ انہوں نے ہی چٹاگانگ میں سب سے پہلے تجارت کی بنیاد رکھی۔ وہ بہت ہی سلجھے ہوئے اور سنجیدہ انسان تھے۔ حکومت سے ایک جگہ لے کر تجارتی سرگرمی کو شروع کیا۔ بعد میں وہ بھی کراچی آگئے اور کراچی میں بھی انہوں نے تجارتی سرگرمیاں قائم رکھی اور یہاں بھی کیماڑی میں ایک تجارتی جگہ خرید لی۔ آپ کی شادی دیناجپور میں ہوئی تو اپنی اہلیہ اور اپنی والدہ کو جو چٹاگانگ میں رہتی تھیں اپنے ساتھ کراچی لے آئے۔ انہوں نے بہت کامیاب زندگی گزاری پھر کراچی سے مشرقی پاکستان چٹاگانگ آگئے اور کاروبار شروع کیا۔ مشرقی پاکستان جب ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش بن گیا تو تب بھی چٹاگانگ میں ہی اپنی رہائش جاری رکھی جبکہ ہم دو بھائی اور ایک بہن کراچی منتقل ہوگئے تھے اور چھوٹے بھائی نفیس جرمنی میں تعلیم حاصل کر کے چٹاگانگ ابھی نئے نئے آئے

Marfat.com

ہی تھے کہ سانحہ ڈھاکہ ہو گیا وہ بھی کراچی آئے اور پھر جرمنی واپس چلے گئے۔ سید اختر کے بھی تین نرینہ اولادیں اور تین ہی بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ تینوں بیٹوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی جس میں انجینئر اور دیگر شعبوں سے تعلق ہے۔ دو بیٹے امریکہ میں مقیم ہیں اور دیگر کراچی میں ہیں۔ اختر صاحب کی اہلیہ بھی اپنے بیٹیوں کے ساتھ امریکہ میں مقیم ہیں، کراچی بھی آنا جانا رہتا ہے۔ سید اختر صاحب بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کے کئی سال بعد چٹا گانگ سے واپس آئے اور پھر کراچی میں بھی تجارت میں مشغول تھے۔ یکا یک ان کی طبیعت ناساز ہوئی اور دیکھتے دیکھتے ان کا انتقال ۱۴/ دسمبر ۱۹۸۳ء مطابق ۸/ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو ہو گیا۔ وہ حسن اسکوائر کے پاس قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت پیر طریقت کے تیسرے بیٹے سید محمد منظر نے گھر پر دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گینگ ٹاک، سکم اسٹیٹ میں تعلیم کے لئے آپ کے چچا سید عبدالبصیرؒ نے آٹھ سال کی عمر میں خصوصی طور پر ۱۹۳۹ء میں بھیجا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کو بھی آپ کے بڑے بھائی اصغر صاحب نے چٹا گانگ آنے کا حکم دیا۔ وہاں پر سید منظر صاحب نے کئی برٹش کمپنیوں کے مختلف شعبوں میں کام کرتے ہوئے مختلف تجارتی تجربات حاصل کیے۔ اس کے بعد انہوں نے خود اپنا کاروبار ۱۹۵۶ء میں شروع کیا۔ والدین کی دعاؤں بالخصوص آپ کے چچا سید عبدالبصیر کی خصوصی دعاؤں سے اپنی زندگی میں ہر قدم پر کامیابی حاصل کی۔

Marfat.com

اس کامیابی اور تجربات کو سید محمد منظر صاحب نے اپنی سوانح عمری کے ''پس منظر'' اور ''پیش منظر'' کی دو ضخیم جلدوں میں قلمبند کر دیا ہے۔ ''پیش منظر کے باب ۵۵ میں آپ اپنی اولادوں اور تعلیم و تربیت سے متعلق لکھتے ہیں کہ.....

کاروباری مصروفیات سے قطع نظر میں اپنی اولادوں کی تعلیم و تربیت سے کبھی بھی غافل نہیں رہا۔ مشرقی پاکستان سے کراچی آنے کے بعد میں نے شروع میں اپنے چار بچوں کو پیپی ہوم ہائی اسکول میں اور دو چھوٹے بچوں کو خالد بن ولید روڈ پر اپنی رہائش کے پاس ہی ایک ''کے جی اسکول'' میں داخل کروادیا تھا۔ میری اہلیہ نے سبھی بچوں کو وقت پر تیار کر کے اسکول بھیجنا اور ان کی دیکھ بھال کے علاوہ تربیت کا خیال رکھنا اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ میری والدہ محترمہ بھی ان کا ہاتھ بٹاتی رہیں اس لئے مجھے گھر کی طرف سے کبھی کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی اور میں دل جمعی کے ساتھ دن رات کاروباری مصروفیات میں مشغول رہ سکتا تھا اور اس سلسلے میں ہفتوں ملک سے باہر یا اندرون ملک سفر میں بھی کوئی تردد نہیں ہوتا تھا البتہ جب میرے بڑے بیٹے سید ممشاد منظر پیپی ہوم کی چھٹی کلاس پاس کر گئے تو مسئلہ یہ ہو گیا کہ اس اسکول میں ساتویں کلاس اور اس کے بعد کوئی لڑکا پیپی ہوم میں آگے پڑھ یا داخلہ نہیں لے سکتا تھا کیوں کہ ساتویں کلاس سے صرف لڑکیوں کی تعلیم جاری رہ سکتی تھی۔ عارضی طور پر ممشاد کو عائشہ باوانی اسکول میں داخل کروایا گیا اس زمانے میں عائشہ باوانی اسکول کی حالت دگرگوں تھی اور لڑکے

Marfat.com

عام طور سے اسکول میں کلاس لینے کے بجائے اسکول کے باہر کھیل کود میں مشغول رہتے تھے۔ شام کو میں نے ممشاد سے تفصیلی معلومات حاصل کیں تو معلوم ہوا کہ استادوں کا دھیان پڑھانے کے بجائے دوسری مشغولیات میں ہوتا ہے اور اکثر استاد غیر حاضر رہتے ہیں۔

ایک دوست نے مشورہ دیا کہ ممشاد کو اتچیسن کالج لاہور میں داخلہ دلا دیں۔ لاہور پہنچ کر میں اتچیسن کالج گیا اور تفصیلی معلومات حاصل کیں اور اتچیسن کالج میں داخل کروادیا اور ہوسٹل میں رہائش کا انتظام بھی ہوگیا۔

دوسرے سال میں نے اپنے دوسرے بیٹے شمشاد کو بھی اتچیسن کالج میں داخلہ دلانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے اس کا تذکرہ جناب نواب غوث بخش رئیسانی صاحب سے کیا تو انہوں نے کہا کہ میں اتچیسن کالج کے سرکاری دورے کا پروگرام بناتا ہوں اس وقت آپ شمشاد کو لے کر میرے ساتھ کالج چلیں میں داخلہ دلوانے کی کوشش کروں گا۔ اس وقت نواب صاحب بلوچستان کے سینئر منسٹر تھے۔ جلد ہی نواب صاحب نے دورے کا پروگرام بنالیا اور وقت مقررہ پر مجھے لاہور میں شمشاد کے ساتھ ملنے کی تاکید کی۔ اس دورے کے دوران پرنسپل صاحب نے شمشاد کا دو ماسٹروں کی ٹیم کے ذریعے ٹیسٹ لیا اور کامیابی کے بعد پانچویں کلاس میں داخلہ مل گیا۔ اس طرح شمشاد بھی ہوسٹل میں رہنے لگے۔ اب میں ہفتہ میں کئی بار اسلام آباد یا کوئٹہ آتے یا جاتے ہوئے لاہور

Marfat.com

رُک کر دونوں بیٹوں سے مل لیتا اور اگر لاہور میں ہی کام ہوتا تو پھر اہلیہ کو لے کر چلا جاتا تاکہ دونوں بیٹوں سے وہ بھی مل لیں۔

میری بڑی بیٹی نسرین نے پی ای ایچ ایس کالج سے انٹر کرنے کے بعد داؤد کالج میں الیکٹرونک میں گریجویشن کرنے کے لئے داخلہ لے لیا جب کہ اس کے ایک سال بعد دوسری بیٹی پروین نے کراچی یونیورسٹی میں فارمیسی میں گریجوشن کرنے کے لئے داخلہ لیا۔ فارمیسی میں گریجویشن کے بعد MBA کی ڈگری بھی حاصل کی۔ دوسری دونوں بیٹیوں نازنین و شیرین نے خاتون پاکستان میں بیچلر آف آرٹس میں داخلہ لیا۔ الحمدللہ وقت کے ساتھ ساتھ سبھی بچوں نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق کامیابی حاصل کی۔

ممشاد نے سینئر کیمبرج کرنے کے بعد سینٹ پیٹرک کالج میں داخلہ لیا اور انٹر کر کے نیویارک کی معروف پیس یونیورسٹی سے فائیننس میں بی بی اے کیا اور بینک آف ٹوکیو ٹرسٹ میں انٹرن شپ حاصل کر لی۔ اسی طرح شمشاد نے اتچیسن کالج سے نکل کر ڈی جے سائنس کالج سے بی ایس سی کرنے کے بعد نیویارک ہی میں معروف برکلین یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی سے ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ تیسرے بیٹے سید رِشاد منظر جس کی پیدائش کراچی میں ۱۲ ستمبر ۱۹۷۶ء کی ہے سینٹ پال ہائی اسکول میں داخلہ لیا۔ ہائی اسکول سے نکل کر ڈی جے سائنس کالج سے انٹر کر کے نیویارک کے ہوفسٹرا یونیورسٹی سے

Marfat.com

کمپیوٹر سائنس میں بی بی اے کیا ہے۔

علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی) اور صدر، ورلڈ اسلامک مشن پاکستان اپنے ایک مقالہ (۲۷/جولائی ۱۹۸۶ء مطابق ۱۹/ذیقعدہ ۱۴۰۶ھ) میں لکھتے ہیں کہ ۷/ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۲/جنوری ۱۹۸۴ء کو محترم سید محمد منظر صاحب قبلہ کے والد گرامی حضرت قبلہ الحاج پیر طریقت سید عبدالشکور صاحب علیمی رشیدی، سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ کا چھپرا، انڈیا میں وصال ہوگیا۔ سادات پور میں اپنے خاندانی قبرستان میں آپ کا آستانہ ہے۔ اپنے والد گرامی کے چہلم میں شرکت کے لئے جناب منظر صاحب سادات پور تشریف لے گئے جہاں ہندوستان کے گردونواح سے مریدین ومعتقدین کا ۱۹/فروری ۱۹۸۴ء کو حضرت کے چہلم کے موقع پر سادات پور میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ خانقاہ رشیدیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب مدظلہ جو حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ''بہار شریعت'' کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور اجمیر شریف سے حضرت خواجہ غریب نواز کے گدی نشین درویش سید صالح محمد صاحب چشتی اور حضرت مولانا غلام آسی صاحب المعروف آسی پیا کے علاوہ ہندوستان بھر کے ممتاز علماء کرام اور مشائخ عظام نے بھی شرکت فرمائی۔ اس اجتماع عظیم میں حضرت قبلہ پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی کی سجادہ نشینی کے معاملے پر بھی

Marfat.com

غور کیا گیا۔ باہم مشاورت سے یہ طے پایا کہ حضرت قبلہ پیر سید عبدالشکور صاحب کے برادر گرامی حضرت مولانا حافظ سید عبدالرزاق صاحب سے رائے لی جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

انہوں نے بطیّب خاطر تمام بزرگوں کی موجودگی میں محترم جناب صاجزادہ سید محمد منظر صاحب کا نام نامی اسم گرامی سجادہ نشینی کے لئے پیش کیا۔ اسی مجلس میں تمام بزرگانِ سلسلہ کے سامنے سجادہ نشینی کی تمام رسومات خرقہ پوشی، دستار بندی اور تبرکات وغیرہ سے نوازا گیا۔ رسم دستار بندی سجادہ نشینی خانقاہ رشیدیہ حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب مدظلہ العالی کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔

قاری رضاء المصطفیٰ اپنے مقالہ میں آگے لکھتے ہیں کہ اپنے والد گرامی کی رسم چہلم میں شرکت کر کے جب صاحب زادہ محترم جناب سید محمد منظر صاحب قبلہ پاکستان واپس تشریف لانے لگے تو اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے درگاہ پر وہاں کے گدی نشین درویش سید صالح محمد اور دہلی میں درگاہ حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے امام اور سجادہ نشین حضرت الحاج خواجہ سید اسلام الدین صاحب نظامی کے مبارک ہاتھوں سے بھی سید محمد منظر صاحب کی دستار بندی ہوئی۔ اسی طرح آستانہ عظمیہ درگاہ حضرت سید عظیم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ پورا، بھیلواڑا، راجستھان اور حضرت قبلہ پیر الحاج سید عبدالشکور صاحب

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ گرامی حضرت سید عبد البصیر رحمۃ اللہ علیہ کے استانہ عالیہ بصیر یہ، خواجہ باغ، بیگون شریف، چتور گڑھ میں جناب ماسٹر عبد العزیز صاحب خلفیہ مجاز قبلہ پیر سید عبد الشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بابرکت ہاتھوں سے صاحبزادہ محترم سید محمد منظر صاحب کی دستار بندی ہوئی۔ مزید آگے قاری رضا المصطفیٰ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ سید محمد منظر صاحب کی شادی اپنے ہی خاندان میں عمِ محترم جناب حافظ سید حبیب الحسن صاحب خلیفہ حضرت سید شاہ شاہد صاحب سبز پوش رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سیدہ صفیہ خاتون سے ۲۱/دسمبر ۱۹۵۷ء کو سادات پور میں ہوئی۔ عقد حضرت شاہ سید محمد مصطفیٰ (شہید) سبز پوش، سجادہ خانقاہ رشیدیہ، جون پور کے مبارک ہاتھوں سے انجام پایا۔ سید محمد منظر صاحب کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت قبلہ پیر سید عبد الشکور صاحب علیمی رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس خانوادے کو سلامت رکھے۔ (آمین)

ماشاء اللہ سید صاحب کے تمام بچے نیک سیرت، سعادتمند اور دینی و دنیاوی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہیں۔ ہم پاکستانیوں کی خوش نصیبی ہے کہ سلسلہ خانقاہ رشیدیہ کے نمائندے اور خلیفہ مجاز صاحبزادہ سید محمد منظر صاحب آج ہمارے درمیان موجود ہیں اور اپنے روحانی فیوض و برکات سے ہمیں نوازتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

سید محمد منظر صاحب کو حضرت محترم مفتی شاہ عبید الرحمٰن سجادہ نشین، خانقاہ رشیدیہ جونپور نے خلافت واجازت ۱۰رذی العقید ۱۴۱۶ھ میں عطا کی جس کی تفصیل سید محمد منظر ساداتپوری کی کتاب ''پیش منظر'' مطبوعہ ۲۰۱۲ء میں دیکھی جا سکتی ہے۔

پیر سید عبدالشکور علیمی رشیدی کے چوتھے صاحبزادہ سید نفیس احمد نے دین کی بنیادی تعلیم اپنے نانا سید نورالحسن سے پائی اور پھر پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد چٹا گانگ میں اسلامیہ ہائی اسکول میں داخلہ لیا اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد تعلیمی سلسلہ میں جرمنی چلے گئے۔ جہاں انہوں نے نیول ارکیٹیکٹ (جہاز سازی کی تعلیم) میں اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد چٹا گانگ واپس آ گئے۔ لیکن بنگلہ دیش بننے کے کچھ دنوں پہلے ہنگامہ شروع ہونے کی وجہ سے کراچی آ گئے اور پھر واپس جرمنی چلے گئے۔ جرمنی میں شپ یارڈز میں کام کرتے رہے اور اب ریٹائر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جرمن نیشنلٹی لے لی ہے۔ نفیس احمد کے ماشاء اللہ تین صاحبزادے ہیں۔ ایک فرانس میں ہے جبکہ دوسرا آئیرلینڈ میں ملازمت کے سلسلہ میں مقیم ہے اور تیسرا بھی جرمنی میں ہی ملازمت کر رہا ہے۔ ماشاء اللہ تینوں صاحبزادوں نے اعلیٰ تعلیم جرمنی سے ہی حاصل کی ہے۔ نفیس کی اہلیہ سیدہ ناز بلند شہر کی رہنے والے سید خاندان سے ہیں اور کراچی میں ان کی شادی ہوئی تھی۔ نفیس کی کراچی میں بھی کافی جائیداد ہیں اور کراچی بھی

Marfat.com

آنا جانا رہتا ہے اور اپنے خاندانی افراد اور عزیزوں سے انہوں نے ہمیشہ تعلقات کو قائم رکھا ہے۔ بنیادی طور پر نفیس بہت ہی شفیق انسان ہیں۔

پیر سید عبدالشکور علیمی رشیدی کی دو صاحبزادیاں ہوئی، بڑی صاحبزادی عاصمہ خاتون کی شادی خانہ آبادی خاندان میں ہی سید محمد رفیع سے ہوئی۔ سید محمد رفیع جگراوں کے مخدوم خاندان سے ہیں اور سادات پور سے قریبی عزیز داری ہے۔ بڑی صاحبزادی عاصمہ خاتون اپنے خاوند سید محمد رفیع کے ساتھ چٹا گانگ مشرقی پاکستان آگئی تھیں اور پھر بنگلہ دیش بننے کے پہلے ہجرت کر کے کراچی آگئیں اور اللہ کا شکر ہے ان کے پانچ بیٹے اور دو صاحبزادیوں نے کراچی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ایک صاحبزادہ سید کلام ریاض سعودی عرب میں اپنے خاندان کے ساتھ مقیم ہیں جبکہ دوسرے صاحبزادہ سید آصف امریکہ میں اپنے خاندان کے ساتھ مقیم تھے ان کا انتقال لاس اینجلس میں ہوا اور وہیں دفن ہیں ان کی اہلیہ شاہینہ اپنی دو بیٹیوں کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے سرگرداں ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ سید شاہد سعودیہ عرب میں ملازمت کر رہے ہیں اور اللہ کا شکر ہے خوش حال ہیں۔ چوتھے صاحبزادے سید راشد بھی امریکہ میں مقیم ہیں اور کاروبار سے منسلک ہیں جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے سید محمد عابد دبئی میں ملازمت کر رہے ہیں۔ ایک بیٹی سیدہ فرحانہ لاس اینجلس امریکہ میں اپنے شوہر فیصل اور دو بیٹیوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ بڑی بیٹی سیدہ شبانہ اپنے شوہر اعجاز احمد

Marfat.com

اور بچوں کے ساتھ ریاض سعودیہ میں مقیم ہیں۔ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جو ریاض ہی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی کی سب سے چھوٹی صاحبزادی راشدہ خاتون کی شادی خانہ آبادی شہر چھپرہ، بہار، انڈیا میں پیر طریقت کے بھانجے سید نصیر حسن ولد سید نبی حسن سے ہوئی ہے۔راشدہ کے ماشاءاللہ پانچ نرینہ اولادیں اور تین بیٹیاں ہوئیں۔سبھی اولادوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ سب سے بڑے بیٹے سید سبط حسن دہلی میں اپنے خاندان کے ساتھ مستقل مقیم ہیں اور اعلیٰ پیمانے پر اپنا کاروبار کو جاری رکھنے میں مشغول رہتے ہیں۔سماجی طور پر اعلیٰ اقتدار رکھتے ہیں اور حکومت وقت کے اعلیٰ حکام میں اپنے ایماندارانہ طرز عمل اور مسلسل محنت و مشقت کی وجہ سے پسندیدہ شخصیت کے مالک ہیں۔ان کی اہلیہ کیفی بھی بہت خوش مزاج اور مہمان نواز ہیں اور سماجی طور پر مقبول شخصیت ہیں۔اُن کی دو بیٹیاں ہیں جو اپنے والدین کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ سبط حسن بچپن ہی سے اپنے تینوں نانا کے ساتھ رہے اور اُن سب کی مجموعی خوبیاں اُن میں اَتم طور پر پائی جاتی ہیں۔

دوسرے صاحبزادے سید راشد حسن نے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور انڈیا ہی میں ہندی، اُردو، عربی، فارسی، فرینچ، انگلش وغیرہ کی ترجمانی کرتے رہے تھے۔ ان کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے ریڈ کراس انٹرنیشنل، سوئٹزرلینڈ نے ان کو اپنی ٹیم

Marfat.com

میں شامل کرلیا۔تربیت دینے کے بعد پہلی تعیناتی لبنان پھر عراق میں ہوئی اور اب وہ ٹیونیشیا میں تعینات ہیں۔انہوں نے اپنا گھر بنگلور میں بنایا اور ان کی فیملی اہلیہ اور ایک بیٹا یہیں مقیم ہیں۔شاید اب ٹیونیشیا چلی جائیں۔ان کی اہلیہ بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔راشدہ نصیر کے تیسرے بیٹے سید مبین حسن بھی دہلی میں ہی مقیم ہیں اور مختلف ممالک مین پاور کی ترسیل کا کام کرتے ہیں اور ساتھ ہی ٹریول ایجنسی کا بھی لائسنس رکھتے ہیں۔ان کے دو بیٹے اور دو ہی بیٹیاں ہیں،اپنے کام میں بہت ہی مصروف رہتے ہیں۔

چوتھے صاحبزادے سید فیضان حسن بھی دہلی میں ہیں اور ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں ان کی اہلیہ بھی اسی کمپنی میں ملازمت کرتی ہیں۔ان کی ایک نرینہ اولاد ہے اور پانچوے صاحب زادے سید فیصل حسن اپنے والد ماجد کے ساتھ اپنے آبائی شہر چھپرہ میں رہتے ہیں۔ان کی چھپرہ میں موجودگی نصیر بابو اور راشدہ کے لئے بہت مفید ہے۔خاندانی جائیداد کی دیکھ بھال اور دیگر کاروبار کے علاوہ جو جائیداد کرایہ پر ہے اس کی وصولی اور سب سے بڑھ کر فریادیوں کی مشکلات کو حل کرنے کی ترکیب جو والد کرتے آئے ہیں اس میں مدد کرنا بھی شامل ہے۔عزیز و اقارب کی شادی میں جانا آنا یہ سب ذمہ داری چھوٹے صاحبزادہ فیصل پر ہے۔فیصل کی ایک نرینہ اولاد ہے۔

Marfat.com

سب سے بڑی بیٹی انجم افروز کی شادی عتیق عالم سے ہوئی۔ عتیق عالم جدہ میں اپنے خاندان کے ساتھ برسوں سے مقیم ہیں۔ جدہ میں ایک فاسٹ فوڈ کے منیجر ہیں اور اس کو مقبول کرانے میں انہوں نے بہت محنت کی ہے جس کے نتیجہ میں اس کا چکن کافی مقبول ہوا ہے۔ انجم کے دو نرینہ اولادیں ہیں۔ عتیق عالم بہت خوش مزاج اور مہمان نواز ہیں۔ انجم بھی بہت ہی سخی مزاج کی ہے۔

دوسری بیٹی قدسیہ ایوب کی شادی گورکھپور کے ایک خاندان میں ہوئی۔ ان کے شوہر ڈاکٹر شفیع ایوب جواہر نہرو یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اس طرح ان کا خاندان بھی دہلی میں یونیورسٹی کمپاس میں ہی مقیم ہے۔ ان کے ایک بیٹی ہے۔

سب سے چھوٹی صاحبزادی مہوش کلثوم بھی ماسٹر کرنے کے بعد مزید آگے تعلیم کے حصول میں مشغول ہے۔ دہلی ہی میں اپنے بہن قدسیہ کے ساتھ رہتی ہے۔ ابھی حال ہی میں مہوش اسکالرشپ پر ایک سال کے لئے امریکہ میں لیکچرار کی حیثیت سے وہاں یونیورسٹی میں تعلیم دی اور بعد کامیابی کے واپس دہلی آگئی ہیں۔

وصال پیر طریقت

پیر طریقت سید عبدالشکور علیمی رشیدی ۱۹۷۷ء میں پہلی دفعہ کراچی تشریف لائے اور اسی سفر میں اپنی اہلیہ اور بڑے صاحبزادہ سید محمد اصغر کے

Marfat.com

ساتھ بیت المکرّم اور مدینہ منورہ کا سفر کیا اور حج کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ واپسی پر آپ نے اپنی اہلیہ اور سید منظر اور ان کے خاندان کے ساتھ ملتان میں بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے بعد پاک پتن میں حضرت شاہ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کی جہاں آپ کی دستار بندی بھی ہوئی۔ یہاں سے لاہور میں حضرت داتا دربار کے آستانہ کی زیارت کی۔ دیگر تاریخی عمارات بالخصوص بادشاہی مسجد لاہور کو بہت پسند فرمایا اور وہاں کئی نفلی نماز ادا کیں۔ کراچی میں بھی حضرت غازی عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور ٹھٹھہ کی مسجد دیکھنے گئے اور وہاں بھی مزاروں کی زیارت کی۔

۱۹۸۰ء کے اپریل میں دوبارہ کراچی تشریف لائے کیونکہ سید محمد منظر کی دختر نسرین فاطمہ کی شادی طے تھی۔ ان کے ساتھ چھوٹی بیٹی راشدہ اپنے شوہر سید نصیر حسن اور اولادوں کے ساتھ اور آپ کے بھائی حافظ سید عبدالرزاق بھی ساتھ آئے۔ میرے پھوپھازاد اور بہنوئی سید محمد رفیع کے بڑے بھائی سید محمد وسیع بھی اس موقع پر آپ کے ساتھ ہندوستان سے آئے۔ تقریب شادی کے بعد سبھوں نے کئی مہینہ قیام کیا اور دسمبر میں بڑے بیٹے سید محمد اصغر کی بڑی صاحبزادی ڈاکٹر مہہ جبیں کی دسمبر ۱۹۸۰ء میں منعقد رسم منگنی میں شرکت کر کے ہندوستان واپس چلے گئے۔ ڈاکٹر مہہ جبیں کی شادی دسمبر ۱۹۸۱ء میں طے پائی تھی۔ اسی شادی میں شرکت کے لئے آپ ہندوستان سے کراچی کے لئے روانہ ہوئے اور دہلی سے

Marfat.com

ہوائی جہاز پر سوار ہوتے وقت آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اس طرح آپ کا اور آپ کے ساتھ آنے والا قافلہ کا سفر دہلی ہی میں رُک گیا۔ دہلی ائیر پورٹ سے فوراً ہمدرد فاؤنڈیشن کے ہسپتال میں ۱۸ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو داخل ہوئے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادہ سید نفیس احمد جرمنی سے دہلی پہنچ گئے اور علاج کی نگرانی کرتے رہے کہ اسی دوران کراچی سے سید منظر صاحب بھی ۲۱ر دسمبر ۱۹۸۱ء کے دن ویزا ملتے ہی ۲۲ر دسمبر کو دہلی پہنچ گئے۔

سید منظر صاحب کے ساتھ ان کی اہلیہ اور ایک بیٹی نازنین بھی ساتھ تھیں۔ بہت کوشش کے بعد کچھ افاقہ ہوا اور قریباً ایک ماہ دہلی میں رہنے کے بعد آپ کو ریلوے سے چھپرا لایا گیا۔ چھپرا میں ہر طرح سے علاج ہوتا رہا اور نصیر بابو، آپ کے چھوٹے داماد، اچھے اچھے ڈاکٹروں سے مشورہ اور علاج کراتے رہے لیکن مزید افاقہ نہیں ہوسکا۔ آخر وقتِ وصال آگیا اور ۱۲ر جنوری ۱۹۸۴ء مطابق ۷ر ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ کے دن گیارہ بجے آپ کی روح اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔

انا لله وانا علیه راجعون.

آپ کے داماد سید نصیر حسن، بیٹی راشدہ اور ان کی سبھی اولادوں نے آپ کی بھرپور خدمت کی اور دو سال سے زیادہ عرصہ تک ہندوستان کے کونے کونے سے عیادت کے لیئے آنے والوں کی خاطر مدارت میں دن رات لگے رہے کیونکہ یہ

Marfat.com

تسلسل ہر وقت جاری رہا کرتا تھا۔آپ کے صاحبزادے پاکستان سے سید منظر صاحب اور بنگلہ دیش سے سید محمد اختر صاحب اور جرمنی سے سید نفیس احمد بھی ہر ایک دو ماہ کے وقفوں سے آ کر ہفتوں تک حاضر خدمت رہتے۔ وصال کے بعد چھپرا سے آپ کا تابوت سادات پور لایا گیا اور جمعہ کے دن خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔آپؒ کے صاحبزادے سید محمد منظر صاحب پاکستان سے آ کر چہلم میں شامل ہوئے اور اسی دن منظر صاحب کی علماء، معتقدین اور مریدین کے اجتماع میں آپؒ کے منجھلے بھائی حضرت حافظ سید عبدالرزاق کی اجازت سے حضرت مولانا محمد یسٰین رشیدی، گدی نشین، خانقاہ رشیدیہ، جونپور، کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی اور سید محمد منظر صاحب اپنے والد ماجد کے جانشین مقرر ہوئے۔

آپ کے خلفاء

پیر طریقت حضرت سید عبدالشکور علیمی رشیدی نے کس کو اپنا خلیفہ بنایا سب کا نام معلوم نہیں لیکن چند معروف خلفاء میں حضرت مولانا منتخب الحق قادری بانی شعبہ اسلامیات وعربیات، کراچی یونیورسٹی اور رکن اسلامی کونسل آف پاکستان تھے۔آپ کا وصال کراچی میں ہوا اور کراچی یونیورسٹی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔آپ نے اجازت وخلافت اپنے چھوٹے بھائیوں حافظ سید عبدالرزاق اور

Marfat.com

سید عبدالبصیر کو بھی عطا کی جبکہ کراچی میں اپنے بڑے بیٹے سید محمد اصغر ساداتپوری کو بھی اجازت عطا کی تھی۔ حافظ عبدالرزاق سادات پور میں خاندانی قبرستان میں جبکہ سید عبدالبصیر اپنے قائم کئے ہوئے خانقاہ بصیریہ، خواجہ باغ بیگون شریف، ضلع چتور گڑھ، راجستھان میں مدفون ہیں۔ اسی طرح سید محمد اصغر صاحب سادات پوری کراچی میں ڈیفنس کی شاہراہ بخاری پر حضرت مصری شاہ کے ساتھ ہی احاطہ میں مدفون ہوئے۔ اللہ ان سبھوں کو اپنے دامن مغفرت میں پناہ دے اور درجات بلند کرتے ہوئے جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

راجستھان کے شہر شاہ پورا، ضلع بھلواڑہ کے رہنے والے علامہ ماسٹر عزیز احمد شکوری رشیدی اور منتظم دارالعلوم غریب نواز کو بھی خلافت و اجازت پیر طریقت کے عطا کیا۔ ماسٹر عزیز احمد نے اپنے مرشد کے وصال کے بعد سلسلہ رشیدیہ کو مسلسل راجستھان اور گجرات میں متعارف کرنے میں بڑی محنت اور صبر و تحمل سے کام لے کر عروج پر پہنچاتے رہے اور اب یہ سلسلہ ان کی اولاد ڈاکٹر غلام آسی نے جاری و ساری رکھا ہوا ہے۔ ماسٹر عزیز احمد شکوری رشیدی کا وصال ۲۷/اگست ۲۰۰۹ء مطابق ۳/رمضان ۱۴۳۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار شاہ پورا میں ہے، اور بھی آپ کے خلفاء ہوں گے لیکن لاعلمی کی وجہ سے اُن کے تذکرہ سے گریز کیا گیا ہے۔

Marfat.com

قطعۂ تاریخ وفات

پیر طریقت صوفی باصفا الحاج مولانا سید عبدالشکور
سادات پوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ

سید عبدالشکور خضر طریق — عارف و متقی و زہد شعار

حاجی کعبۂ قبلہ آفاق — شرع دین متین تھا جن کا شعار

عازم روضۂ بہشت ہوئے — قبر ہے نور حق سے پُر انوار

۱۲ر جنوری ۱۹۸۴ء

جنوری کی وہ بارہویں تاریخ — ان کی رحلت کا روز درد آثار

ان کی تاریخ ارتحال اختر
سید عبدالشکور امانت دار

۱۴۰۴ھ

نتیجہ فکر: محمد اختر مسلم

Marfat.com

یہ قطعہ جناب سید محمد منظر کراچی پاکستان کے وسیلے سے دستیاب ہوا۔ پسیوڑ کے رہنے والے ایک عالم اور قابل قدر شاعر سیدؔ ظہور الحسن احمد قادری نے حضرت پیر طریقت کی شان مبارک میں آپ کے وصال کے بعد ایک قطعہ تخلیق کیا وہ تبرکاً درج ہے۔ نیز جناب سید ظہور الحسن احمد صاحب نے چہلم کے قل سے قبل میلاد شریف کے موقع پر والد ماجد کی شان میں ایک منقبت پیش کی تھی جس سے تاریخ وصال بھی نکلتی ہے وہ بھی من و عن پیش خدمت ہے تاکہ یادگار رہے۔

قطعہ

نور حق سے ہے مجلّٰی تربتِ عبدالشکورؒ
دل سے دیکھو تو ہو حاصل رویتِ عبدالشکورؒ
کیا بیان احمدؔ کروگے عظمت عبدالشکورؒ
قربِ خدا خانہ ہے جائے حضرت عبدالشکورؒ

Marfat.com

منقبت

ازفکر سید ظہور الحسن احمد قادری ساداتپوری

بہ موقع عرس چہلم

پیر طریقت حضرت صوفی حاجی پیر سید عبدالشکور صاحب نور اللہ مرقدہٗ

ذات ہے شمع ہدایت پیر عبدالشکور کی
موہنی واللہ صورت پیر عبدالشکور کی

یاد آتی جب ہے صورت پیر عبدالشکور کی
دیکھتا رہتا ہوں تربت پیر عبدالشکور کی

ہوگئی تاریک دنیا زندگی بھی تلخ ہے
ہوگئی ہے جب سے رحلت پیر عبدالشکور کی

جلوہ گاہ مصطفیٰ جب قبر کی آغوش ہے
کیوں نہ چوموں دل سے تربت پیر عبدالشکور کی

Marfat.com

رہبرِ راہِ شریعت بحرِ طریقت کے امام
درحقیقت ذات حضرت پیر عبدالشکور کی

حُبِ محبوب خدا ، غوث الوریٰ کے عشق میں
فردِ واحد ذات حضرت پیر عبدالشکور کی

قبر میں پل پر سرِ میزان محشر میں ضرور
کام دے گی ہرجا نسبت پیر عبدالشکور کی

قادری ، چشتی ، رشیدی سلسلہ والے سبھی
آتے ہیں بہرِ زیارت پیر عبدالشکور کی

زائرینِ ہند و پاک افلاک سے حورو ملک
دیکھنے آئے ہیں تربت پیر عبدالشکور کی

مُلکِ راجستھان سے آئے عقیدت مند ہیں
کھینچ لائی ان کو نسبت پیر عبدالشکور کی

Marfat.com

دل میں کیسے خوف اور رنج و الم پائے قیام
جس پہ ہے نظر عنایت پیر عبدالشکور کی

خدمت بے لوث کے باعث چچا عبدالرزاق
مل گئی ان کو خلافت پیر عبدالشکور کی

باغات عالم کی بہاریں آگئیں ساداتپور
بن گئی ہے جب سے تربت پیر عبدالشکور کی

باغ درِ بہشت سے ، آتی ہوا ہے قبر میں
۱۹۸۴ء
رب نے کی ہے ایسی عزت پیر عبدالشکور کی

عرس چہلم میں عقیدت سے یہ احمد قادری
لکھ کے لایا منقبت پیر عبدالشکور کی

☆

(۳)

باب سوئم

چند یادگار منتخب تصاویر

محترم شخصیت پیر سید عبد الشکورؒ علیمی رشیدی

Marfat.com

محترم شخصیت پیر سید عبدالشکورؒ علیمی رشیدی

Marfat.com

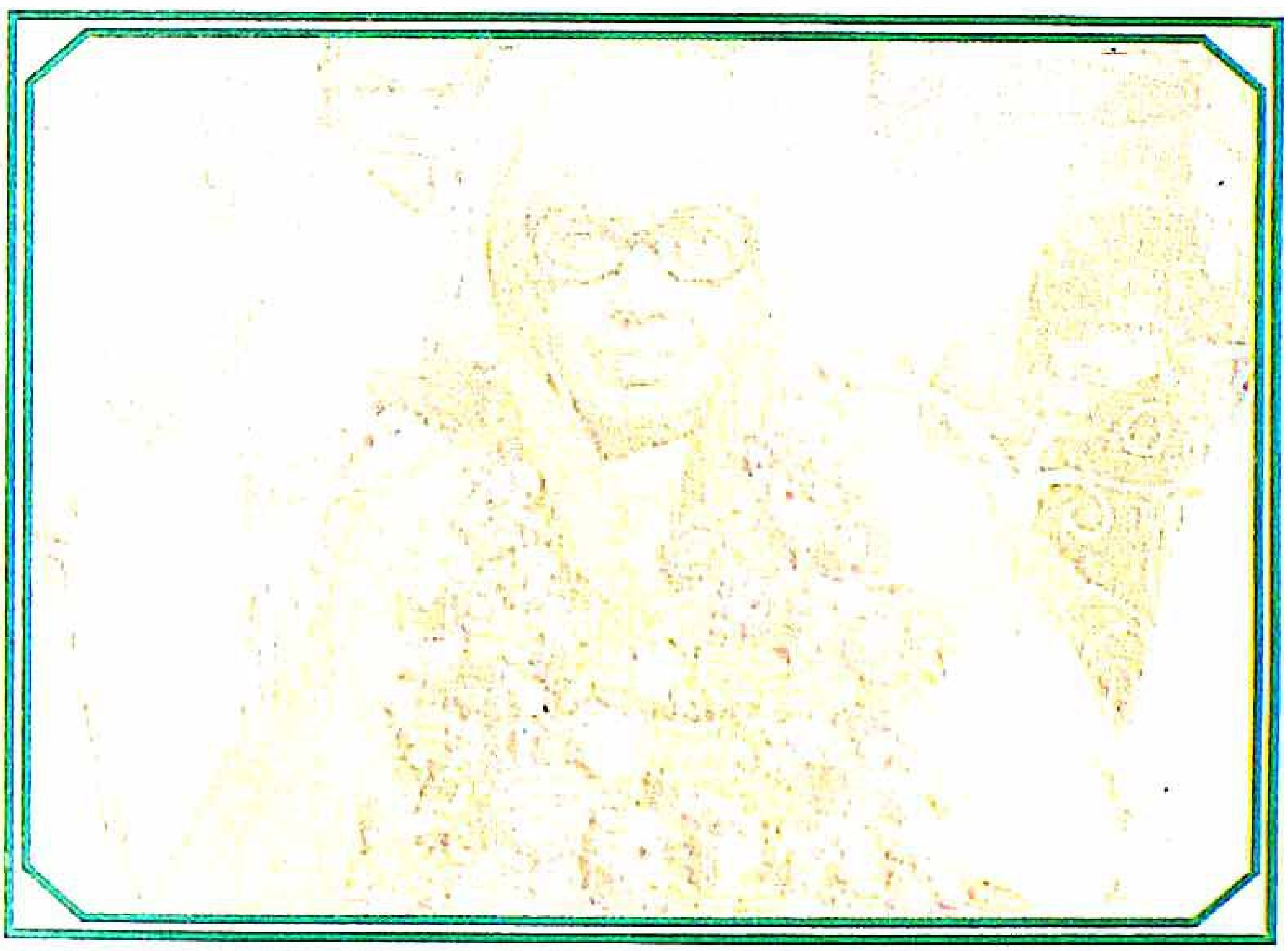

الحاج پیر سید عبدالشکورؒ علیمی رشیدی سادات پوری
اور آپ کی اہلیہ محترمہ جن سیدہ قریشہ خاتون روانگی حج کے موقع پر

Marfat.com

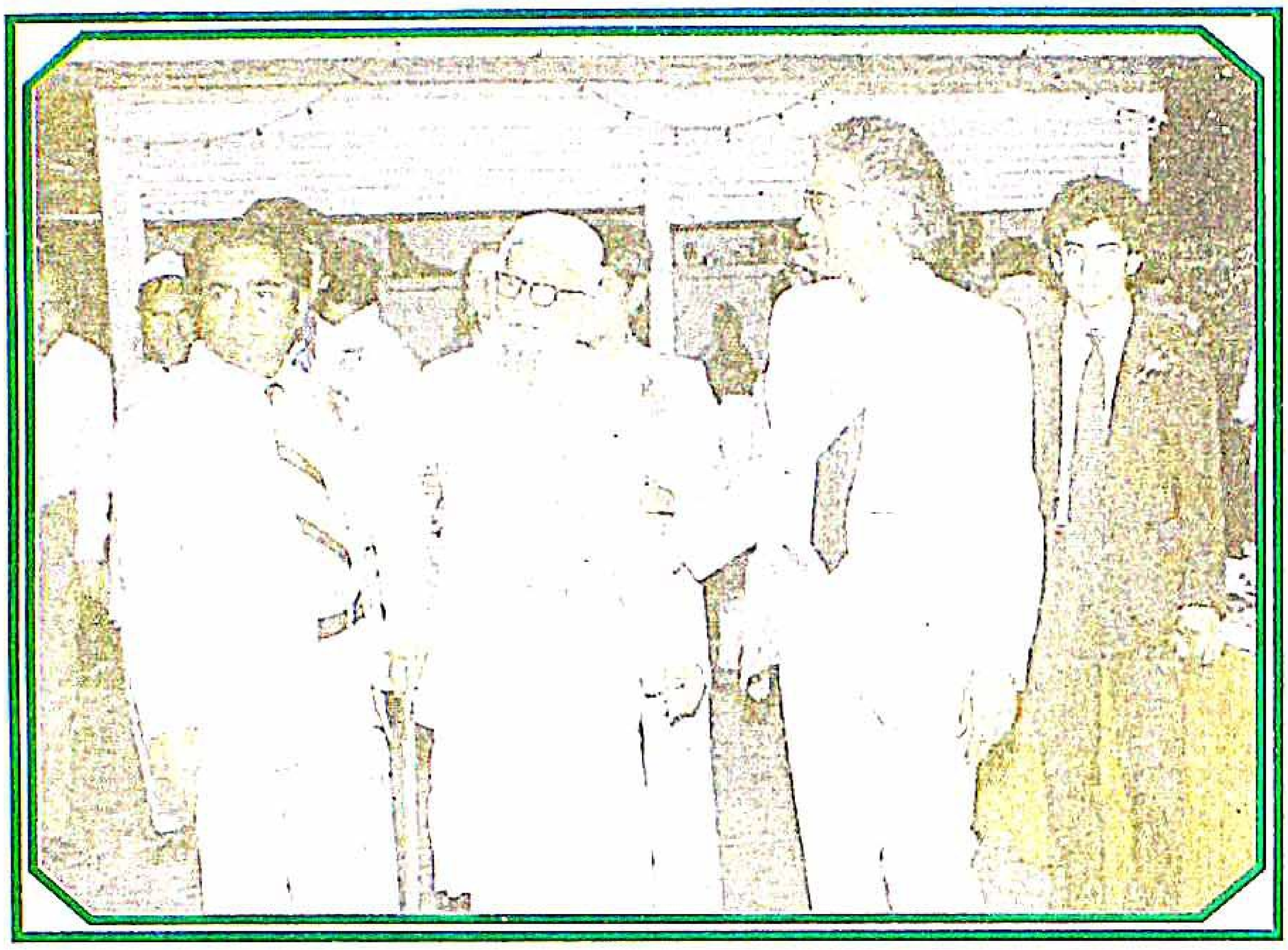

پیر سید عبدالشکور اپنے بیٹے سید محمد منظر کی کراچی قیام گاہ پر اپنی پوتی نسرین فاطمہ کے نکاح کے موقع پر
دائیں طرف ممشاد منظر، سید نفیس احمد اور بائیں طرف سید اختر کے ساتھ رونق محفل ہونے کے لئے تشریف لا رہے ہیں

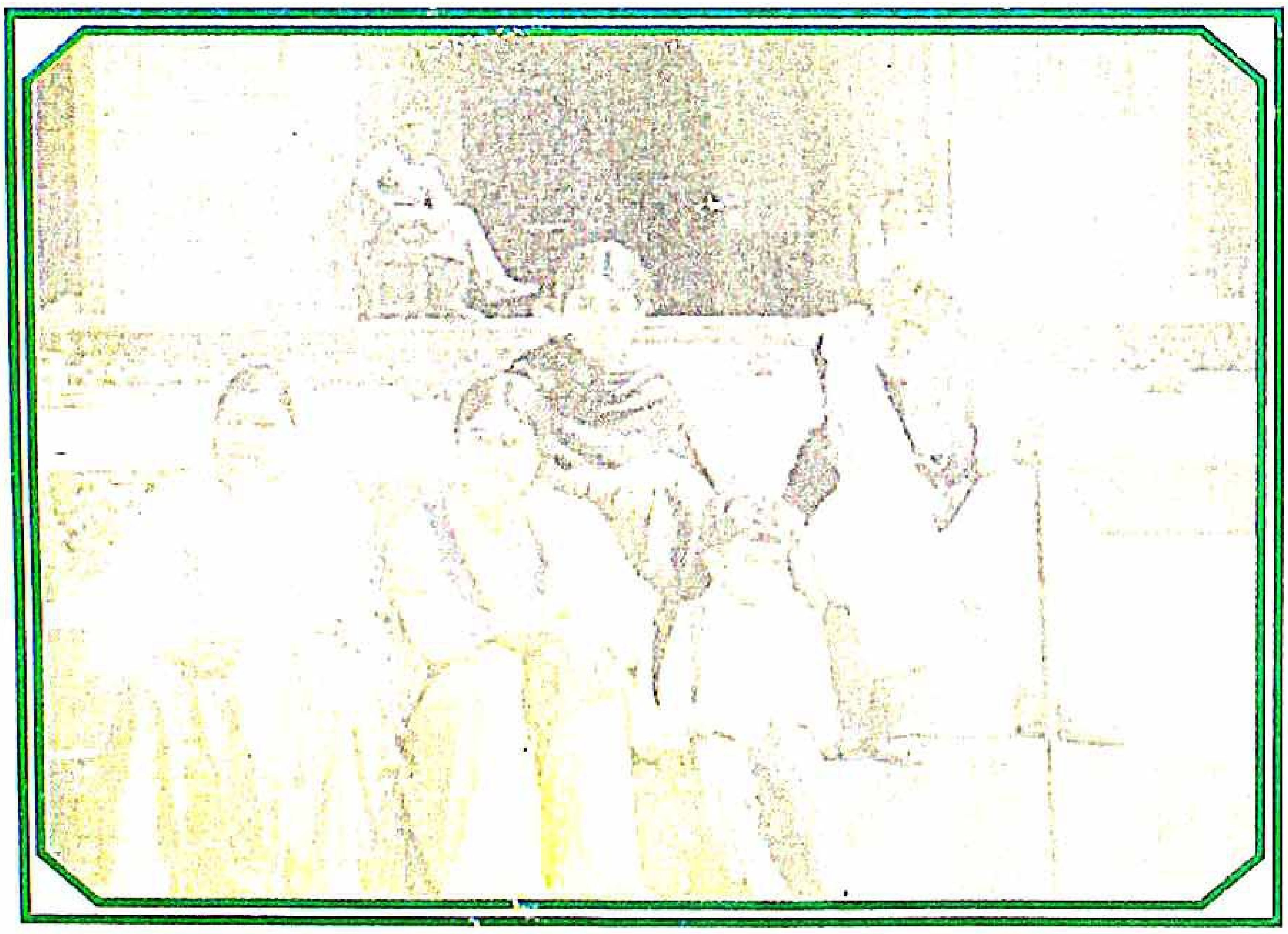

الحاج پیر سید عبدالشکورؒ ۱۹۷۷ء میں ملتان بزرگوں کے مزارات پر گئے، پھر پاکپتن حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنجؒ
اور لاہور میں حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ اور بادشاہی مسجد میں شکرانے کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد کی سیڑھیوں
پر اپنی بہو، پوتی و پوتا، نسرین، پروین اور رشاد منظر کے ساتھ

Marfat.com

مصنف کے والد ماجد الحاج پیر سید عبدالشکورؒ کا وصال ۷ ربیع الثانی ۱۳۰۴ھ کو ہوا
دوسرے دن جمعہ کو خاندانی قبرستان ساداتپور میں سپردخاک کیا گیا

خاندانی قبرستان، سادات پور

Marfat.com

پیر سید عبدالشکورؒ بانی مدرسہ ارشد العلوم شاہدیہ مصطفائیہ لکڑی کلاں، سیوان میں
آپ کی آمد کے موقع پر طلباء استقبال کرنے کے لئے مشتاق و مستعد کھڑے ہیں

سادات پور کی تین سو پچاس سالہ مسجد جو آج بھی تاریخ و تہذیب کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے
ساتھ ہی خانقاہی خاندان کے بزرگوں کے خاندانی قبرستان کا دروازہ بھی نظر آرہا ہے

Marfat.com

عکس خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ و علی اولیاء

امتہ - اما بعد سید عبد الشکور ابن سید امیر حسن مغفور ابن

سید عبد العلی قدس سرہ حضرت میر سید مداری قدس سرہما احفاد

میں ہیں جو حضرت دیوان شیخ محمد رشید مصطفی قدس سرہ کے اکمل

خلفا میں تھے اور انکے آباء و اجداد میں پیران رشیدی سے

خلافت و اجازت ہوتی آئی ہے اور سلسلہ بیعت و ارشاد

جاری رہا ہے اور سید موصوف میں اجرائے سلسلہ کی صلاحیت

بھی معلوم ہوتی ہے اسلئے میں نے سید موصوف کو سلسلۂ عالیہ قادریہ پیرجیونیہ شمسیہ

و چشتیہ طیبیہ کی اجازت و خلافت دی اور اوراد و اشغال

جو انکے خاندان میں ہے سبکی اجازت دی - سید موصوف کو

لازم ہے کہ اپنے طریقہ خاندانی پر مستقیم رہیں اور اتباع شریعت

محمدی و اتباع سنت مصطفوی کا اپنے پر واجب سمجھیں اور آئے

Marfat.com

اوقات کو اوراد و اشغال سے معمور رکھیں اور تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں
اور دل آزاری سے جو بدترین گناہ ہے احتراز کرتے رہیں اور راحت
انسانی خدمت کو عین عبادت سمجھیں۔ اور اس گنہگار کو دعائے خیر سے یاد
فی حیاتی و بعد مماتی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انکو پیران کرام کے
طریقے پر چلائے۔ جو شخص مرید ہونے کا طالب ہو اسکی تمنا کو برلا
اور اپنے ہاتھ کو اپنے مربی کا ہاتھ سمجھیں خود کو درمیان میں
نہ دیکھیں اور نمود و نمائش سے بچیں۔ ...

حررہ شاہد علی علمی رشیدی قادری عفی عنہ
یوم شنبہ ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ
بمقام آستانہ حیدری۔ سمن برہ شریف

خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین حضرت سید محمد شاہد علی سبز پوش
کی طرف سے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید عبدالشکورؒ کے
نام اجازت اور خلافت نامہ کا عکس
(بتاریخ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ)

Marfat.com